سراج العوارف

فی

الوصایا والمعارف

مصنّف : حضرت سیّد شاہ ابو الحسین احمد نوری

مترجّم : ڈاکٹر سیّد محمد امین

ایم - اے ، پی - ایچ - ڈی (علیگ)

برکاتی پبلشرز

[illegible] کھارادر، کراچی

۷۸۶
۹۲

سراج العوارف
فی
الوصایا والمعارف

مصنفہ

حضرت سید شاہ ابوالحسین احمد نوری الملقب بہ میاں صاحب

مترجمہ

ڈاکٹر سید محمد امین

ایم اے، پی۔ ایچ۔ ڈی (علیگ)

لیکچرار شعبہ اردو، سینٹ جانس کالج۔ آگرہ

ناشر

برکاتی پبلشرز کھارادر کراچی

نام کتاب ——— سراج العوارف فی الوصایا المعارف

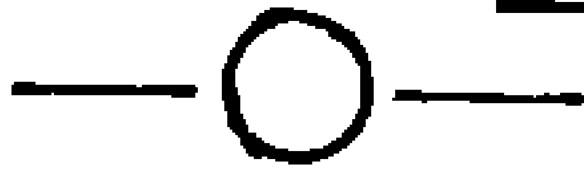
مصنف ——— سید شاہ ابوالحسین نوری

مترجم ——— ڈاکٹر سید محمد امین ایم اے
پی ایچ ڈی علیگ۔

طابع ——— ضیاء الدین پبلی کیشنز۔ کراچی

ناشر ——— برکاتی پبلی کیشنز۔ کراچی

[illegible]



تقسیم کار

مکتبہ قاسمیہ برکاتیہ حیدرآباد

ضیاء الدین پبلی کیشنز

جی۔ کے ۷/۴ نزد شہید مسجد کھارادر کراچی

فون نمبر: ۲۰۱۸۲۴

دیباچہ بر طبع ثانی

از: ابو حماد مفتی احمد میاں برکاتی مہتمم دار العلوم احسن البرکات حیدر آباد

سراج العوارف وہ اہم کتاب ہے جس کا مطالعہ ہر طالب حق، خصوصاً سلسلۂ قادریہ کے تمام مریدین کے لئے لازمی ہے۔ یہ کتاب اختصار و اجمال کے باوجود اپنے مضامین میں وافی کافی، اور موضع حق وصواب ہے۔

حضرت سیدی مرشد امام العارفین سید شاہ ابو الحسن احمد نوری قدس اللہ سرہٗ الموروف نوری دادا رحمۃ اللہ نے یہ کتاب ایک سو سال قبل ۱۳۰۹ھ، میں فارسی زبان میں تصنیف فرمائی - ۱۳۱۳ھ میں بدایوں سے یہ کتاب پہلی طبع ہوئی۔ کتاب کا تاریخی نام جس سے سن تصنیف نکلتا ہے "سراج العوارف فی الوصایا و المعارف" ہے۔ نام کا معنیٰ ومفہوم یہ ہے "علوم طریقت اور وصیتوں کو پہچاننے کے لیے معرفت کا چراغ ہے"

تقریباً نوّے سال، یعنی سال طباعت ۱۳۱۳ھ سے ۱۴۰۲ھ تک اس عظیم کتاب سے استفادہ صرف اہل علم تک محدود رہا، کہ عوام کی اکثریت فارسی زبان سے نابلد تھی۔ مگر طالبین حق اپنے اکابر سے اس کتاب کے فوائد سن کر تمنا رکھتے تھے کہ یہ کتاب اردو میں منتقل ہو جائے تاکہ وہ بھی جی بھر کر اس چشمہ

فیض سے جام پی سکیں۔ بالآخر خانقاہ برکاتیہ مارہرہ شریف کے ہی پروردہ ایک عالم باعمل، راقم الحروف کے والد ماجد، علامہ مفتی محمد خلیل خاں برکاتی قدس سرہ نے اپنے مرشد گرامی[1] کے حکم سے ۱۹۴۶ء میں سراج العوارف کا ترجمہ اردو میں کیا۔ ابھی موصوف اس مرحلے سے فارغ ہی ہوتے تھے کہ تقسیم ہند ہوا، اور کتاب کے ترجمہ کا مسودہ حالات کی ابتری کا شکار ہو کر مترجم کے ہاتھ سے جاتا رہا۔ پھر مرشد گرامی کا کرم ہوا اور منشائے الٰہی کے مطابق، حضرت مترجم قدس سرہ نے اس طرف دوبارہ توجہ دی اور دوسری بار، اس کتاب لاجواب کے ترجمہ کا آغاز، یکم ذی قعدہ ۱۴۰۱ھ/۳۱ اگست ۱۹۸۲ء دوشنبہ مبارکہ سے کیا۔ اور بتوفیق ایزدی ۱۹ صفر المظفر ۱۴۰۲ھ/۱۴ دسمبر ۱۹۸۲ء دوشنبہ مبارک اس شرف خدمت سے فارغ ہوئے۔
اس طرح پہلی بار یہ کتاب مترجم ہو کر، پاکستان میں ۱۹۸۲ء میں "نور علی نور" کے نام سے منظر عام پر آئی۔ حضرت مترجم، مفتی اعظم سندھ علامہ مفتی محمد خلیل خاں قادری برکاتی قدس سرہ (المتوفی ۲۸ رمضان المبارک ۱۴۰۵ھ/۱۸ جون ۱۹۸۵ء) نے سید السادات حضرت میر عبدالواحد بلگرامی کی مقبول بارگاہ رسالت، کتاب "سبع سنابل" کے اردو ترجمہ کے علاوہ تقریباً ساٹھ کتب تراجم و تصانیف فرمائیں۔ ان میں سے اکثر طبع ہو چکی ہیں۔ آپ کی آخری کتاب "موت کا سفر" زیر طبع ہے۔

ہندوستان میں "سراج العوارف" کا ترجمہ "نور علی نور" جب پہنچا تو سلسلہ قادریہ کے متوسلین و مریدین کو مزید چاشنی میسر آئی۔ حضرت مفتی محمد خلیل خاں صاحب قادری رحمۃ اللہ علیہ ان اکابرین میں سے تھے جو اپنے بزرگوں کی علمی صحبت و فیض کی وجہ سے ان کے طریقۂ کار سے ذرہ برابر بھی ہٹنا پسند نہ فرماتے تھے، اور بزرگوں کی اس روش سے ہٹ کر چلنا ان

---

[1] حضرت تاج العلماء اولاد رسول مولانا السید الشاہ سید محمد میاں قادری قدس سرہ (م ۱۳۷۵ھ)

کے مزاج کے خلاف تھا۔ راقم الحروف ایک مرتبہ آپ سے عرض کیا کہ "حضور! اگر تحریر میں مزید سلاست زبان اور روانی ہو جائے تو قارئین کیلئے بھی مزید آسانیاں ہو جائیں گی۔" فرمایا: "بھئی! ہم اپنے بزرگوں کی ڈگر کو کیسے چھوڑ دیں! اسی میں برکت ہے۔" یہی وجہ ہے کہ آپ کے بعض تراجم کتب میں کچھ ایسے مقامات نظر آتے ہیں۔ جہاں پڑھنے والے کو زیادہ غور و فکر کرنا پڑتا ہے۔

میرے مخدوم و مکرم، خانوادۂ مارہرہ مطہرہ، فاضل نوجوان، حضرت ڈاکٹر سید محمد امین میاں مارہروی (علیگ) (خلف الرشید اکبر حضرت سیدی و سندی مولانا مفتی سید حسن میاں شاہ صاحب قادری برکاتی مدظلہما) نے اس مشکل کو محسوس کیا اور اسطرح ہندوستان میں پہلی مرتبہ ان کے قلم سے "سراج العوارف" کا، سادہ زبان میں ترجمہ ۱۹۸۶ء میں طبع ہوا۔ جس سے مبتدی حضرات کو بھی اس کتاب کا مطالعہ آسان ہو گیا۔ زیر نظر ترجمہ ان ہی موصوف کا ہے جو اپنی جگہ لاجواب ہے۔ محترم موصوف نے اپنے اس ترجمہ میں "نور علیٰ نور" کو اپنا پیشرو بنایا ہے اور حق ترجمہ خوب ادا کیا ہے۔ ڈاکٹر سید محمد امین میاں زید لطفہ، اگرچہ عمر کے لحاظ سے فقیر کے برابر ہی ہو گئے لیکن مرتبہ اور بزرگی میں فقیر سے کہیں زیادہ بلند ہونے کے باوجود بڑی محبت فرماتے، اور دامنِ خُلق، اس فقیر قادری، سگِ بارگاہ برکاتیت کیلئے وسیع رکھتے ہیں۔ ایک مرتبہ پاکستان تشریف لائے اور فقیر کے غریب خانہ پر جلوہ افروز ہوئے، میں نے محبت و عقیدت سے حضرت کی دست بوسی کی۔ تو آپ نے بھی فوراً فقیر کے ہاتھوں کو اپنے لبوں سے لگا لیا، میں نے مؤدبانہ عرض کی کہ اس خاص فضل و نعمت کا کیا سبب ہے؟ فرمایا: "احمد بھائی! آپ سے میرے کئی رشتے ہیں، ایک قوی رشتہ یہ بھی، آپ میرے والد (حضرت سید حسن میاں شاہ صاحب مدظلہما) کے استاد زادے ہیں۔" غرضیکہ حضرت مترجم صاحبزادہ سید محمد امین میاں زید حبہ، اخلاق و محاسن کا ایک گلدستہ ہیں۔ موصوف نے حضرت صاحب البرکات سلطان العاشقین السید الشاہ برکت اللہ، امام سلسلۂ برکاتیہ قدس سرہٗ العزیز کی حیات، علمی کارناموں اور شاعری پر ایک تحقیقی مقالہ لکھا، جو ہندوستان و پاکستان میں "السید شاہ برکت اللہ" کے نام

سے طبع ہو چکا ہے۔

اللہ رب عزوجل موصوف کے قلم میں مزید قوت وطاقت عطا فرمائے آمین، علوم ومعارف کا ایک عظیم خزانہ، ابھی خانقاہ برکاتیہ مارہرہ شریف کے کتب خانہ میں قلمی صورت میں محفوظ ہے۔ خدا کرے کہ وہ وقت جلد آئے کہ یہ خزانے بھی زیور طبع سے آراستہ ہو کر منصۂ شہود پر جلوے بکھیریں۔

امام العارفین سید شاہ ابوالحسین احمد نوری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی اس عظیم کتاب کو سات حصوں میں تقسیم کیا ہے ہر حصہ کا نام "لمعہ" رکھا ہے لمعہ کے معنی لغت میں "رنگ کی چمک" اور "تھوڑا سا گزارہ زندگی" کے ہیں پہلے معنی میں اس کا مطلب یہ ہوگا کہ وہ نوری کرن اور چمک جس کی روشنی میں بندۂ کامل ہو سکتا ہے۔ دوسرے معنی میں اس کا مطلب یہ ہوگا کہ زندگی گزارنے کیلئے جو ضروری آداب برتنے ہیں، ان کا عرفان اسی کتاب سے حاصل ہوگا اسی لئے حضرت نے جو لمعہ کے متفرق مسائل کو لفظ "نور" (روشنی) سے ذکر فرمایا ہے۔ ترتیب یہ ہے کہ پہلا لمعہ وصیتوں کے بیان میں، دوسرا لمعہ عقائد اہلسنت کے بیان میں۔ تیسرا لمعہ تصوف کے بیان میں، چوتھا لمعہ سلوک کے بیان میں، پانچواں لمعہ چند مسائل فقہ میں، چھٹا لمعہ اخلاق ونصائح کے بیان میں اور ساتواں لمعہ متفرق فائدوں کے بیان میں ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر مرید کو ان فائدوں سے بہرہ ور ہونے کی توفیق بخشے (آمین)

سراج العوارف کے فارسی نسخہ میں، اعلیٰحضرت امام اہلسنت مجدد دین وملت مولانا شاہ احمد رضا خاں فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے نظم ونثر دونوں طرح، فصیح وبلیغ عربی میں تقریظ لکھی ہے۔ جس میں کتاب اور مصنف دونوں کے فضائل بیان فرمائے ہیں، دو شعر مع ترجمہ ہدیہ قارئین ہیں۔

ولا غرو ان جاء منک سراج   فانک نوری نادی المعارف

بلاشبہ اگرچہ آپ کی طرف سے یہ چراغ تحفہ میں آیا ہے، لیکن بیشک آپ تو نوری ہیں جو معرفتوں کی مجلس ہیں۔

ازانا سراجک باللیل شمسا   وشمس بلیل عجیب وطارف

اللہ تعالیٰ نے ہمیں آپ کا چراغ ظلم وضلالت کی اس رات میں سورج بنا کر دکھایا ہے
جبکہ تاریک رات میں سورج نکلنا بھی بہت انوکھی اور نادر چیز ہے۔

فقیر قادری سگ درگاہ برکاتیہ

۸۷/۱۲/۹ ء ۔ ۱۷ ربیع الآخر ۱۴۰۸ ھ

حیدر آباد (سندھ)

اے رضا یہ احمد نوری کا فیض نور ہے
ہوگئی میری غزل بڑھ کر قصیدہ نور کا

(اعلیٰ حضرت بریلوی)

انتساب

خاتم اکابر ہند سید شاہ **ابوالحسین احمد نوری** رضی اللہ تعالیٰ عنہ

اور ان کے لاڈلے خلیفہ

مفتی اعظم ہند مولانا شاہ **محمد مصطفیٰ رضا خاں** قادری برکاتی نوری

کی

ارواح طیبات

کی

نذر

فہرست مضامین

مقدمہ

سید آلِ رسول حسنین میاں برکاتی نوری

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ نور النور العزیز الغفور والصلاۃ والسلام علی السید احمد النور وعلی آلہ وصحبہ واولیائہ الی یوم النشور۔ اللہم صل علی الرسول وآل الرسول وبارک وسلم ابداً۔

نورِ حق نورِ نبی نورِ علی نوری لقب — بادشاہ وسید وسردار یاد آمد مرا
شاہِ شاہانِ جہاں یا سیدی یا بوالحسین — حق ناحق جوی وحق گو پژدہ وحق گزین
سرورِ سینۂ اسلاف احمد نوری — ملک خدم شہ ذی اقتدار مارہرہ
مری جاں پہ قبضہ ہے اچھے میاں کا — مرے دل کے مہمان نوری میاں ہیں

اہل قلم کا کہنا ہے کہ تاریخ نگاری اور کسی کی سیرت اور حالات زندگی پر قلم اٹھانا نہایت دشوار کام ہے اور اس صورت میں تو یہ کام دشوار تر ہو جاتا ہے جب مؤرخ صاحب حالات سے وابستہ ہو اسے عقیدت ومحبت میں اپنا سب کچھ سمجھتا ہو۔

آستانۂ عالیہ قادریہ برکاتیہ نوریہ کا خادم ہونے کے ناطے میرے لئے یہ بڑی آزمائش کی گھڑی ہے کہ میں اپنے مرشد اعلیٰ ومخدوم والا حضرت سید شاہ ابوالحسین احمد نوری قدس سرہٗ العزیز کے حالات بابرکات پر قلم اٹھاؤں، زیادہ لکھوں تو اسلاف پرستی کا الزام لگے، کم لکھوں تو حق ارادت کی ادائیگی سے محروم ٹھہروں۔ مگر چونکہ پروردگار عالم کی نعمتوں کا شکر ادا کرنا ہر بندہ

خدا پر واجب ولازم ہے اس لئے یہ چند سطور قلم بند کرتا ہوں۔

حضرت جلیل البرکت نورالعارفین سلالۃ الواصلین جدنا الامجد حضور پر نور مولانا مولوی سید شاہ ابوالحسین احمد نوری میاں صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ عنا خاندان برکاتیہ مارہرویہ کے لئے رب تبارک وتعالیٰ کی نعمتوں میں سے ایک نعمت تھے۔ استغنا میں حضور صاحب البرکات سیدنا شاہ برکت اللہ قدس سرہٗ کا رنگ، تربیت وسلوک میں استاذ المحققین سیدنا شاہ آل محمد قدس سرہٗ کی شان، معلومات وسعت نظر میں حضرت اسدالعارفین سیدنا شاہ حمزہ قدس سرہٗ کا پرتو، ایثار وعطا اور حاجت روائی مخلوق میں حضرت برکات ثانی سید شاہ حقانی قدس سرہٗ کا انداز، تصرف وحکومت میں حضور شمس العارفین سیدنا شاہ ابوالفضل آل احمد اچھے میاں صاحب قدس سرہٗ کی یادگار، مہمان نوازی اور سخاوت میں حضور سید شاہ آل برکات ستھرے میاں صاحب قدس سرہٗ کا نمونہ، ستر حال و اخفاء کمال واتباع سنت واجتناب بدعت میں حضور خاتم الاکابر سیدنا شاہ آل رسول قدس سرہٗ کے خلف الصدق، غرض ذات والا عجب مجموعہ کمالات تھی۔

کوکب کون ومکاں، نوبہار بوستاں، صاحب دور زماں، وارث پیغمبراں، افتخار دودماں، شاہباز لامکاں، قبلہ گاہ قدسیاں، مالک گنج نہاں، صاحب بخت جواں حضرت نوری میاں قدس سرہٗ کی ولادت باسعادت بمقام مارہرہ مطہرہ (ضلع ایٹہ، یوپی) ۱۹ شوال المکرم ۱۲۵۵ھ (۲۶ دسمبر ۱۸۳۹ء) بروز پنجشنبہ ہوئی۔ تاریخی نام مظہر علی ہے۔ والد ماجد کا اسم شریف سید شاہ ظہور حسن رحمۃ اللہ علیہ تھا جو حضور خاتم الاکابر سیدنا شاہ آل رسول احمدی قدس سرہٗ کے خلف اکبر تھے۔ والدہ ماجدہ اکرام فاطمہ بنت سید دلدار حیدر ابن سید منتجب حسین قدس اسرارہم۔

سرکار نور کا سن شریف ڈھائی سال کا تھا کہ حضور کی والدہ ماجدہ نے انتقال فرمایا اور آپ کی پرورش وکفالت دادی حضور بی بی صاحبہ نثار فاطمہ اور دادا حضرت شاہ آل رسول قدس سرہم نے اپنے ذمے لے لی۔ صرف ایک یہی ذات نوری تھی جن کی تربیت وتکمیل کا اہتمام خاتم الاکابر قدس سرہٗ نے خود برداشت فرمایا تھا۔ جگر کے ٹکڑے کو ہر وقت پیش نظر رکھتے۔ شب وروز

باتوں باتوں میں تعلیم و تلقین فرماتے۔

میاں صاحب کا گیارہواں سال تھا کہ والد ماجد شاہ ظہور حسن نے ۲۶ جمادی الاولیٰ ۱۲۹۶ھ کو دھاری (کاٹھیاواڑ) میں انتقال فرمایا اس وقت جد مکرم حضور خاتم الاکابر قدس سرہٗ نے مجاہدات سلوک و ریاضات طریقہ شروع کرادیں حضور خاتم الاکابر فرماتے۔ ان کو عیش و آرام سے کیا کام، یہ کچھ اور ہیں اور ان کو کچھ اور ہونا ہے۔ یہ سات قطب میں سے ایک قطب ہیں جن کی بشارت حضرت بو علی شاہ قلندر پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت شاہ بدیع الدین قطب مدار رحمۃ اللہ علیہ نے دی ہے اور یہی اس سلسلہ بشارت کے خاتم ہیں خود سرکار نور قدس سرہٗ کی فطری قابلیت قابل ستائش تھی کہ ہر بات سے ایک عمدہ نتیجہ اخذ فرماتے خصوصاً اپنے جد اکرم و پیر و مرشد قدس سرہٗ کے افادات و اقوال میں نہایت غور فرماتے اور اشارات میں ہدایات کا سبق حاصل فرماتے۔ نہ سرکار نور کے سوال و طلب و تعطش میں کمی ہوتی تھی نہ خاتم الاکابر تعلیم و تربیت میں توقف فرماتے تھے۔

اور جب حضور خاتم الاکابر نے حضرت نوری میاں صاحب کو اپنے جیسا بنا دیا تو اجازت عام و خلافت تام عطا فرمائی۔

نقل سند خلافت و اجازت

اللہ ولا سواہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العلمین والصلوۃ والسلام علی سید المرسلین محمد و آلہ اجمعین۔ اما بعد

میگوید فقیر حقیر آل رسول احمدی کہ چوں نور دیدہ و سرور سینہ قرۃ عینی و فواد قلبی سید ابوالحسین احمد نوری ملقب بہ میاں صاحب طول عمرہٗ و زید قدرہٗ را اجازت سلاسل خمسہ قادریہ چشتیہ و نقشبندیہ و سہروردیہ و مداریہ قدیمہ و جدیدہ و کالدیہ منائیہ و علویہ منامیہ و ہم اجازت

جملہ اذکار و اشغال و اوراد معمولہ خاندان برکاتی بہ ہیچکہ فقیر را از جناب عمی و مرشدی و مولائی حضرت سید شاہ ابوالفضل آل احمد اچھے صاحب اناراللہ تعالیٰ برہانہ و ہم از جناب ابوی و قبلہ گاہی حضرت سید آل برکات عرف ستھرے صاحب نوراللہ تعالیٰ مرقدہ اجازت رسیدہ است دادم و مجاز و ماذون گردانیدم ہر کسیکہ ارادہ بیعت نماید و مرید شود اورا داخل سلسلہ عالیہ نمایند و مرید کنند و موافق استعداد او از ذکر و شغل و ورد خاندانی مامور سازند۔ والمسئول من اللہ سبحانہ الاستقامۃ علی جادۃ اکابر تلک الطریقۃ واللہ المستعان وعلیہ التکلان۔

تحریر تاریخ دوازدہم۔ ربیع الاول ۱۲۹۶ھ ہجری نبوی صلی اللہ علیہ وسلم آل رسول"

علاوہ اس سند کے جو خاص خلافت سے متعلق ہے بروز جشن ولادت حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم خلافت ہوئی تھی۔ حضور خاتم الاکابر قدس سرہٗ نے سرکار نور کو اجازت قرآن کریم و صحاح ستہ و مصنفات شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی حصن حصین و دلائل الخیرات و اسماء اربعین و حزب البحر و حدیث مسلسل بالاولیہ و حدیث مسلسل بالاضافہ و مصافحات اربعہ و مصافحہ و مشابکہ اور تمام علوم کی سندیں جو آپ کو اپنے اساتذہ سے پہنچی تھیں مرحمت فرمائیں جن میں سے اکثر "النور والبہا" میں طبع ہو کر مشتہر ہو چکی ہیں۔

بیاض سرکار نور دستخطی میں ارقام ہے۔

"در ۱۲۹۶ھ ہجری دوازدہم ماہ ربیع الاول ایں فقیر مسمی سید ابوالحسین احمد نوری عرف میاں صاحب بدست حضرت پیر و مرشد جدی سید شاہ آل رسول احمدی مدظلہ تعالیٰ مرید شد و بار خلافت مامور شد و شب دوازدہم ماہ مذکور سنہ مذکور پیر و مرشد برحق بر مسند سجادہ نمایندہ از دست مبارک خود روپیہ نذر گزرانیدند و جانشین خود نمودند ہمانروز فیض باطنی بلا پیر و مرشد تعلیم رسید۔"

حضرت نوری میاں صاحب قبلہ نے قرآن کریم، صرف و نحو، فقہ و اصول منطق، حدیث، تفسیر نیک استادوں اور عمدہ عالموں سے پڑھی۔ علوم ظاہری مولوی شاہ تراب علی صاحب

لکھنوی و مولوی فضل اللہ صاحب جلیسری و مولوی نور احمد صاحب بدایونی و مولوی محمد سعید صاحب بدایونی و مولوی عبد القادر صاحب بدایونی و مولوی فضل رسول صاحب بدایونی و مولوی احمد حسن صاحب صوفی مرادآبادی و مولوی حسین شاہ صاحب بخاری سے پڑھے۔ علوم باطنیہ کے اساتذہ میں سرعنوان تم پاک حضور خاتم الاکابر سید شاہ آل رسول احمدی قدس سرہٗ زینت افزا ہے چھوٹے دادا حضرت سید شاہ غلام محی الدین عرف امیر عالم صاحب قدس سرہٗ سے اوراد و اشغال خاندانی کی اجازت پائی قواعد فن تکسیر بھی سیکھے۔ حضرت شاہ شمس الحق عرف تنکا شاہ رحمۃ اللہ علیہ مرید و خلیفہ حضور اچھے میاں صاحب قدس سرہٗ سے بعض فوائد تکسیر و اعمال احضار و دفع جنات اور فن عمل کے حقائق حاصل فرمائے مفتی سید عین الحسن صاحب بلگرامی اور مولوی احمد حسن صاحب مرادآبادی سے بعض فوائد علم تصوف حاصل فرمائے۔ حضرت حافظ شاہ علی حسین مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ حضور خاتم الاکابر سے اجازت عمل حرز یمانی اور سلسلہ قادریہ منوریہ اور سند تسبیح ملی۔

سرکار نور قدس سرہٗ کی ریاضت کا یہ حال تھا کہ ابھی عمر شریف سات برس سے زیادہ نہ تھی کہ حضور خاتم الاکابر کے حکم کے مطابق آپ صوم و خلوت و ذکر و اشغال میں معروف رہتے۔ اٹھارہ سال تک ذکر جلالی و جمالی و خلوت میں رہے اور سلوک باقاعدہ ختم فرما کر فنائے معنوی سے بقائے حقیقی تک فائز ہوتے۔ دربار نوری کی وہ شان کہ فواید جلیلہ دینیہ بیان ہو رہے ہیں اور ہر مسئلہ شرعی کو اس اسلوب اور وضاحت سے ارشاد فرمایا جا رہا ہے کہ ہر عامی کے ذہن نشین ہو رہا ہے۔ بعض مسائل کی تحقیق میں سوالات روانہ فرمائے ہیں کبھی خود بھی سفر فرما رہے ہیں۔ کتب تصوف و سلوک و عقاید مطالعے میں ہیں کبھی ان میں سے مختلف فواید انتخاب فرما رہے ہیں۔

سرکار نور کے دربار میں ہمیشہ غربا و فقرا کا مجمع رہتا۔ غربا کی جماعت ہر وقت باریاب خدمت ہو کر عرض احوال کر سکتی اور کامیاب اٹھتی۔ اکثر غربا و خدام کے مکانوں پر قیام فرماتے قبول دعوت میں ہمیشہ امرا پر غربا کو ترجیح دیتے۔ امرا جو خاندان کے مرید تھے ہمیشہ کوشش کرتے کہ حضور ان کے مکان پر رونق افروز ہوں لیکن بہت کم ایسا اتفاق ہوتا۔ جن امرا کو بیعت نہ ہوتی ان کے یہاں ہرگز تشریف

نہ لے جاتے۔

مریدین و متوسلین کو ہمیشہ صبر و ضبط کی تلقین فرماتی جاتی۔

مولوی غلام شبّر صاحب بدایونی کو ایک کرامت نامہ میں یوں فرمایا۔

"پریشان نہ ہو تا سب مشکلیں آسان ہو جائیں گی۔ شیخ کا دامن ہمارے ہاتھ میں اور شیخ کا ہاتھ حضور غوثیت رضی اللہ عنہ و ارضاہ عنا کے ہاتھ میں ہے انشاء اللہ تعالیٰ انجام بخیر ہے۔ یہ چند روزہ تکالیف ہیں۔"

اس کے بعد حضور اچھے میاں صاحب قدس سرہٗ کا یہ شعر تحریر فرمایا۔

غلام غوث اعظم ہیچ کس و مضطر نمی ماند
اگر ماند تیبے ماند شبے دیگر نمی ماند"

سخاوت و عطا کا یہ عالم کہ سائل اپنی ضرورت و سوال سے زیادہ لیکر جاتا۔ بعض مخلص خدام کی ضرورت کی خراب و خستہ چیزیں پسند فرما لیتے اور ان کو نئی عمدہ چیزیں عطا کر دیتے کہ اس نمونے کی ہم کو مدت سے تلاش تھی یہ ہم کو بہت پسند ہے۔ ارشاد عالی تھا کہ بخیل کی صحبت سے بچنا چاہیے اور ان سے بچنے کی عمدہ تدبیر یہ ہے کہ ان سے کوئی مالی فرمائش کر دی جائے وہ خود دوبارہ قریب نہ پھٹکیں گے۔

امر بالمعروف و نہی عن المنکر میں سرکار نور کبھی کسی مخلوق کا پاس نہ فرماتے تھے۔ احکام شرع کی تاکید فرماتے۔ ہر مسئلہ میں تحقیق حنفیہ کا مسلک اختیار فرماتے۔

سرکار نور قدس سرہٗ کا توحید میں مشرب وحدت وجود تھا اور یہی تمام خانوادہ عالیہ کا مشرب ہے لیکن فرماتے کہ یہ مسئلہ عالی ہے قالی نہیں۔ ارشاد فرمایا۔

موحد ہے نور اتحادی ہے ملحد :. نہ سب تو ہی تو ہے کہ بس تو ہی تو ہے

سرکار نور فنافی الشیخ تھے۔ شیخ کا اتباع، شیخ کی حضوری، شیخ کے دربار کی معیت، شیخ میں فنائیت مطلقہ حاصل تھی۔ صورت میں وہی شان، سیرت کا وہی حال، رفتار میں وہی چلن، گفتار میں

وہی لہجہ، لباس میں وہی وضع، معاملات میں وہی ڈھنگ، عبادت میں وہی رنگ، ریاضات و مجاہدات میں وہی مسلک۔ ہزاروں بار کا دیکھا ہوا واقعہ ہے کہ طبیعت پر گرانی ہے مرض کی شدت ہے ضعف غالب ہے لیکن حاضرین میں سے کسی نے حضور خاتم الاکابر کا ذکر چھیڑ دیا ہے کہ بس ایک نئی طاقت و توانائی جسم اطہر میں آگئی ہے۔ نہایت خوش اور بشاش ہو گئے ہیں۔

اکثر ارشاد فرماتے کہ حضور سرکار غوثیت رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور اکابر خاندان مارہرہ مقدسہ بڑے غیور ہیں ان کا متوسل جب کہیں جائے گا پریشان نہ ہوگا حضور شیخ اکبر امام الطریقہ محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

(ترجمہ) ایک عورت دو شوہروں کی جورو ہو سکتی ہے اور نہ ایک طالب دو شخص کا مرید۔

بعد تحصیل علوم ظاہری و تکمیل باطنی سرکار نوری میاں قدس سرہٗ کی عادت کریمہ تھی کہ طہارت فرما کر نماز تہجد ادا فرماتے اور اوراد و اشغال معمول خاندان میں مشغول ہو جاتے نماز فجر کے لئے وضو تازہ فرما کر گھر میں سنتیں پڑھ کر مسجد تشریف لے جاتے۔ اگر کوئی شخص جو قرآن کریم اچھا پڑھتا اور کم از کم مسائل طہارت و نماز و جماعت جانتا ہوتا اسے حاضر پاتے اقتدا فرماتے ورنہ خود امامت کرتے بعد نماز ابتداء ذکر جہر اور آخر میں ذکر خفی فرماتے پھر بعد دعا وظائف معمول پڑھ کر صلوٰۃ اشراق و چاشت سے فارغ ہو کر کچھ ہلکا ناشتہ تناول فرماتے۔ اب خدام کی حاضری اور عرض معروضات کا وقت آتا۔ نقوش وادعیہ مرحمت ہوتے۔ اگر کہیں دعوت ہوتی تو زوال کے قریب تشریف لے جاتے۔ کھانے میں سے کچھ تناول فرماتے۔ فارغ ہو کر پان کھاتے اور فوراً پان تھوک کر کلی اور غرارہ سے منہ صاف فرماتے۔

اب جماعت عام رخصت اور خواص حاضر رہتے وہ اپنے اپنے معروضات پیش کرتے سب کے جواب مرحمت ہوتے۔ کبھی کوئی کتاب ملاحظہ فرماتے اور کبھی سیدنا شاہ حمزہ قدس سرہٗ کی روش کے مطابق کتاب سرہانے رکھ کر آرام فرماتے اب صرف دو ایک مخصوص خدام رہتے جو گرمیوں میں پنکھا جھلتے ورنہ دھیرے دھیرے پاؤں دابتے۔ ایک گھنٹہ جاڑے میں اور کچھ زیادہ گرمیوں میں آرام فرما کر اٹھ بیٹھتے اور طہارت فرما کر نماز ظہر با جماعت ادا فرماتے۔ بعد نماز قرآن کریم کی منزل

پر دلائل الخیرات حصن حصین اور بعض ادعیہ پڑھ کر دربار عام آراستہ ہو جاتا۔ ڈاک سے خطوط کے جواب بھی اکثر اسی وقت رقم فرماتے۔ پھر تازہ وضو سے نماز عصر ادا فرماتے اور اوراد مخصوصہ پڑھتے خاص جلسہ ہوتے اور پھر وہی دریائے رحمت وکرم کی طغیانی ہوتی۔ بہت قلیل کھانا نوش فرما کر نماز عشا ادا فرماتے بعد نماز اخص الخواص کچھ واردات عرض کرتے بعض ہدایات پاتے اور رخصت ہوتے جاتے یہاں تک کہ مجمع برخاست ہو جاتا اور خدام خاص سے ذکر حضور خاتم الاکابر قدس سرہٗ سنتے ہوئے استراحت فرماتے۔

یک زمانہ میں پانچ پارہ قرآن کریم کے، حزب دلائل الخیرات، حزب حصن حصین، چہل اسماء، کامل حرز یمانی مع ادعیہ ملحقہ، سی و سہ آیات، دعائے بشمخ، حزب البحر، بہتی واقعہ قرتیہ بانت ما العطلت نود و دو نام، کبریت احمر، حرز قادری، صلوٰۃ الختام حیدری، سورہ واقعہ، سورہ مزمل، سورہ یٰسین، اسمائے اصحاب کہف، آیت اللہ لطیف بعبادہٖ، اسم مبعوج سادہ و باموکل، آیہ کریمہ انہ ولیّ الاجابۃ، اسم یا بدیع العجائب، اسم اعظم علاوہ اشغال و اوراد معمول ورد تھا۔ عمل چہار شنبہ، عمل شجر زندہ، عمل یا مقلب القلوب خاص خاص اوقات کے وظائف تھے۔ ورد روزانہ اس قدر تھا کہ اچھا تیز پڑھنے والا اس کو پورے دن پوری رات میں پورا کر سکتا تھا یہ سب سرکار خود بہت تھوڑے وقت میں پڑھ لیتے۔ اللہ اکبر! حضور کے وقت میں کیسی وسعت و برکت تھی کہ نماز و وظائف اوراد اشغال کے سوا خدام و سائلین کی پرسش حالات، خطوط کے جواب، مریضوں کی عیادت، نقوش و تعویذات کی تحریر، قیلولہ و آرام، تصنیف و ملاحظہ کتب، اہل حقوق کی پاسداری، حضور خاتم الاکابر کے دربار میں حاضری معاملات کا پیش کرنا اور ہدایات لینا وغیرہ اوقات روزانہ طے ہوتے تھے۔

تصنیف اور اس کی شہرت سے سرکار نوری میاں قدس سرہٗ کو خاص دلچسپی نہ تھی بعض تحریرات بطور رسالہ بھی خدام کے التماس پر مرتب ہوئے۔

۱۔ العسل المصفّٰی فی عقائد ارباب سنۃ المصطفٰی

یہ آسان اردو زبان میں عقائد حقہ اہل سنت کے بیان میں نہایت مختصر اور مفید بچوں کی تعلیم کے لئے مناسب بلکہ ضروری رسالہ ہے۔

۲۔ سوال وجواب:۔ یہ بھی اردو زبان میں مختصر مسئلہ تفضیل کا فیصلہ ہے آج تک حضرات تفضیلیہ سے اس کا جواب دینے پڑا۔

۳۔ اشتہار نوری:۔ یہ ایک مفید مختصر تحریر ہے جس وقت بعض علمائے اہل سنت مکاید اہل ندوہ سے دھوکا کھا کر شامل ندوہ ہو گئے تھے ان کی تنبیہ اور اکثر فوائد جلیلہ پر مشتمل ہے۔

۴۔ تحقیق التراویح:۔ یہ دفع فتنہ بعض غیر مقلدین میں بیس رکعت تراویح کے اثبات میں تحریر فرمایا۔

(۵) دلیل الیقین من کلمات العارفین:۔ تفضیل کلی حضرات شیخین رضی اللہ عنہما کا اثبات حضرات تفضیلیہ کے شبہات کا ازالہ نہایت متردی وضاحت سے فرمایا۔ لاجواب تھا لہٰذا لاجواب ہے۔

(۶) عقیدہ اہل سنت نسبت صحابہ بین جمل وصفین ونہروان۔
یہ رسالہ بزبان اردو ہے اور حسب الحکم حضور خاتم الاکابر تحریر فرمایا۔

(۷) لطایف طریقت کشف القلوب:۔ یہ رسالہ بیان کسب ابتدائی سلوک میں بزبان اردو ہے۔

(۸) النور والبہاء فی اسانید الحدیث وسلاسل الاولیاء

اس رسالے میں سلاسل واسناد احادیث صحاح ومسلسل بالاولیہ وحصن حصین ودلائل الخیرات، اسماء اربعین مصافحات اربعہ مشابکہ حدیث مسلسل بالاضافہ واسناد حرز یمانی وقرآن کریم وتسبیح وسلسلہ عالیہ قادریہ قدیمہ واحدیہ و کالپویہ جدیدہ ورزاقیہ ومنوریہ وچشتیہ وسہروردیہ ونقشبندیہ وملادیہ علیہ جو چند طرق معتبر سے پہنچے ہیں درج ہیں۔ بزبان عربی نہایت مفید رسالہ ہے

۹۔ سراج العوارف فی الوصایا والمعارف۔ یہ وہ پُر نور تصنیف ہے جس کا اردو ترجمہ ناظرین کے ہاتھوں میں ہے جو فوائد اس میں مندرج ہیں ان کا مجموعہ کسی ایک جگہ نہیں ملیگا۔

خانوادۂ برکاتیہ کے جملہ مریدین و متوسلین کو اس کا دیکھنا پڑھنا پاس رکھنا نہایت ضروری ہے۔

(۱۰) **الجفر**:۔ ایک مختصر رسالہ بزبان اردو ہے جس میں جفر کا ایک خاص قاعدہ مفصلاً مذکور ہے۔

(۱۱) **النجوم**:۔ ایک نہایت مختصر رسالہ نجوم ہے وہ چیزیں جن کا جاننا ایک عامل اور جفار کو ضروری ہے اس میں درج ہیں۔

(۱۲) **تخییل نوری**:۔ مجموعہ اشعار عربی و فارسی و اردو جو گاہ گاہ اتفاقیہ نظم فرمائے گئے۔ تخلص سرکار نور کا پہلے سعید تھا پھر نوری فرماتے تھے۔ا

ان کے علاوہ سرکار نور نے صلوٰۃ غوثیہ، صلوٰۃ معینیہ، مجموعہ صلوٰۃ نقشبندیہ، صلوٰۃ صابریہ، صلوٰۃ ابی العلائیہ، صلوٰۃ مداریہ، صلوٰۃ اللّٰہ یا، صلوٰۃ المرضیہ لفقراء المارہریہ وغیرہ شجرے مرتب فرمائے۔ آخری تصنیف حضور کی اسرار اکابر برکاتیہ ہے جو صدہا نکات و اسرار عجیبہ پر مشتمل ہے۔ مجموعہ ہائے اعمال و اشغال کا تو کوئی شمار ہی نہیں۔

سرکار نوری میاں صاحب قدس سرہٗ کو دعوت و تکسیر اور تعبیر خواب میں بدرجۂ اتم کمال حاصل تھا۔ قطب مارہرہ سیدنا شاہ ابوالحسین احمد نوری میاں صاحب قدس سرہٗ کے خلفاء میں آپ کے حقیقی چچا زاد بھائی سید شاہ مہدی حسن صاحب قدس سرہٗ (جن کے وصی و جانشین میرے والد ماجد سید العلماء مولانا سید شاہ آل مصطفےٰ سید میاں قدس سرہٗ تھے)، سرکار نور کے حقیقی پھوپھی زاد بھائی سید شاہ ظہور حیدر صاحب قدس سرہٗ، سید شاہ حامد حسن صاحب قدس سرہٗ، سید ابن حسن صاحب قدس سرہٗ، حضرت سید شاہ اسمٰعیل حسن صاحب قدس سرہٗ، سید شاہ ارتضیٰ حسین عرف بڑے میاں صاحب قدس سرہٗ (جن کے وصی و جانشین میرے والد ماجد قدس سرہٗ تھے)، سید محمد ایوب حسن صاحب قدس سرہٗ، سید اسحاق حسن صاحب قدس سرہٗ، سید اقبال حسن صاحب قدس سرہٗ، سید فضل حسین صاحب قدس سرہٗ، حکیم سید آل حسن صاحب قدس سرہٗ شامل ہیں۔

علاوہ صاحبزادگان خانوادۂ برکاتیہ کے سرکار نور کے خلفا میں اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا

خاں صاحب فاضل بریلوی قدس سرہٗ ان کے صاحبزادے مولانا مصطفیٰ رضا خاں صاحب
مفتیٔ اعظم ہند قدس سرہٗ، مولوی محمد عطاء اللہ خاں صاحب رامپوری قدس سرہٗ، مولوی محمد جمیل الدین
صاحب خطیب عباسی بدایونی قدس سرہٗ، مولوی حکیم محمد عبد القیوم صاحب عثمانی بدایونی قدس سرہٗ،
مولوی قاضی محمد بشیر الاسلام عباسی بدایونی قدس سرہٗ، مولوی غلام حسنین صدیقی بدایونی قدس سرہٗ،
محمد جعفر خاں صاحب عرف عارف شاہ صاحب قدس سرہٗ، مولوی محمد طاہر الدین صاحب صدیقی
فرشوری قدس سرہٗ، مولوی مشتاق احمد صاحب سہارنپوری قدس سرہٗ، سکندر شاہ خاں صاحب
قدس سرہٗ، حکیم عنایت اللہ صاحب بریلوی قدس سرہٗ، سید محمد ابراہیم میاں صاحب قدس سرہٗ، شاہ
حسام الحق عرف فیض محمد شاہ قدس سرہٗ، قاضی حسن شاہ صاحب پنجابی قدس سرہٗ، میاں محمد فضل
شاہ صاحب پنجابی، مولوی بخاری صاحب، اسماعیل محمد صاحب، حاجی سید محمد علی نقوی قبائی بدایونی،
حاجی مولوی عطا محمد صاحب صدیقی بدایونی، حافظ محمد سراج الدین صاحب بدایونی، شاہ تلقین شاہ
صاحب بدایونی، مولوی سید محمد نذیر عرف نوشہ نوری، محمد عبد الغنی خاں صاحب، مفتی عزیز الحسن صاحب
عثمانی، میاں سید شاہ فخر عالم شاہجہاں پوری، ملا سید احمد شاہ صاحب، نواب سید یحییٰ حسن خاں صاحب
مولانا حافظ شاہ محمد بشیر صاحب دہلوی، شیخ اشرف علی صاحب، مولانا محمد فاضل صاحب نگروی، شاہ
عبد العزیز صاحب، شیخ کرامت حسین صاحب، سجادہ پالن پور سید احمد حسین صاحب قدس اسرارہم شامل ہیں۔
سال رحلت میں نہایت ضعف و شدت مرض میں رونق افروز بدایوں ہوئے اور بکمال
خادم نوازی خاص مریدوں کو طلب فرما کر ان کے چھوٹے چھوٹے بچوں کو داخل سلسلہ فرمایا۔
قریب زمانے میں بحالت علالت حضور پر نور قدس سرہٗ سکندرہ راؤ تشریف لے گئے وہاں
تمام مریدوں کو رخصت فرمایا۔ سکندرہ میں علالت بڑھی اور ایسی حالت میں پالکی کے ذریعے مارہرہ شریف
ہوتے کہ طاقت کلام کافی نہ تھی۔ صرف ہونٹوں کی حرکت سے معلوم ہوتا تھا کہ روح مبارک جسم میں ہے۔
حویلی میں پہنچ کر چند ساعت بعد انتقال فرمایا۔
شنبہ ۱۱ رجب ۱۳۲۴ھ (۳۱ اگست ۱۹۰۶ء) تاریخ وصال ہے۔ سال وفات

"خاتم اکابر ہند" سے نکلتا ہے۔

سرکار نور قدس سرہٗ کا عقد اول اپنے چچا سید شاہ ظہور حسین صاحب کی دختر رقیہ بیگم سے ہوا اور دوسرا عقد اپنی چھوٹی پھوپھی کی لڑکی الطاف فاطمہ بنت سید محمد حیدر صاحب سے ہوا۔ سرکار نور کے ایک صاحبزادے ہوئے جن کا نام سید محی الدین جیلانی تھا صغر سنی میں انتقال فرما گئے۔ آخر عمر تک کبھی شکوہ و افسوس سنا ہی نہیں۔ بعض خدام کی دعا پر کہ اللہ تعالیٰ آپ کو وارث سجادہ عطا فرمائے ارشاد فرمایا کہ خانوادہ برکاتیہ میں اکثر بعد سجادہ نشینی اولاد نہیں ہوتی اگر اتفاقیہ ہو زندہ نہیں رہتی اور یہ سنت اضطراری ہے دعا کرو کہ خدائے تعالیٰ فیضان خاندان برکاتیہ قائم رکھے اور وارث خصوص روحانی ہوتے رہیں۔ ہمارے بہت بیٹے ہیں۔

سرکار نور کا شجرۂ آبائی اس طرح ہے۔

سید ابو الحسین احمد نوری ابن سید ظہور حسن بڑے ابن سید شاہ آل رسول ابن سید شاہ آل برکات ستھرے میاں صاحب ابن سید شاہ حمزہ ابن سید شاہ آل محمد ابن سید شاہ برکت ابن سید شاہ اویس ابن سید شاہ عبد الجلیل ابن سید میر عبد الواحد بلگرامی ابن سید شاہ ابراہیم ابن سید شاہ قطب الدین ابن سید شاہ ماہرو ابن سید شاہ بڈھ ابن سید شاہ کمال ابن سید شاہ قاسم ابن سید شاہ حسن ابن سید شاہ نصیر ابن سید شاہ حسین ابن سید شاہ عمر ابن سید شاہ محمد صغریٰ جد قبائل سادات بلگرام ابن سید شاہ علی ابن سید شاہ حسین ابن سید ابو الفرح ثانی ابن سید شاہ ابو فراس ابن حضرت سید ابو الفرح واسطی جد اعلیٰ جماعت سادات زیدیہ بلگرام و بارہا و غیرہما ابن حضرت سید داؤد ابن حضرت سید حسین ابن حضرت سید یحییٰ ابن حضرت سید زید سوم ابن حضرت سید عمر ابن حضرت سید زید دوم ابن حضرت سید علی عراقی ابن حضرت سید حسین ابن حضرت سید علی ابن حضرت سید محمد ابن حضرت سید عیسیٰ المعروف بموتم الاشبال ابن حضرت سید زید شہید رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین ابن امام ہمام سید السادات زین العابدین الملقب بسجاد ابن سید الشہداء امام حسین ابن حضرت امیر المومنین مولیٰ مرتضیٰ علی زوج سیدۃ النساء فاطمہ زہرا بنت حضرت سید الانبیا احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ و اصحابہ و بارک وسلم۔

والدہ ماجدہ کی طرف سے سرکار نور کا شجرہ لیں ہے۔
سید شاہ ابوالحسین احمد نوری ابن سیدہ اکرام فاطمہ دختر سید شاہ دلدار حیدر ابن سید منتخب حسین ابن سید ناظم علی ابن سید حیات النبی نانو میاں ابن سید حسین ابن سید ابوالقاسم ابن سید جان محمد ابن سید حاتم ابن سید بدرالدین عرف بدلے ابن سید ابراہیم ابن سید پیارے ابن سید حسن ابن سید محمود عرف مدھن ابن ابن سید بڑے ابن سید جمال الدین ابن سید ابراہیم ابن سید ناصر ابن سید مسعود ابن سید سالار ابن سید محمد صغری جداعلی جماعت سادات واسطی بلگرام الی آخر سلسلہ۔

سرکار نور قدس سرہٗ کے وصال کے بعد حضور کے برادر عم زاد سید شاہ مہدی حسن قدس سرہٗ سجادہ و متولی خانقاہ و درگاہ معلی ہوئے۔ سرکار مہدی میاں صاحب کو بیعت و خلافت اپنے جد امجد حضور خاتم الاکابر قدس سرہٗ اور خلافت اپنے والد ماجد حضور سید شاہ ظہور حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور سرکار نور سے بھی اجازت و خلافت حاصل تھی۔ حضرت مہدی میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی حیات ظاہری ہی میں میرے والد ماجد مولانا سید شاہ آل مصطفیٰ سید میاں علیہ الرحمۃ والرضوان کو اپنا وصی و جانشین مقرر کر کے کھلے بندوں ہزاروں کے مجمع میں اس کا اعلان فرمایا تھا۔ جس مقدس گدی پر بیٹھ کر حضور خاتم الاکابر نے اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں صاحب کو داخل سلسلۂ عالیہ برکاتیہ کیا اور جس تخت کو حضور نوری میاں صاحب قدس سرہٗ نے زینت بخشی، وہ گدی اور تخت بحمد للہ تعالیٰ اس فقیر برکاتی نوری کے پاس ہے ساتھ ہی حضور اچھے میاں صاحب قدس سرہٗ کا مکان سجادگی بھی۔

خانوادۂ برکاتیہ کے اکابرین عظام قدس اسرارہم کی تصانیف و تحاریر کے ترجمے اور ترتیب و اشاعت کا سلسلہ بحمدہٖ تبارک و تعالیٰ شروع ہو چکا ہے۔ میرے عم زاد ڈاکٹر سید محمد امین برکاتی سلمہ اللہ تعالیٰ نے سرکار نور قدس سرہٗ کی تصنیف لطیف "سراج العوارف" کا یہ ترجمہ پیش کر کے ہم نوریوں پر احسان عظیم کیا ہے۔ رب تبارک و تعالیٰ امین میاں کے علم و عمر اور ایمان میں برکت عطا فرمائے۔ آمین۔

میں اس قابل تو نہ تھا کہ سرکار نوری کے سوانح حیات پر قلم اٹھانے کی جسارت کرتا یہ جو کچھ لکھا وہ اسی دربار کا فیض روحانی سمجھئے۔ رب تبارک تعالیٰ اپنے حبیب الکریم علیہ وعلیٰ آلہ وصحبہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم اور جملہ مرشدان عظام کے صدقہ وطفیل میں ہمیں صراط مستقیم پر چلائے رکھے لہ قیام قیامت تک اولیائے کرام کا شیدائی بنائے رکھے۔

اللھم ھب لی فی بصری نوراً و فی سمعی نوراً و فی قلبی نوراً و اجعلنی نوراً۔

فقیر برکاتی سید آل رسول حسنین میاں برکاتی نوری

سجادہ نشین، آستانۂ عالیہ قادریہ برکاتیہ نوریہ امیریہ مارہرہ مطہرہ۔
حال مقیم سانتا کروز بمبئی۔

۱۹ محرم الحرام ۱۴۰۵ھ روز وہابیت سوز دوشنبہ مبارکہ بمطابق ۱۵ اکتوبر ۱۹۸۴ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سب تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جس نے معرفتوں کا چراغ اہل عرفان کے دلوں میں روشن فرمایا اور جن کی آنکھیں دلیل یقین سے روشن ہیں ان کے لئے دین کی راہیں کھولیں اور شریعت کو ہدایت پانے والوں کے لئے راستہ بنایا کہ ملحدوں کی فریب کاریاں اس کے قریب نہ پھٹک سکیں۔ اور حقیقت حقہ کو ظاہر و باطن کیا۔ شریعت کے چشمے کو گھاٹ اور پاٹ بنایا تو شریعت کے خلاف سارے راستے بند ہیں۔ اور ہر وہ حقیقت جسے شریعت رد کر دے زندقہ مردودہ ہے۔ اس نے اپنے فضل سے سلوک کا راستہ ظاہر فرمایا جو غلام کو بادشاہوں کی مجلس تک پہنچا دے اور تصوف کو اتباع سے زینت دی اور اس کی سرحد کی بدمذہبیوں سے حفاظت کی۔ پھر نعمت قرب و ولایت سے اہل سنت اور ارباب فقہ و ہدایت کو مخصوص فرمایا۔ تو صرف انہیں کی پیروی کی جائے اور انہیں کی روشنی میں راہ چل جائے کہ جو ان کے نشان قدم پر چلے گا ہرگز ہلاک نہ ہو گا۔ اللہ عزوجل اپنی بارگاہ میں ان کی وجاہتوں کے طفیل

ہمیں ان لوگوں میں شامل کرے جو عرفان ویقین کی پر نعمت جنتوں میں داخل ہوئے اور اللہ تعالیٰ کے افضل ترین درود اور اس کے اکمل ترین سلام پاکیزہ ترین تحیتیں اور بڑھتی ہوئی برکتیں ان پر جو خدا کی بہترین مخلوق ہیں۔ افق الٰہی کے چراغ ہیں اور اس کی رحمتوں کے خزانے ہیں۔ وہ جن سے خلق کی ابتدا ہوئی اور انہیں پر انتہا۔ انہیں کے حوالے سے خلق پہچانی گئی اور انہیں کی طرف وہ منسوب بلکہ انہیں سے ظاہر ہوئی انہیں میں پوشیدہ۔ انہیں کے جلوے ہیں اور انہیں میں گم۔ تو وہی سب کے سبب ہیں، انہیں میں سب ہیں، انہیں سے سب ہیں، انہیں کے سب ہیں۔ انہیں کی طرف سب ہیں اور وہی سب کے سب ہیں۔ انہیں سے جود نے فیض پایا۔ انہیں سے وجود مستفیض ہوا تو ان کی بخشش نے شریعت اور طریقت کے پھل اگائے اور انہیں کے وجود سے معرفت اور حقیقت کے درختوں میں پتے آئے۔ اور درود و سلام ان کے اہل بیت کرام اور صحابہ عظام پر اور ان کی امت کے اولیاء مقتدایان کاملین پر۔ ان کی ملت کے علماء رہنمایان عاملین پر خصوصاً دائرہ ولایت کے مرکز، عرفان وہدایت کے مدار کے قطب، اس کی دونوں طرف کا احاطہ فرمانے والے، اس کے دونوں کناروں پر قابو رکھنے والے، وہ جن سے ولایت کا افتتاح ہوا اور انہیں پر اختتام، انہیں کی طرف ان کا رجوع اور انہیں سے انقسام، تو عالم میں کوئی ولی ایسا نہیں جو ان کا محتاج نہ ہو اور ان کے سامنے دل سے ان کا ادب نہ کرے۔ ایسے قدم والے جس نے تمکین میں بلندی پائی۔ اور گردنیں ان کے سامنے جھک گئیں۔ ہمارے سید ومولانا غوث الثقلین غیث الکونین غیاث الدارین مغیث الملوین۔ اولیاء کے ولی، فرد الاصفیاء قطب ربانی ابو محمد سید شیخ امام عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ مولیٰ تعالیٰ ہمارا حشر ان کے خادموں میں فرمائے جبکہ وہ ان کے سایہ اور حمایت میں نعمتیں پائیں۔

اور خدایا ان کے ساتھ ان کے طفیل ان کے لئے ہم پر بھی (اپنی سلامتیاں نازل فرما) جب تک اسرار کی قندیلیں، دلوں کے مطلعوں پر جلوہ ریز رہیں اور غیب کے مشرقوں سے انوار کی تجلیاں روشن رہیں۔ آمین، آمین۔ یا ارحم الراحمین۔

حمد اور نعت کے بعد فقیر **سید ابوالحسین احمد نوری عرف میاں صاحب** مارہروی قادری برکاتی چشتی نظامی، اللہ تعالیٰ اسکو اپنے بزرگوں کے طریقے پر قائم رکھے اور ان سے اور اس سے ان کے وسیلے سے قیامت تک راضی رہے، کہتا ہے کہ دنیا چھوٹنے والی اور چھوڑ دینے کی چیز ہے اور کام حیّ و قیوم سے رکھنا ہے۔ جس کسی نے زندگی کا خوش گوار شربت پیا ہے یقیناً ایک دن اسے موت کا کڑوا پیالہ بھی چکھنا پڑے گا۔ خواہ وہ اسے دوست رکھے یا ناگوار جانے پس اگر وہ دوست رکھے گا تو اللہ عزوجل اس کی لقا کو دوست رکھے گا اور اگر وہ اسے ناگوار جانے گا تو اللہ تعالیٰ اس کی لقا کو ناگوار رکھے گا اور اس کا ظہور غرغرہ کے وقت ہوگا۔ یہ خبر اللہ تعالیٰ کے سچے اور تصدیق کئے ہوئے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے صحیح حدیثوں میں دی۔ پس ہر شخص پر اس چیز کی تلاش واجب ہے کہ وہ اس کڑواہٹ کو اس پر میٹھے سے زیادہ میٹھا کرے اور غرغرہ (نزع) کے وقت مولیٰ تبارک و تعالیٰ کے دیدار کا سخت آرزومند فرمائے اس طرح جیسے کہ تین روز کا پیاسا سخت گرمی، ریت کے تپنے اور لو کے چلتے وقت ٹھنڈے اور میٹھے پانی کا آرزومند ہوتا ہے بلکہ اس سے بھی بہت زیادہ کہ جب ایسا ہوگا تو حدیث کے ارشاد کے مطابق اللہ تعالیٰ بھی اس بندہ کی لقا کو دوست رکھے گا اور جس کی لقا خداوند عزوجل کی محبوب اور پسندیدہ ہو تو ضرور جنت کے مکان اور رحمت کے فرشتے بلکہ خود حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی لقا سے خوش اور شادماں ہوں گے۔ اس معنی کے نہایت ہی اس

حدیث کا بھید ظاہر ہوتا ہے کہ جنت چار شخصوں کی مشتاق ہے، اور اس حدیث کا بھی کہ "کاش میں دیکھتا اپنے بھائیوں کو" اور یہ بات ہرگز میسر نہ ہوگی جب تک کہ دل گندے عقائد سے پاک اور صاف نہ ہوں اس لئے کہ حدیث شریف میں ہے کہ بدعتی بدترین مخلوق اور جانوروں سے بدتر ہے، اور دوسری حدیث میں ہے کہ بدعتی دوزخیوں کے کتے ہیں۔ (تو پھر) یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ حق تعالیٰ اور اس کے محبوب اور اس کی بیش قیمت نعمت جنت النعیم کسی دنیا بھر سے بے یاد دوزخیوں کے کتوں میں سے کسی کتے کی لقا کو دوست رکھے۔ اللہ تعالیٰ کی پناہ۔

پہلا واجب اہل سنت و جماعت کے مہذب مذہب کے مطابق اپنے عقائد کو صحیح کرنا ہے کہ حق انہیں میں منحصر ہے اور سب اولیاء کرام اکمل الاولیاء حضرت سیدنا صدیق اکبر اور امام الاولیاء سیدنا حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے اب تک اور اب سے حضرت امام مہدی کے مبارک زمانہ تک اور اس کے بعد بھی اسی مذہب پر ہوئے ہیں اور اسی پر ہوں گے اور کیوں نہ ہو کہ جس نے جماعت سے ایک بالشت جدائی کی بلا شبہ اس نے اسلام کا حلقہ اپنی گردن سے نکال ڈالا۔ غیر سعادت مند اپنی خواہش نفس سے جماعت اہل سنت کی مخالفت کرتے ہیں اور پھر بے عقلی سے سنیت کا دم بھرتے ہیں اور مزا یہ ہے کہ اپنے پچھ لگوں اور دم چھلوں سے یہ ظاہر کرتے ہیں کہ جس راستے پر ہم چل رہے ہیں وہی مشائخ عظام اور اولیاء کرام کا طریقہ ہے اور جو کچھ کتابیں اور اقوال علماء اہل سنت کی موافقت میں ان سے منقول ہیں وہ تقیہ اور زمانہ سازی کی وجہ سے ہیں۔ مشائخ عظام اور اولیاء کرام کی تعلیم اپنی خلوتوں میں اس کے خلاف تھی۔ یہ لوگ خود ایسے ہیں جیسے اسلام میں منافق۔ اللہ عزوجل کی عزت و جلال کی قسم کہ ہم اور ہمارے مشائخ عظام اور جملہ اولیاء کرام ظاہر و

باطن میں، تنہائی اور مجلس میں مذہب اہل سنت و جماعت ہی پر رہے ہیں اور رہیں اور ہوں گے۔ انشاء اللہ تعالیٰ اسی مذہب پر جئیں، اسی پر مریں اور اسی پر ہم اٹھائے جائیں۔ جو کوئی ان سے اس کے سوا کچھ اور نقل کرے وہ بہت بڑا جھوٹا اور الزام لگانے والا ہے۔ ہم اور ہمارے مشائخ اور سارے اولیاء دنیا و آخرت میں ایسے شخص اور اسکے اس جھوٹے الزام سے بیزار بیزار ہزار ہا ہزار بار بیزار ہیں۔ سن رکھو۔ جو یہ سن رہے ہیں وہ اسے ان لوگوں تک پہنچا دیں جو یہاں حاضر نہیں ہیں۔

دوسرا واجب اعضا کو نیک کاموں میں لگانا اور شریعت پر عمل کرنا اور سنّت کی پیروی ہے۔ اس لئے کہ جو راہ اس راہ کے الٹ اور اس سے الگ ہے، خدا کی قسم وہ خدا کی طرف نہیں بلکہ شیطان کی طرف جاتی ہے۔ (ترجمہ شعر) اے اعرابی میں ڈرتا ہوں کہ تو کعبہ تک نہ پہنچ پائے گا اس لئے کہ جس راہ پر تو چل رہا ہے یہ تو ترکستان کو جاتی ہے۔ (ترجمہ) اے سعدی مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پیروی کے بغیر پاکیزگی کا راستہ چلنا ناممکن ہے۔ خدا سے نہ ڈرنے والے، شیطان کے بہکانے سے بیباکیاں کرتے ہیں اور شریعت کو فضول اور بے ضرورت سمجھتے ہیں۔ (اور یہ گمان کرتے ہیں) کہ حقیقت شریعت کیخلاف ہے یا یہ کہ شریعت تو پہنچنے کا ذریعہ ہے اور جو پہنچا ہوا ہو اسکو شریعت کی کیا حاجت ہے؟ ان نابکاروں کا جواب اس سے بہتر نہیں دیا جا سکتا جو ہمارے سردار حضرت سید الطائفہ جنید بغدادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ جب ان سے کہا گیا کہ یہاں ایک قوم ہے جو یہ کہتی ہے شریعت تو صرف پہنچنے کا ذریعہ ہے۔ ہم تو پہنچے پہنچائے ہیں ہمیں شریعت سے کیا کام۔ یہ سن کر حضرت جنید نے فرمایا کہ یہ جو ان لوگوں نے پہنچنا کہا تو سچ کہا مگر یہ بھی سن لو کہ یہ کہاں تک پہنچے۔ جہنم تک پہنچے اور جہنم سے اللہ پاک و برتر کی پناہ۔

تیسرا واجب ہے باطن کو بری عادتوں سے پاک کرنا اور جمال باطن کی اخلاق جمیلہ سے آرائش۔ کم عقل یہ سمجھتے ہیں کہ جب ہم نے نماز روزہ ادا کرلیا تو شریعت کے سب احکام پورے ہو گئے۔ یہ نہیں جانتے کہ شریعت مطہرہ نے جیسے نماز روزہ فرض کیا اور ریا و زنا کو حرام فرمایا ہے ایسے ہی اخلاص، تواضع، وفا اور صفا وغیرہ کو فرض اور ریا، تکبر، بدعہدی اور کھوٹے پن وغیرہ کمینی عادتوں کو حرام ٹھہرایا ہے۔ ان باتوں کا جاننا اور ان پر عمل کرنا شریعت کا جزو اعظم اور شریعت کی ہی پیروی ہے۔ وہ پہلے ظاہری اعضا سے تعلق رکھتے ہیں اور یہ دوسرے باطنی بھیدوں سے متعلق ہیں۔ جب تک ظاہر و باطن کو شریعت کے کوڑے سے نہیں مارے گا، خبردار شریعت کی پیروی کا دعویٰ نہ کرنا۔

چوتھا واجب غیر خدا سے دل کو صاف کرنا ہے کہ یہ مرادوں کی حد اور نہایتوں کی انتہا ہے۔ اس بات کو حاصل کرنے کے لئے ایک راہ مقرر کی گئی ہے جسے سلوک کہتے ہیں۔ اور یہ راہ ایک مقام تک پہنچاتی ہے۔ جسے تصوف کہا جاتا ہے۔ اس علم کا مغز اور اس کے دائرہ کا مرکز وہی ایک بات ہے جس کی طرف پہلے اشارہ کیا ہے یعنی شریعت کی باریکیوں کی رعایت اور شرک خفی کی بقایا سے قلب کو خالی کرنا کہ حدیث میں اس کو چیونٹی کی چال سے بھی زیادہ مخفی فرمایا ہے۔ سلوک کے سارے علوم اپنے طریقوں کے تفاوت اور شریعت کے وضعوں سے الگ الگ ہونے کے باوجود یہی ایک کلمہ ہے۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ شرک چیونٹی کی چال سے بھی زیادہ مخفی چیز ہے۔ لہذا جاننا چاہیئے کہ شریعت مطہرہ سارے علوم پر حاوی ہے جو کچھ اس سے باہر ہے وہ غلط اور ناپسندیدہ ہے۔ نفس اور

شیطان کی قید میں پھنسے گمراہوں نے ڈینگیں مارنے، اچھل کود کرنے، سر کے بال کمر تک پہنچانے، داڑھی کتروانے، ریشم پہننے، بلبے گاجے سننے اور طوائفوں کے ناچ دیکھنے کو سلوک کا نام دے رکھا ہے اور شریعت سے ٹھٹھا کرنے، علمائے شریعت سے دشمنی پالنے، انہیں حقیر جاننے اور حلول واتحاد کے اعتقاد اور انی انا اللہ کے نعرہ کو تصوف کا کمال سمجھ رکھا ہے۔ صبح کو معلوم ہوگا کہ تو نے اندھیری رات میں کس سے عشق کی بازی لگائی۔ اس لئے فقیر (سیّد ابوا یمن احمد نوری) نے اس وقت جبکہ رنج و فکر کا ہجوم ہے اور طرح طرح کی پریشانیاں ہیں، اپنی یادگار اور اپنے بعد والوں اور خاندان کے متوسلین کی نصیحت کے لئے بطور نمونہ یہ کتاب مختصر مرتب کی ہے جس میں وصایا و عقائد و تصوف و سلوک و فقہیات و اخلاق اور فوائد کی روشنیوں پر مشتمل سات باب ہیں اور اس کا تاریخی نام سراج العوارف فی الوصایا والمعارف رکھا۔ اللہ تعالیٰ سے التجا ہے کہ وہ اس کتاب کو خالص اپنے وجہ کریم کے لئے قبول فرمائے اور مجھے، اس کے پڑھنے والے، لکھنے والے اور دیکھنے والے کو نفع دے۔ اس دن جبکہ مال و اولاد کسی سے فائدہ نہیں ہوگا مگر اسے فائدہ پہنچے گا جو اپنے رب کریم کی بارگاہ میں قلب سلیم کے ساتھ حاضر ہوا۔ اللہ تعالیٰ ہمارے سردار محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی آل و اصحاب سب پر قیامت تک درود بھیجے۔ اور ساری تعریفیں خاص اللہ کے لئے ہیں۔

پہلا لمعہ

وصیتوں کے بیان میں

اے بھائیو! آگاہ ہو جاؤ کہ فقیر کو سفر آخرت درپیش ہے بلکہ قریب آچکا ہے۔ اس لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے مطابق اور اپنے بزرگوں، باپ دادا کی پیروی کرتے ہوئے میں وصیتوں کی طرف متوجہ ہوا اور ناچیز دنیا سے دل ہٹایا اور سب گناہوں اور برائیوں سے توبہ کی اور آئندہ زندگی بھر کے لئے پرہیز اختیار کیا۔ اللہ تعالیٰ فقیر کی توبہ قبول فرمائے اور بخشے اور سلسلۂ عالیہ قادریہ کے مرشدان کرام کے طفیل مجھے اور میرے دوستوں کو بخشے اور اعلیٰ مرتبے عطا فرمائے اور اولیائے کرام کے درجوں پر پہنچائے اور انبیاء و صدیقین اور شہداء اور صالحین کے پاک سایہ میں رہنے کی جگہ عطا فرمائے اور وہ بہترین ساتھی ہیں۔ آمین یا رب العالمین۔

نصیحت و وصیت

اول یہ ہے کہ ایمان اور اسلام کے قبول کے بعد اہل سنت و جماعت کے مذہب پر مضبوطی سے قائم رہیں۔ مسلک حنفیہ اور مشرب قادریہ پر اپنے ظاہر اور باطن کو آراستہ اور پیراستہ رکھیں یعنی ظاہر کو شریعت غرا اور باطن کو طریقت علما کے موافق رکھیں۔ شریعت میں امام اعظم ابو حنیفہ کوفی اور طریقت میں حضرت

غوث الاعظم جیلی رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی پیروی کریں۔ اسلام کے سارے احکام کی پابندی اور فرماں برداری اپنے اوپر لازم کرلیں۔ علماء دین اور فقرا کے مخلصین کا ادب کرنے کی کوشش کریں درگاہ و خانقاہ کی خدمت بجالائیں اور نماز باجماعت کے لئے مسجدوں میں حاضر ہوں۔ والدین، مرشد، علوم دین کے اساتذہ اور ان کی اولاد کا نہایت ادب کریں۔ اپنے پیر کو اپنے حق میں زمانے کے سارے شیوخ طریقت سے بڑھ کر جانیں اور اپنے آپ کو تمام مخلوق خدا میں سب سے زیادہ کمتر اور حقیر سمجھیں اور ہمیشہ خاکساری اور انکسار کے ساتھ رہیں۔

دوسرے یہ کہ قول اور فعل میں شریعت محمدیہ کی پیروی اور طریقت کے احکام پر قائم رہنے کے بعد ایسے پیر کے ہاتھ پر مرید ہوں جس میں یہ تین شرطیں دیکھ لیں پہلی یہ کہ وہ مسلمان اور سنی مذہب کا پیرو ہو، دوسرے شریعت کی پوری پابندی کرتا ہو، تیسری اس کا مسلک صحیح ہو یعنی اسلام میں اہل سنت و جماعت کا مذہب رکھتا ہوا اور شریعت کا پابند ہو اور طریقت میں کسی صحیح السلسلہ پیر کا مرید اور خلیفہ ہو۔ ایسا نہ ہو کہ کسی شیخ سے ارادت و بیعت اور خلافت کے بغیر خود بخود بلا اجازت ہی مرید کرنے لگے اور لوگوں کو دھوکے سے مرید بناتا ہو۔ اللہ ہمیں اعمال کی برائیوں سے محفوظ رکھے۔ پس واضح ہو کہ جس پیر میں یہ صفات ہوں، بیعت کرلے اور اس کی خدمت میں کچھ عرصہ حاضر رہ کر باطنی مجاہدہ میں توجہ سے اور اس راہ کی نسبت حاصل ہونے کے بعد منصب خلافت حاصل کرے اور ہمیشہ خدا کی یاد میں مشغول رہے۔ اور خدا سے خدا کو طلب کرے۔ جب خدا کو لیا تو سب چیزوں کو حاصل کرلیا اس لئے کہ اللہ کے سوا کچھ نہیں ہے اور جو کچھ ہے سب وہی ہے یعنی موجود تنہا وہی ہے۔ اچھی طرح سنو کہ اللہ کے سوا سب باطل

ہے لہذا دوسرے کی طلب بے فائدہ ہے۔ ایک لمحہ، ایک آن بھی یاد خدا سے غافل نہ رہیں۔ اور اپنے آپ کو (یاد الٰہی سے) فرصت نہ دیں تاکہ بے کار نہ بیٹھے رہیں۔

تیسرے یہ کہ بیعت اپنے خاندان میں کریں یا اپنے خاندانی شیخ کی اولاد سے جن کو اپنے باپ دادا سے خلافت ہو، یا اپنے خاندانی شیخ کے خلفاء سے بیعت ہوں۔ بہر حال اپنے شیخ خاندانی کی غلامی اپنی وسعت اور امکان بھر نہ چھوڑیں۔ اپنے پیر کے سوا دوسرے پیروں سے اس کام میں سروکار نہ رکھیں

ہمارے باغ کو کیا حاجت سرو و صنوبر ہے
وہ جو شمشاد ہے پروردہ اپنا کس سے گھٹ کر ہے

اے بیٹے جب تجھے مریدی کا شرف حاصل ہو گیا تو دوسرے پیر سے رجوع نہ ہو تاکہ ہر جائی نہ کہلائے۔ الا ماشاء اللہ۔ اس لئے کہ مجبوریاں ممنوع چیزوں کو بھی مباح کر دیتی ہیں۔ یہ وصیت اگرچہ اپنے (ظاہری) مفہوم کے لحاظ سے عام ہے مگر (اصل مقصد کے لحاظ سے) خاندان برکاتیہ مارہرویہ کی اولاد سے خصوصیت رکھتی ہے۔

چوتھے یہ کہ کتاب و سنت سے اپنی ضرورت بھر علم دین حاصل کرنے کی پوری کوشش کریں اور اس کام کو سب کاموں پر مقدم رکھیں اس کے بعد ہی طریقہ باطنی میں قدم رکھیں کیونکہ جاہل صوفی اور بے علم عابد شیطان کا مسخرہ اور بالکل نکما اور ناقابل قبول ہے۔ اس کے علاوہ درجوں میں ترقی، عروج کی بلندی اور باریکیوں کی سمجھ جو عالم کو اس راہ میں حاصل ہوتی ہے، جاہل کے لئے اس میں کوئی حصہ نہیں۔ وہ تجلیاں اور گہری باتوں کی سمجھ جو علم رکھنے والے سالک کو آسانی سے حاصل ہوتی ہیں، بے علم کا ان میں کیا حصہ ہے! ہاں اگر اللہ تعالیٰ چاہے، ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے نوازے اور اونچے مرتبے پر پہنچائے اور علم والے سے

بھی مرتبہ بڑھادے۔ یہ ناممکن تو نہیں لیکن ایسا بہت کم ہوتا ہے بلکہ شاذ و نادر
اے اللہ مجھے فائدہ دینے والا علم، اور پوری بھجھ اور عرفان تام عطا فرما۔ اور جہالت و
غفلت کی ہلاکت سے بچا۔ بے شک تو رب ہے آگاہ، اور میں بندہ غافل و جاہل
ہوں۔ سب رحم والوں سے زیادہ رحم فرمانے والے اپنی رحمت سے میری یہ دعا
قبول فرما۔ یہاں مجھے ایک حکایت یاد آئی جس کا لکھنا فائدہ مند معلوم
ہوتا ہے۔ اپنے دادا اور مرشد حضرت سید شاہ آل رسول احمدی قدس سرہٗ العزیز
کی زبان فیض ترجمان سے میں نے سنا تھا کہ ایک دن حضرت مودود چشتی
رحمۃ اللہ علیہ کے شہر میں ایک درویش آئے جن کی نسبت قوی تھی اور حال اچھا
تھا۔ شہر والوں کا ایک بڑا گروہ ان کے کمالات کا معتقد ہو کر ان کی طرف رجوع
ہو گیا۔ آخر شہر کے کچھ لوگوں نے حضرت مودود چشتی کے صاحبزادے کو ابھارا
کہ یہ درویش ہمارے شہر میں کیوں آیا اور ہمارے شہر کے لوگوں کو اپنے کمال پر
کس لئے رجوع کرتا ہے اب اسے اپنے شہر سے نکال دینا مناسب ہے۔ یہ
مشورہ کر کے صاحبزادے کو آمادہ کیا اور اپنے ساتھ لے گئے۔ لیکن ان درویش
کے کمال کی وجہ سے ان کو تکلیف دینے پر قادر نہ ہو سکے۔ صاحبزادے اس وقت
کم سن تھے اور محض شہر والوں کے ابھارنے سے ان درویش کی مخالفت پر آمادہ
ہوئے تھے اس لئے ان درویش نے صاحبزادے کو اپنے پاس بلا کر ان پر
مہربانیاں اور عنایتیں کیں اور نصیحت کی بابا پہلے علم حاصل کرو اس کے بعد
فقیری کا دعویٰ کرنا اس لئے کہ جاہل عبادت گزار شیطان کا چیلا ہوتا ہے۔
چونکہ ایک زمانے کی رہنمائی صاحبزادے کی تقدیر میں لکھی تھی اس لئے انہوں نے
اس بزرگ کی نصیحت پر عمل کیا اور اونچے درجوں پر پہنچے۔

پانچویں یہ کہ اگر اللہ تعالیٰ کے خاص بندوں میں سے کوئی نظر پڑے

تو تمہارا ہاتھ ہو اور اس کا دامن۔ اس سے نیاز مندی سے پیش آئیں اور اس کی خدمت کو دونوں جہاں کی سعادت جانیں لیکن اس معاملے میں پوری ہوشیاری اور جانکاری ضروری ہے کیونکہ اس زمانہ میں بہت سے رنگے سیار بھی پھرتے ہیں۔ کسی کی چکنی چپڑی زبان اور میٹھی میٹھی باتوں سے دھوکہ نہ کھائیں کیونکہ خدا کے خاص بندوں کا گروہ ہر زمانہ میں سرخ گندھک سے زیادہ کمیاب رہا ہے لہذا ضروری ہے کہ کسی کے مکر و فریب میں نہ آئیں اور گوشۂ عافیت میں عبادت الٰہی کریں۔ آنے والے مہمانوں کی اپنی استطاعت کے مطابق خدمت و تواضع کریں اور اگر کوئی شخص کچھ مانگے تو اپنی وسعت بھر محروم نہ پھیریں۔ اپنے ذاتی کام کے لئے کسی دنیادار کی چاپلوسی اور خوشامد نہ کریں کہ کاموں کا بنانے والا اللہ تعالیٰ ہے مگر دوسروں خاص طور سے اپنے دینی بھائیوں کے کام کے سلسلے میں ہر شخص کی لجاجت اور چاپلوسی کریں، اپنے امکان بھر اس میں کوشش کریں اگرچہ اپنے آپ کو اس کام میں کوئی تکلیف اور نقصان بھی پہنچے تاہم اس سے درگزر نہ کریں کہ حکم ایسا ہی ہے اور تم بھائیوں پر اس چاپلوسی کی وجہ سے کوئی وبال نہیں۔

چھٹے یہ کہ آیۂ شریفہ اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول (اللہ کی فرماں برداری کرو اور اس کے رسول کی فرماں برداری کرو) کے مضمون پر مطلع ہونے کے بعد عمل کرنا ضروری ہے یہی آیت ہمارے شیخ (خاتم الاکابر سیدنا شاہ آل رسول قدس سرہٗ) کی وصیت تھی جھگڑوں کو ختم کرنے اور لڑائیوں سے دور ہونے کے لئے موجودہ دور کے محکموں میں مقدمات نہ کریں بلکہ قرآن شریف اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت و شریعت یعنی حدیث، فقہ، اصول اور تفسیر سے رجوع کریں اور ان کی روشنی میں معاملات طے کریں جیسا کہ آیۂ مذکورہ کے بعد دوسری آیت میں فرمایا گیا فردوہ الی اللہ (پس لوٹا دو تم اسے اللہ کی طرف

پس شریعت مصطفویہ کی طرف رجوع کرنا اور لوٹنا واجب العمل اور عین ایمان ہے۔ میں اسی سوچ میں تھا کہ میرے دل نے مجھ پر عتاب کیا اور جان نے پیچ وتاب کھایا کہ اپنے آپ کو نصیحت اور دوسروں کو نصیحت کی مشہور مثال کے مطابق اے روسیاہ تو نے کون سی نیکی کی ہے کہ دوسروں کو نصیحت کرنے بیٹھا اور اپنے آپ کو نصیحت کرنے کے قابل سمجھ کر دوسروں کو سمجھانے کا دعوٰی کرنے لگا۔ یہ سب سراسر شیطانی وسوسہ ہے جس نے تیرے دل میں جگہ کر لی ہے اور تجھے دوسروں کو نصیحت دینے پر ابھارا ہے۔ تجھے شیطانی پھندوں کی آگاہی نہیں ہے۔ ایسا نہ ہو کہ تو نقصان اٹھائے۔ آیہ شریفہ یحبون ان یحمدو ابما لم یفعلوا (وہ دوست رکھتے ہیں اسے کہ جو انہوں نے کیا نہیں اس پر انہیں سراہا جائے) اور آیہ لم تقولون ما لا تفعلون (وہ بات کیوں کہتے ہو جو خود کرتے نہیں) کا مضمون اپنے ذہن میں رکھو اور شیطان کے شر سے دور رہو جو تم کرتے ہو وہی کہو اور جو تم کہتے ہو وہی خود بھی کرو تاکہ لوگ تمہاری اس عادت کی تعریف کریں۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہاری غلط باتوں کو سراہا جائے اور تم اس بے ہودگی سے خوش ہو جاؤ۔ یہ بات اچھی نہیں۔ اے عزیز تو ہمارا کام نہ دیکھ کہ ہم گنہگار ہیں۔ ہمارا کہنا سن کہ ہم شرمسار تو ہیں۔ بھلے ہی کوئی باپ خراب اور آوارہ ہو پھر بھی وہ یہ نہیں چاہتا کہ بیٹا بھی خراب ہو جائے۔ ؎

اگرچہ میں نے حق کی اطاعت کے موتی نہیں پروئے اور گناہوں کی گرد اپنے چہرے سے نہیں جھاڑ سکا پھر بھی اے کرم کرنے والے میں تیرے کرم سے ناامید نہیں ہوں کیونکہ میں نے ایک کو دو ہر گز نہیں کہا (یعنی کبھی شرک نہیں کیا)

ساتویں یہ کہ اپنے سچے دین پر اتنے سخت اور مضبوط ہوں کہ دوسرے

متعصب جانیں اس لئے کہ دین حق میں مضبوطی پسندیدہ بات ہے اور دین باطل پر مضبوطی حماقت اور بری چیز ہے۔ فقیروں، مسکینوں اور غریبوں سے محبت اور ہمدردی کریں۔ امیروں اور دنیا داروں سے دور بھاگیں۔ فاسق، فاجر، بدکردار، کافر اور مشرک سے اپنے آپ کو دور رکھیں خاص طور سے دین اسلام میں کھلم کھلا فاسق، کافر اور مشرک کی صحبت اور ان سے محبت کرنے سے دور رہیں کیونکہ بری صحبت مقناطیس اور لوہے کی مثل ہے یعنی بری صحبت بری عادت کی طرف ایسے کھینچتی ہے جیسے لوہے کو مقناطیس۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے لا یتخذ المومنون الکافرین اولیاء من دون المومنین۔ (مسلمان مسلمانوں کے علاوہ کافروں کو اپنا دوست نہ بنائیں)۔

اس آیہ شریفہ پر عمل کریں تاکہ ہلاکت کے اندھے راستے سے نجات پائیں۔

دنیا داروں، امیروں، بادشاہوں اور سلاطین کی ملاقات سے، اگرچہ وہ نیک اور عادل بھی ہوں، دور بھاگیں اس لئے کہ فقیروں کے لئے مالداروں کی صحبت زہر قاتل کا حکم رکھتی ہے کہ گھونٹ اترتے ہی ہلاک اور تباہ۔ اور عارف کے دل کو سیاہ کر دیتی ہے بلکہ دنیا داروں کے قلب کا سایہ بھی عارف کے قلب کو نقصان پہنچاتا ہے۔ جبھی تو کہا گیا کہ لوگ اپنے بادشاہ کے دین پر ہوتے ہیں۔ کیا تمہیں حضرت قاضی امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے منصب قضا پر مقرر ہو جانے کا واقعہ نہیں معلوم! جب امام نے بغداد کے قاضی کا عہدہ قبول کر لیا تو ان کے دوست اور ہم مکتب ساتھی حضرت معروف کرخی قدس سرہ نے ان سے ملنا جلنا چھوڑ دیا اور فرمایا کہ میرے سامنے نہ آیا کرو۔ جس دن سے تم نے قاضی کا منصب قبول کیا ہے، میں ڈرتا ہوں کہ تمہارے دیدار سے میرا دل سیاہ نہ ہو جائے۔ اللہ اللہ یہ کیا مقام ہے اور کیا باتیں ہیں۔ امام ابو یوسف کا عہدہ قضا جو عدل و انصاف

کا نمونہ تھا، اس پر غور کرو اور حضرت معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ کے ارشاد پر نظر کرو۔
جس دن سے امام ابو یوسف قاضی ہو گئے، شیخ معروف کرخی نے ان سے ملاقات
کا یہ طریقہ طے کیا کہ جس وقت قاضی صاحب آئے، حضرت شیخ اپنے رہنے کی
جگہ پر اندھیرا کر لیتے اور قاضی صاحب شیخ معروف کرخی کی پیٹھ کے پیچھے بیٹھتے
ایک روز اس زمانہ کے بادشاہ نے قاضی ابو یوسف سے گذارش کی کہ میں آپ
کے وسیلے سے شیخ معروف کرخی کے سلام کو حاضر ہونا چاہتا ہوں۔ قاضی صاحب
نے جواب دیا کہ مجھے امید نہیں کیونکہ جب مجھ سے وہ اس طرح ملتے ہیں تو تمہارے
بارے میں کیا کہوں بہر حال میں شیخ سے عرض کروں گا اور اگر وہ راضی ہو گئے تو
تمہیں لے جاؤں گا ورنہ مجبوری ہے۔ ایک روز حضرت قاضی رحمۃ اللہ علیہ نے
باتوں باتوں میں بادشاہ کی گزارش بیان کی۔ حضرت معروف کرخی نے ناگواری کے
ساتھ فرمایا کہ اے بھائی مجھے کیوں تکلیف پہنچانا چاہتے ہو۔ بادشاہ کی ملاقات
سے ایمان ضائع ہو جانے کا ڈر ہے۔ غرض یہ کہ امام ابو یوسف نے بہت زیادہ
اصرار کیا اور اونچ نیچ سمجھائی تو ان کی خاطر سے شیخ معروف نے اس شرط پر اجازت
دی کہ بادشاہ حاضر خدمت ہو کر تمہاری (امام ابو یوسف) پیٹھ کے پیچھے بیٹھے اور تمہارے
ذریعہ سے آہستہ آہستہ گفتگو کرے اور زیادہ دیر نہ بیٹھے۔ صرف سلام کر کے اور
ضروری عرض کر کے چلا جائے۔ بادشاہ نے ان شرائط کو غنیمت جانا اور حاضر
خدمت ہوا۔ سلام کے بعد عرض کیا کہ حضرت شیخ میری دعوت قبول فرمائیں۔ شیخ نے
انکار فرما دیا اور کہا کہ میرے نزدیک میرے والد ماجد کے ترکہ کے علاوہ کوئی
مال ایسا نہیں ہے جس کی زکات ادا کر دی گئی ہو اور جو حلال ہو۔ میرے والد کا حلال
مال ہے اسی سے کھا رہا ہوں وہ مجھے زندگی بھر کو کافی ہے۔ اگر اس مال کے ختم
ہو جانے کے بعد بھی میں زندہ رہا تو اس صورت میں اپنے استاد امام اعظم

رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مال سے قرض لیکر گزر اوقات کرونگا کیونکہ میں اس مال کو بھی اپنے والد ماجد کے ترکے کی طرح حلال جانتا ہوں۔ صرف اتنا ہی کھایا کروں گا جو زندہ رہنے کے لئے ضروری ہے۔ یہ کہکر ملاقات ختم کردی اور بادشاہ کو رخصت کی اجازت دیدی اور خود عبادت میں مشغول ہوگئے۔

اے بھائی خدا تعالیٰ نے دنیا کو پیدا فرمایا۔ مخلوق کو لازم ہے کہ دنیا کی طرف (لالچ کی) نظر نہ کرے۔ اسی طرح یہ بھی لازم ہے کہ دنیا داروں سے میل جول نہ بڑھائیں اور نہ ان سے محبت رکھیں ہاں اگر حق تعالیٰ کیلئے محبت ہو اور شریعت مطہرہ اسکی چھوٹ دے البتہ حاجت کے وقت بقدر حاجت معاملہ روا رکھے کہ اسے دنیا نہیں کہتے اور حقیقت میں یہ دنیا نہیں ہوتی جیسے مسکینوں اور غریبوں کی مدد کرنے، سفر حج کے خرچ اور اللہ کے حقوق مثلاً زکات وغیرہ کے ادا کرنے اور بندوں کے حقوق جیسے اپنے بیوی، بچوں، رشتہ داروں اور یتیموں کے خرچ پورے کرنے اور جس سے زندگی قائم رہ سکے اتنا مال اپنے لئے جمع کرنا کہیں فرض ہے اور کہیں واجب اور کہیں مستحب اور کہیں سنت اور یہ دنیا نہیں اور نہ اس کا نام دنیا رکھتے ہیں۔

مولانا رومی قدس سرہٗ نے دنیا کی تعریف اس طرح سے کی ہے کہ دنیا کیا ہے؟ خدا سے غافل نہ ہونا، کپڑے لتے، چاندی اور بیوی بچوں سے پرہیز نہ کرنا پس حق تعالیٰ کے معاملے میں غفلت نہ برتی جائے کہ یہی دنیا ہے اور دنیا کی محبت خطاؤں کی جڑ ہے۔ ضروری ہے کہ اس سے نفرت کرے۔

آٹھویں یہ کہ خدا کی مخلوق کو نہ ستائیں تاکہ خود بھی تکلیف نہ پائیں۔ حدیث شریف کے مطابق رحم کرنے والوں پر رحمان تبارک و تعالیٰ رحم فرماتا ہے تم زمین والوں پر رحم کرو، آسمان والا تم پر رحم کرے گا۔ رحم کرو تاکہ تم پر بھی رحم ہو۔ اللہ تعالیٰ نے رشتہ داروں، یتیموں، مسکینوں، مسافروں، بیوی بچوں، مومنہ،

مومن، مسلمہ اور مسلم کے حقوق ادا کرنے کے بارے میں جو حکم دیئے ہیں ان پر عمل کرو اور ان سے نرمی اور مہربانی کا برتاؤ کرو اور اپنے اندر اچھی باتیں مثلاً محبت، خلوص، دوستی، ہمدردی اور احسان وغیرہ پیدا کریں اور بری باتوں مثلاً لڑائی، جھگڑا، نفاق، خودپسندی، غرور، جھوٹ، زنا، لواطت وغیرہ سے پاک صاف رہیں تاکہ صفت ملکوتی پیدا ہو اور حیوانی، شیطانی صفت دور ہو۔ بڑے اور چھوٹے گناہوں سے دور رہیں۔ بار بار چھوٹا گناہ کیا جاتا ہے تو وہ بڑا گناہ بن جاتا ہے۔ شریعت کے خلاف چلنے والا بدترین آدمی ہے۔ خدا کی پناہ ایسے آدمی کا خاتمہ برا ہونے کا ڈر ہے۔ اسے اللہ ہمیں برے خاتمے سے محفوظ رکھ، بری بدعتوں اور دین میں اپنی طرف سے نئی نئی باتیں گڑھنے سے باز رہیں اس لئے کہ بدعتی، کھلے ہوئے فاسق سے زیادہ برا ہے اور اس کے پیچھے نماز جائز نہیں۔

نویں یہ کہ فقیر کا سالانہ فاتحہ، جسے عرس بھی کہتے ہیں، ہرگز ہرگز تکلف سے نہ کریں اس لئے کہ تکلف شریعت میں منع ہے اور فقیر تکلف سے دور رہتا ہے۔ جو کچھ میسر آئے اس میں تھوڑا سا اپنی حیثیت کے مطابق خرچ کریں اور قرض میں نہ پھنسیں اور فکر و تشویش کی بلا سے بچے رہیں اور عرس میں قرآن شریف، حدیث شریف، درود شریف اور کلمہ طیبہ کی تلاوت اور اللہ کے ذکر کے علاوہ اور کوئی نیا کام نہ ہو جیسا کہ اس زمانہ میں رواج ہے روشنی کی کثرت، آتش بازی، غیر شرعی باجے اور نااہلوں کے سنوانے کے لئے قوالی ہرگز ہرگز نہ کریں اور اسی طرح بے ضرورت خرچ سے پرہیز کریں جیسا کہ ارشاد ہوا ہے۔ کلوا واشربوا ولا تسرفوا انہ لایحب المسرفین (کھاؤ اور پیو اور فضول خرچی نہ کرو پس بے شک اللہ تعالیٰ فضول خرچ کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا) جس چیز کو شریعت منع کرے اسے چھوڑ دیں۔ اگرچہ فقیر سماع کا جس

طرح سے کہ چشتیہ سلسلے کے پرانے بزرگوں نے سنا ہے، منکر نہیں ہے اور کبھی کبھی مزارات اولیائے کرام کی مجالس میں حاضر ہو کر سماع سنا بھی ہے مگر چونکہ اس زمانہ میں عموماً سماع جواز کی شرائط کے ساتھ نہیں ہوتا اس لیے مجبوراً چھوڑ دینے کے علاوہ کوئی اور علاج نہیں۔ سماع سننے کی اہلیت اس پُر آشوب دور میں مفقود ہے اور بقیہ شرائط بھی نہیں پائی جاتیں اس لیے مجبور ہو کر ترک سماع واجب اور ضروری ہے ورنہ ضرورت کے وقت اہلیت والوں کو رخصت بھی ہوتی ہے۔

دسویں یہ کہ خانقاہ اور درگاہ کے اوراد و وظائف، قرآن مجید کی تلاوت، درود شریف خصوصاً دلائل الخیرات، حصن حصین، حرز یمانی، حزب البحر، اسمائے اربعین، دعائے الشیخ وغیرہ خاندان برکاتیہ کے معمول کے مطابق ہمیشہ پڑھتے رہیں اور مسجد کی حاضری نہ چھوڑیں اور پانچوں وقت کی نماز با جماعت ادا کریں اور ذکر و شغل اور مراقبہ کرتے رہیں اور خاندان برکاتیہ کے اس طریقے کی ذرا سی بھی خلاف ورزی نہ کریں۔ اپنے ظاہر کو شرع شریف کے موافق اور باطن کو صوفیہ صافیہ کے موافق رکھیں، با جماعت نماز اور ماہ رمضان کے روزے کبھی نہ چھوڑیں اور بغیر عذر شرعی ہرگز ہرگز ناغہ نہ کریں۔ اپنے مرشد بلکہ ان کی سب اولاد، بھائیوں اور رشتہ داروں اور غلاموں اور ہم وطنوں کی تعظیم و تکریم اپنے اوپر لازم جانیں اور اسی طرح کا برتاؤ اپنے والدین اور استادوں کے ساتھ رکھیں اور ان کے ساتھ حتی الامکان نیکی اور مہربانی کا برتاؤ کریں اور اپنے لئے ان سے دعائیں لیں۔ اپنے سے عمر میں بڑے اور بزرگ سے بات کرنے اور چلنے میں سبقت نہ کریں ہاں ضرورت اور مجبوری ہو، جیسے جماعت کی پہلی تکبیر چھوٹ جانے کا ڈر، تو آگے بڑھ کر شامل ہو جائیں۔ اگر کوئی غریب آکر اپنا حال سنائے تو اسے پوری توجہ سے سنیں اور اس کے ساتھ ہمدردی اور نرمی برتیں

اس سے نفرت نہ کریں اور نہ ماتھے پر بل ڈالیں۔ غرض یہ کہ اللہ اور رسول کی فرمانبرداری سے نزدیک اور نافرمانی سے دور رہیں۔ غیبت سب گناہوں میں بہت بری ہے۔ اس سے پرہیز کریں۔

گیارھویں یہ کہ یتیموں، غریبوں، مسافروں، لونڈیوں، غلاموں، ضعیفوں اور معذوروں وغیرہ سے محبت سے پیش آئیں اور ان سے نیکی اور احسان کریں کہ یہ ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی آخری وصیت ہے۔ انہیں حقارت سے نہ دیکھیں اور ان سے سخت کام نہ لیں اور اگر (مجبوراً) لیں تو خود بھی ان کے شریک رہیں جو خود کھائیں وہی انہیں بھی کھلائیں اور ہمیشہ اپنے خاندان کا لباس پہنیں، وہ یہ ہے کہ سر کے تمام بال منڈائیں کہ یہی بزرگان مارہرہ کی ہمیشہ عادت رہی اور اب بھی ہے اور دو پلی ٹوپی یا گول ٹوپی جس کے دونوں کنارے یعنی گوشے لا کی شکل تھوڑے کھلے ہوئے ہوں، سر پر اوڑھیں اور بدن پر خرقہ قادریہ پہنیں اور کمر میں سیلی اور سر پر عمامہ باندھیں۔ ستر عورت پاجامہ یا تہ بند سے کہ ٹخنے کھلے رہیں، چھپائیں اور دو گز لمبا دوپٹہ لا کی صورت گلے میں ڈالیں۔ پاجامہ کے علاوہ یہ سارا لباس گیروایا لاگیری خوشبو یا سیاہ یا دوسرے رنگ کا ہو تو بہتر ہے۔ کسم اور زعفران سے رنگا ہو حرام ہے، حدیث، تفسیر، فقہ، اصول، تصوف، سلوک اور دیگر شرعی کتابوں کے مطالعہ کی عادت ڈالیں اور ان کتابوں سے مناسبت پیدا کریں۔ دن رات کا اکثر وقت ان کاموں میں صرف کریں۔ شریعت اور طریقت میں اپنے آپ کو صرف مقلد سمجھیں۔ ان دونوں پسندیدہ طریقوں میں سے کسی میں بھی ہرگز ہرگز اجتہاد کا دعوٰی نہ کریں۔ شریعت میں حنفی اور طریقت میں قادری رہیں اور اپنے آپ کو انھیں حضرات کا مقلد جانیں ورنہ انجام خراب ہوگا اس لئے کہ اس زمانہ میں تقلید چھوڑنے کا انجام الحاد و زندقہ ہی ہے۔ شریعت میں امام اعظم اور طریقت میں حضور

غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے تعلق رکھیں حضرت پیر دستگیر کی غلامی ہرگز ہرگز نہ چھوڑیں کہ سات پشت سے خاندان برکاتیہ مارہرویہ خالص غلامی خاندان غوثیہ سے نسبت رکھتا ہے اور ہم حضرت غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے موروثی غلام اور نمک پروردہ ہیں۔ حضور غوثیت مآب کو جملہ اولیاء اللہ کا سرگروہ جانیں جیسے انبیاء میں ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان ہے ویسے ہی اولیاء میں غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ وعنھم کی شان جانیں مگر حضرت غوث اعظم خاتم ولایت نہیں ہیں۔ جیسا کہ ہمارے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خاتم نبوت و رسالت بھی تھے اور یہ اعتقاد رکھیں کہ غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ، جملہ اولیائے کرام خواہ حضرت سے پہلے کے ہوں خواہ حضرت کے زمانے کے، حاضر ہوں یا غائب، سب سے زیادہ فضیلت والے ہیں۔ غوث اعظم کا ارشاد ہے کہ میرا قدم اللہ کے ہر ولی کی گردن پر ہے۔ یہ کلمات حق حضرت نے اللہ کے حکم سے بحالت ہوش ارشاد فرمائے۔ ان کو حکم دیا گیا تھا کہ اپنی یہ بلند و بالا شان علانیہ ظاہر فرمائیں۔ یہ حکم تھا کہ جو اسے نہ مانے اس سے ولایت چھین لی جائے اور یہ جو آج کل کے بعض بنے ہوئے صوفی کہ ظاہر میں صوفی اور باطن میں باغی ہیں، جنہوں نے صوفیوں کا لباس محض دکھاوے کے لئے پہن لیا ہے اور حقیقت میں صوفیائے کرام سے کوئی نسبت نہیں رکھتے، یہ گمان کرتے ہیں کہ یہ مقولہ ہمارے سردار غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بے ہوشی کی حالت میں ادا ہوا تھا، پس معاذ اللہ اس قول کا کوئی بھروسہ نہیں اور ناقابل توجہ ہے اور بالفرض اگر اس قول کا اعتبار کیا بھی جائے تو اس مقولہ میں لفظ ولی اللہ سے اس زمانہ کے اولیا بلکہ اس مجلس اور اس وقت کے اولیا مراد ہوں گے، جو اولیاء اس جلسے سے غائب تھے وہ اس حکم میں داخل نہیں ہیں۔ یہ لوگ (بنے ہوئے صوفی) بغیر کسی ضرورت کے حضور غوث اعظم کے قول

کو تمام اولیاء پر لاگو کرنے کے بجائے کچھ خاص اولیاء پر لاگو کہنے کی کوشش کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اگر یہ مقولہ تمام اولیاء پر نافذ کیا جائے تو حضور غوث اعظم کی افضلیت ان سے بڑھے ہوؤں پر لازم آتی ہے اور وہ اس طرح کہ انبیاء کرام علیہم السلام کو چھوڑ کر کہ وہ حضرات تو تمام مخلوق فرشتوں، جن، انسانوں سے افضل ہیں، حضور غوث اعظم کی افضلیت اپنے سے پہلے والوں میں جملہ صحابہ کرام اور اہل بیت عظام اور ائمہ اطہار پر ثابت ہوتی ہے اور اپنے سے بعد والوں میں سے بھی حضرت امام مہدی علیٰ جدہ وعلیہ السلام پر جو روایات کے اعتبار سے افضل ہیں، ان پر بھی حضور غوث اعظم کی افضلیت نافذ ہوتی ہے لہٰذا لازم یہی ہے کہ اس زمانے کے اولیاء یا اُس وقت کے اولیاء یا اس مجلس کے اولیاء مراد لئے جائیں تاکہ اس خدشے سے چھٹکارا ہو۔ میں (حضرت ابوالحسین احمد نوری) کہتا ہوں کہ ان لوگوں (بناوٹی صوفیاء) کے مذکورہ بالا اقوال مردود ہیں اور ان کی بنیاد حماقت، گمراہی، گستاخی اور بے ادبی پر ہے۔ ان لوگوں کا ولایت میں کوئی حصہ نہیں ہے اور اگر ان کو ولی مان بھی لیا جائے تو ایسے جھوٹے عقیدہ کی حالت میں ان کی ولایت شیخ صنعا وغیرہ کی طرح سلب ہو جائے گی۔ اگر کسی کو شبہ ہو اور کوئی یہ کہے کہ ایسے کلمات دوسرے بزرگوں نے بھی کہے ہیں اس میں غوث اعظم کی خصوصیت نہیں رہی۔ میں کہتا ہوں کہ اولاً یہ مقولہ کسی بھی بزرگ سے بحکم خدا حالت ہوش میں سرزد نہیں ہوا اور نہ ہوگا اس لئے کہ یہ صرف حضور غوث اعظم سے مخصوص ہے اور متقدمین میں سے کسی نے بھی ان کلمات کی تصریح نہیں کی اور متاخرین زمانہ کے علماء و انصاف کا حال متقدمین کے مقابلے میں معلوم ہے کہ ذرہ اور آفتاب کی نسبت بھی نہیں رکھتے لہٰذا ہم کس طرح ان کے مقولوں کی سچائی کا یقین کر سکتے ہیں؟ اور اگر ہم فرض بھی کر لیں تو بھی کسی اور سے یہ مقولہ نہ تو متواتر نقل ہوا ہے اور نہ اولیاء جمہور نے اس کو

قبولیت کا درجہ دیا ہے لہذا اس پر نہ حجت کی جا سکتی ہے نہ اسے دلیل بنا سکتے ہیں اور نہ اس پر بھروسہ کر سکتے ہیں۔ برخلاف اس کے ہمارے شیخ (حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا مقولہ جمہور اولیاء اللہ کی تصانیف سے ہم تک پہنچا ہے۔ خصوصاً خواجہ بزرگ سلطان الہند خواجہ معین الدین حسن چشتی سنجری رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو بالاتفاق سارے اولیاء ہند سے زیادہ شرف و بزرگی رکھتے ہیں اور فضیلت میں سب سے ممتاز ہیں، انہوں نے جب حضور (سرکار غوث اعظم) کا یہ مقولہ سنا تو اسی وقت خواجہ بزرگ پر ایک کیفیت طاری ہوئی اور اسی حال میں ہی ارشاد فرمایا کہ حضور کا قدم میرے سر آنکھوں پر اور مشرق سے مغرب تک اور شمال سے جنوب تک تمام اولیاء اللہ نے اس مقولے کو قبول کیا اور غوث پاک کی عظمت کا اعتراف کیا اور اطاعت کی گردنیں جھکا دیں اور اس قول کے خلاف نہیں گئے پس اللہ تعالیٰ کے تمام ولیوں بالخصوص سلطان الہند کی تصدیق سے سرکار غوث اعظم کی افضلیت سب اولیاء کرام پر درجہ یقین تک پہنچ گئی۔

فائدہ حضرت سلطان الہند رضی اللہ عنہ کی اس بات کی سند میں کتاب "تفریح الخاطر فی مناقب الشیخ عبدالقادر" ہے جس کے مصنف عبدالقادر بن محی الدین اربلی ہیں جو انہوں نے اپنے مرشد و شیخ سید عبدالقادر غریب اللہ بن سید عبدالجلیل حسنی حسینی احمد آبادی کے حکم سے لکھی۔ اس کتاب کا گیارہواں باب۔ حضرت خواجہ معین الدین چشتی کا حضور غوث اعظم سے فیض پانے کے بارے میں ہے۔ قطب خلائق اور قدوۃ المشائخ امیر محمد حسنی نے "لطائف الغرائب" میں قطب العالم نصیر الدین محمود (ان کی قبر کو اللہ تعالیٰ نورانی کرے) کی زبانی ذکر فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ کے حکم سے حضور غوث اعظم نے فرمایا کہ میرا یہ قدم اللہ کے ہر ولی کی گردن پر ہے تو سارے اولیاء اللہ نے اپنی گردنیں حضور غوثیت مآب کے قدم کے نیچے رکھ دیں

اور خواجہ معین الدین نے، جو اس وقت نوجوان تھے اور خراساں کے کسی پہاڑی غار میں ریاضت اور مجاہدہ فرما رہے تھے، اس حکم الٰہی پر اطلاع پاتے ہی تمام اولیائے کرام سے پہلے اپنا سر جھکانے کی جلدی کی اور سر مبارک زمین پر رکھ کر فرمایا کہ "بلکہ حضور کے قدم میرے سر پر" اللہ عزوجل نے یہ حال حضور غوث اعظم پر ظاہر کر دیا تو حضور غوث پاک نے خواجہ بزرگ کے بارے میں اولیائے کرام کے مجمع میں ارشاد فرمایا کہ ہمارے قدم مبارک کے نیچے اللہ کے ولیوں اور دوستوں کے گردن رکھنے میں غیاث الدین کے بیٹے یعنی (خواجہ بزرگ) سبقت کی لہذا وہ اپنی انکساری اور حسن ادب کی وجہ سے اللہ اور اس کے رسول کا محبوب ہو گیا اور قریب ہے کہ ملک ہندوستان کی حکومت کی باگیں اس کے ہاتھ میں دے دی جائیں اور جیسا غوث اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا ویسا ہی ہوا اور مولانا شیخ محمد جمال الدین سہروردی نے "سیر العارفین" میں لکھا کہ پہاڑوں میں سے کسی پہاڑ میں حضرت خواجہ معین الدین چشتی حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ اکٹھا ہوئے اور حضور کی خدمت میں ستاون ۵۷ دن اور رات حاضر رہے اور حضور سے طرح طرح کے فیوض باطنی اور کمالات حاصل فرمائے۔ سید آدم نقش بندی نے "نکات الاسرار" میں ذکر کیا کہ حضرت شیخ فریدالدین گنج شکر قدس سرہ کی مجلس مبارک میں اولیاء کرام کی گردنوں پر حضور غوثیت مآب کے قدم مبارک کے رکھے جانے کا ذکر چلا تو حضرت شیخ فریدالدین نے فرمایا کہ اگر میں اس زمانے میں ہوتا تو حضور غوثیت مآب کا قدم اپنی گردن پر رکھتا اور فخر کے ساتھ یہ عرض کرتا کہ حضور کا قدم مبارک میری آنکھوں کی پتلی پر اور شیخ حسن قطنی کے پوتے شیخ نور اللہ نے "لطائف قادریہ" میں لکھا کہ خواجہ معین الدین نے سرکار غوث اعظم سے عراق طلب کیا تو حضرت غوث نے فرمایا کہ عراق تو ہم نے (حضرت شیخ) شہاب الدین عمر سہروردی کو دے دیا اور تم کو ہم ہند دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان سب سے راضی ہو۔

خاندان صابری چشتی کے عزیزوں میں سے ایک عزیز نے اس ارشاد غوثیہ سے متعلق ایک روز مجھ فقیر سے کہا کہ کلیہ کے اپنے سب جزئیات کو یعنی جملہ اولیاء اللہ، حضور غوث اعظم سے اگلے یا حضور کے زمانے والے اور حضور کے بعد والوں سب کے لئے (ان کے سوا جو مستثنیٰ ہیں) اس ارشاد گرامی کے یہ معنی لینا اچھا ہے کہ جملہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام مع حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے کہ وہ پھر دوبارہ تشریف لائیں گے اور یہ سارے انبیاء بالاتفاق جملہ مخلوقات سے افضل ہیں، ان کے استثنا کے بعد اگلوں پر حضور غوث اعظم کا قدم (صحابہ کرام، اہل بیت وائمہ کرام) پر ایسے ہے جیسے بیٹے کا قدم باپ پر اور جو حضور غوثیت مآب کے ہم عصر ہیں ان سے لیکر سب پچھلوں پر ایسے ہے جیسے باپ کا قدم بیٹے پر۔ یعنی پہلی صورت میں قدم کو ایسے جانئے جیسے کوئی باپ اپنے بیٹے کو شفقت سے اس کی سعادت مندی اور نیک بختی کی وجہ سے اپنے کندھے پر بٹھا لے اس صورت میں باپ پر بیٹے کی فضیلت لازم نہیں آتی جیسا کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے مولا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کو بت توڑنے کے لئے اپنے مبارک کندھے پر بٹھایا اور حضرت حسنین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو اپنے مبارک کندھوں پر سوار کرتے تھے وہی مثل یہاں ہے اور دوسری صورت میں قدم کو ایسے جانئے کہ کوئی بیٹا اپنے باپ کے قدم کو اس کے بلند مرتبہ اور رتبہ کی زیادتی یا اس کی تعظیم اور بزرگی کے لئے اپنے سر پر رکھ لے اس صورت میں البتہ باپ کی فضیلت بیٹے پر ہے اور یہی افضلیت یہاں مقصود ہے پس اس تاویل کے لحاظ سے اس ارشاد غوثیہ کو عام کرنے میں کوئی دشواری نہیں ہے۔ یہاں پر ان عزیز کا مقولہ ختم ہوا۔ میں کہتا ہوں کہ اگرچہ یہ تاویل بھی ممکن ہے مگر اس کی کوئی حاجت نہیں ہے کیونکہ غوث اعظم کا ارشاد ہے قدمی ھذا علی رقبۃ کل ولی اللہ۔ اور سارے پیغمبر مع عیسیٰ علیہم السلام لفظ انبیاء اور رسول

سے مشہور ہیں اور صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین لفظ صحابہ سے معروف اور اہل بیت عظام لفظ اہل بیت سے موسوم اور ائمہ اہل بیت علیٰ جدہم وعلیہم السلام لفظ امام سے معروف ہیں اور کلمہ "ولی اللہ" ان سب بزرگانِ دین پر لاگو ہوتا ہے جو ان کے بعد ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھی صحابہ کہے جاتے ہیں پھر جب ایک جماعت صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی صحبت سے مشرف ہوئی تو انہیں تابعین کہنے لگے، جو ان کے بھی بعد تھے انکو تبع تابعین اور ان کے بعد والے خواص امت کو زاہد عابد کہنے لگے اور خواص قوم صوفیہ اور تصوف کے نام سے مخصوص ہو گئے اور یہ نام دوسری صدی ہجری کے بعد رائج ہوا۔ حضرت ابوہاشم سب سے پہلے شخص ہیں جنھیں صوفی کہا گیا لہٰذا ولی اللہ کے لفظ سے بغیر کسی تاویل کے یہ سب یعنی انبیاء، وصحابہ و اہل بیت وائمہ سب کے سب خود بخود مستثنیٰ ہیں۔ تنبیہ بعض احمق حضرت محبوب الٰہی قدس اللہ تعالیٰ سرہٗ العزیز کو حضور پر نور محبوب سبحانی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ پر فضیلت دیتے ہیں کہ اس جگہ ذات سے نسبت ہے اور یہاں صفات سے۔ میں کہتا ہوں کہ حضرت سیدنا عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا لقب پاک روح اللہ ہے اور حضور پر نور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا لقب مبارک روح الحق ہے۔ یہاں کیا کہیں گے اور تحقیق یہ ہے کہ محبوبیت ذاتیہ کا یہ مقام تمام محبوبوں کے سردار حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت ہے کسی دوسرے کو اس اعلیٰ مقام سے کوئی حصہ ملا ہے وہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبوبیت کا عکس اور سایہ ہے حضور والا صلی اللہ علیہ وسلم کا لقب حبیب اللہ ہے جو نقش ذات کی طرف نسبت ہے جب اس کا عکس ہمارے آقا سیدنا غوث اعظم پر چمکا یا تو آپ نے اپنا لقب محبوب سبحانی رکھا جس کا بھید جاننے والوں سے چھپا ہوا نہیں ہے۔ حضور غوث اعظم کے بعد جب حضرت محبوب الٰہی کو بھی اس نعمت کے دریا سے حصہ ملا تو آپ نے صفات کی

طرف نسبت کو پسند نہ کیا کہ حضور پرنور غوث اعظم رضی اللہ عنہ سے برابری کا خیال پیدا نہ ہو بلکہ ذات کی جانب نسبت کی کہ حضور اقدس سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے برابری کی تو ہرگز ہرگز کوئی صورت میسر نہیں جیسا کہ منبر اقدس کی سیڑھیوں کے لئے وارد ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم پہلی سیڑھی پر قیام فرماتے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے دوسری سیڑھی اختیار کی اور فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے تیسری سیڑھی پسند کی اور جب عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی باری آئی تو آپ پہلی ہی سیڑھی پر تشریف لے گئے صحابہ نے اس کی وجہ پوچھی تو فرمایا کہ کوئی اور سیڑھی نیچے تھی نہیں اگر آخری سیڑھی پر کھڑا ہوتا تو فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے برابری کا خیال پیدا ہوتا اور دوسری سیڑھی پر ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ۔ اب چونکہ میں پہلی سیڑھی پر چلا گیا تو کسی کو بھی سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ برابری کا خیال پیدا نہ ہوگا۔

اس کے علاوہ یہ کہ جب صوفیہ کے نزدیک تمام صفات عین ذات ہیں تو دونوں نسبتوں کا حاصل ایک ہی ہوگا۔ خلاصہ یہ کہ اس قسم کی باریکیوں کی وجہ سے حضرت محبوب الٰہی کو حضور پرنور محبوب سبحانی رضی اللہ عنہ پر فضیلت کلی دینا بڑی نادانی ہے کہ تمام اولیائے کرام سیدنا غوث پاک رضی اللہ عنہ کی فضیلت جلیلہ پر متفق ہیں تو اجماعی مسئلوں کو اس طرح نہیں توڑا جا سکتا جس طرح کہ ان مبارک لقبوں کی وجہ سے ہر دو محبوبوں کو صحابہ کرام اور اہلبیت عظام پر فضیلت نہیں دی جا سکتی۔ ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

دوسرا لمعہ

اہل سُنّت کے عقیدوں میں

اے عزیز۔ اللہ تعالیٰ تیری اصلاح فرمائے۔ اچھی طرح سمجھ لو کہ عقیدہ کی درستگی ہر کام کی جڑ ہے۔ عقیدہ کی خرابی خدائے جبار کے غضب کا سبب اور دوزخ میں جانے کا راستہ ہے۔ اللہ پناہ دے کہ وہ عزت و مغفرت والا ہے خراب عقیدہ رکھنے والا کتنی ہی عبادت کیوں نہ کرے منزل کو نہ پہنچ سکے گا اور وہ اس شخص کی طرح ہے کہ کعبہ کا ارادہ کرے اور پیٹھ کعبہ کی طرف کرے کر چلتا بھاگے گا کعبہ سے دور ہی ہوتا جائے گا۔ اس لئے ضرورت ہے کہ سب سے پہلے انسان اپنے تمام عقیدے مذہب اہلسنت کے مطابق درست کرے اور سچا سنی بن جائے پھر اس کے بعد باطن کی طرف توجہ دے کر اس راہ میں قدم ڈالے کیونکہ خدا تعالیٰ تک رسائی اہلسنت کے عقائد اختیار کئے بغیر ممکن ہی نہیں۔ اس فقیر (ابو الحسین احمد نوری) نے اس سلسلے میں ایک مختصر رسالہ لکھا ہے جو فائدہ پہنچانے کے اعتبار سے مکمل ہے۔ اس رسالہ کا نام "العسل المصفیٰ فی عقائد ارباب سنۃ المصطفےٰ" ہے۔ ہم اس جگہ حضرت شیخ محقق مولانا عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ کے متن "تکمیل الایمان" سے کچھ اخذ کرکے تحریر کریں گے تاکہ ہماری کتاب اس اہم ترین ذکر سے خالی نہ رہے۔ اللہ

تعالیٰ توفیق عطا فرمائے۔

پہلا نور تمام چیزوں کی حقیقتیں ثابت ہیں۔ عالم نوپید ہے اور فانی ہے۔ اس کا ایک بنانے والا ہے جو قدیم ۔ واجب الوجود حیّ۔ قدرت والا۔ عالم، ارادہ فرمانے والا۔ تکلم فرمانے والا۔ سننے اور دیکھنے والا ہے۔ اس کی صفتیں قدیم ہیں۔ اس کی ذات کے ساتھ کسی حادث کا قیام نہیں۔ وہ نہ جسم ہے جوہر۔ نہ صورت والا ہے نہ ترکیب والا۔ نہ شمار میں آسکے۔ نہ حد میں ہے نہ مکان میں ہے نہ زمان میں ہے۔ نہ اس کی مثل ہے نہ مشابہ۔ اس جیسا کوئی نہیں۔ اس کے برابر کوئی نہیں اسکا کوئی مددگار ہے نہ ناصر اور نہ وہ کسی غیر سے تمام صفات کمال سے متصف اور عیب و زوال کی ہر صورت سے پاک و صاف ہے۔ قیامت میں ان شاء اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو اس کا دیدار ہوگا۔ وہ تمام چیزوں کا پیدا فرمانے والا اور ان کا انتظام فرمانے والا ہے۔ اس پر کوئی چیز واجب نہیں۔ اس کے سوا کوئی حاکم نہیں اور نہ اس کے کام کی کوئی غرض۔ وہ چیز اچھی ہے جسے شرع اچھا کہے اور وہ چیز بری ہے جسے شرع برا کہے۔ اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں فرشتے بھی ہیں جن کے دو دو تین تین اور چار چار پر ہیں انہیں میں سے جبریل میکائیل اسرافیل عزرائیل علیہم السلام ہیں۔ ان میں سے ہر ایک کے لئے ایک مقام معلوم ہے۔ وہ اللہ کی نافرمانی نہیں کرتے جس کا انہیں حکم دیا ہے۔ وہی کرتے ہیں جس کا حکم دیا جاتا ہے۔ اس کی بہت سی کتابیں ہیں جو اس نے اپنے رسولوں پر نازل فرمائیں انہیں میں سے تورات، انجیل، زبور اور قرآن ہیں۔ وہی بندے کے تمام افعال کا خالق ہے تو کفر اور گناہ اسی کے ارادے اور تقدیر سے ہے (مگر بندوں کے کفر کو پسند نہیں فرماتا۔ وہی جسکو چاہتا ہے راہ راست پر چلاتا ہے اور جسے چاہتا ہے گمراہ فرما دیتا ہے۔ قبر کا عذاب کافر اور فاسق کے لئے

ہے اور اطاعت کرنے والوں کے لئے عیش ہے جس کو اللہ جانتا ہے اور جس کا وہ ارادہ کرتا ہے۔ منکر نکیر کا سوال حق ہے۔ مرنے کے بعد دوبارہ اٹھنا برحق ہے اعمال کا تولا جانا برحق ہے۔ کتاب برحق ہے حساب برحق ہے۔ سوال برحق ہے حوض برحق ہے۔ صراط برحق ہے۔ شفاعت برحق ہے۔ جنت و دوزخ برحق ہے (الغرض) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قیامت کی نشانیوں اور آخرت کے حالوں میں سے جس چیز کی خبر دی، برحق ہے۔ عذاب دیکھکر ایمان لانا مقبول نہیں۔ گناہ کبیرہ مسلمان کو ایمان سے نہیں نکالتا اس کے مرتکب مسلمان ہمیشہ دوزخ میں نہیں رہیں گے اگرچہ بغیر توبہ مریں۔ اللہ تعالیٰ شرک کو نہ بخشے گا اس کے علاوہ جو چاہے اور جسے چاہے بخشدے۔ اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو رسول بنا کر انسانوں کی طرف بھیجا جو انہیں خوشخبری دیتے اور ڈر سناتے ہیں۔ سب سے پہلے نبی آدم علیہ السلام ہیں اور سب سے آخری محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ سارے نبی (بہتر یہ ہے کہ ان کی تعداد مقرر نہ کرے۔) حق کے احکام پہنچانے والے اور سچی بات کہنے والے تھے۔ انبیاء معصوم ہیں۔ سب نبیوں سے افضل جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں آپ ساری مخلوق کے لئے نبی بنا کر بھیجے گئے۔ آپ کی شریعت تمام شریعتوں سے کامل اور آپ کا دین تمام دینوں کا ناسخ ہے آپ کی امت تمام امتوں سے افضل امت ہے۔ آپ کو بیداری کی حالت میں آسمانوں پر اور پھر جہاں تک اللہ نے چاہا معراج حق ہوئی۔ آپ کے اصحاب تمام امت سے افضل ہیں۔ ان کا افضل خلافت کی ترتیب پر ہے۔ فضیلت سے مراد کثرت ثواب ہے ان کے بعد عشرہ مبشرہ میں سے جو باقی رہے (یعنی) ابو عبیدہ بن الجراح، ۲۔ سعید بن زید، ۳۔ سعد ابن ابی وقاص، ۴۔ عبدالرحمن بن عوف، ۵۔ زبیر بن العوام، طلحہ بن عبید اللہ پھر اہل بدر پھر اہل احد پھر اہل

بیعتہ الرضوان۔ حضرت فاطمہ تمام عورتوں کی سردار ہیں حسن اور حسین رضی اللہ عنہما تمام جنتی جوانوں کے سردار ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد تیس سال تک خلافت رہی پھر سلطنت اور امارت ہو گئی۔ ہم صحابہ کرام کا ذکر بھلائی کے ساتھ کریں گے۔ مجتہد سے خطا بھی ہوتی ہے اور وہ ٹھیک بھی رہتا ہے انسانوں میں جو رسول ہیں وہ فرشتوں کے رسولوں سے افضل ہیں اور فرشتوں کے رسول عام مسلمانوں سے افضل ہیں۔ اولیاء اللہ کی کرامتیں برحق ہیں مگر وہ کسی نبی کے درجے کو نہیں پہنچ سکتے۔ بندہ ایسے کسی مقام پر نہیں پہنچ سکتا کہ امر و نہی اٹھ جاتے مُردوں کے لئے زندوں کا دعا کرنا اور ان کے لئے صدقہ دینا انہیں فائدہ پہنچاتا ہے۔ جان جاؤ کہ اللہ تعالیٰ دعاؤں کا قبول کرنے والا اور حاجتوں کو پورا فرمانے والا ہے۔ کسی گناہ کو حلال جاننا خواہ صغیرہ ہو یا کبیرہ اور اسے ہلکا جاننا کفر ہے۔ شریعت کا مذاق اڑانا اور اس کی توہین کفر ہے۔ غیب کی خبر دینے والے نجومی کی تصدیق کرنا کفر ہے! اللہ کی رحمت سے نا امید ہونا کفر ہے۔ اس کے عذاب سے بے خوف رہنا کفر ہے۔ ایمان امید اور خوف کے درمیان ہے۔ جان لو کہ اللہ تعالیٰ سخت عذاب فرمانے والا ہے اور یقیناً اللہ تعالیٰ بخشنے والا رحیم ہے

دوسرا نور ہم سنیوں کا اعتقاد ہے کہ علم غیب بالاستقلال ذات باری عز جلالہ کے ساتھ خاص ہے اور جو کچھ علم غیب نبیوں اور ولیوں کو حاصل ہے وہ ذاتی نہیں بلکہ خدا ئے برتر کا عطا کیا ہوا ہے۔ ہمارا عقیدہ یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر بات کو سنتا اور ہر چیز کو دیکھتا ہے مگر اس کا سننا اور دیکھنا کان آنکھ کا محتاج نہیں۔

تیسرا نور ہمارا عقیدہ ہے کہ سوائے نبیوں کے کوئی ولی بھی معصوم نہیں اگرچہ وہ قطبیت یا غوثیت کا درجہ رکھتا ہو حتیٰ کہ صحابہ کرام اور اہل بیت رضی اللہ عنہم بھی معصوم نہیں ہیں مگر یہ حضرات اور اللہ کے تمام ولی محفوظ کہلاتے جاتے ہیں۔

چوتھا نور نبی کی خبر اللہ تعالیٰ کی خبروں کی طرح یقیناً یقین پیدا کرتی ہے

اور اسی کی تصدیق کا نام ایمان ہے۔ جو شخص ان میں سے کسی خبر کا انکار کرے وہ کافر ہے مگر یہ کہ اس خبر کا ثبوت نبی سے ظاہر بھی ہو البتہ ولی کی خبر ایسی نہیں اگرچہ اس کا انکار بھی ثبوت کے بعد زہر قاتل ہے مگر کفر اور ارتداد نہیں۔ نبی کی خبر قطعاً حق ہے کہ اس میں غلط بیانی کا اندیشہ بھی نہیں۔

پانچواں نور سالک کو جو چیز خواب میں یا کوئی واقعہ یا مراقبہ میں بطور کشف حاصل ہو اس کو قرآن و حدیث کی کسوٹی پر جانچے۔ اگر مطابق پائے تو اس پر یقین لائے ورنہ اس سے باز رہے اور اس کی جانب توجہ نہ کرے۔ اسے خواب و خیال اور شیطانی وسوسہ جانے۔

چھٹا نور کسی شخص پر لعن نہ کرو اگرچہ وہ کافر و مشرک ہو اس لئے کہ خاتمہ کا حال معلوم نہیں۔ اگر موت کے بعد وہ عنداللہ لعنت کا مستحق ہوا تو ٹھیک ورنہ تیری لعنت تیری ہی جانب لوٹے گی ہاں کافر اور مشرک پر لعنت کرنا صلح ہے۔

یہ جان لو کہ لعنت کے معنی یہ ہیں کہ اے خدا فلاں کو اپنی رحمت سے دور رکھ اور اسے اپنی رحمت سے محروم رکھ کہ آخرت میں اسے تیری رحمت کا کوئی حصہ نہ ملے۔ رحمت سے اس قسم کی دوری تو کافروں اور مشرکوں کے ہی لئے ہے لہذا خاتمہ کا حال جانے بغیر کہ ایمان پر مرا یا کفر پر، لعنت کرنے میں کیسے جرأت کی جا سکتی ہے۔

ساتواں نور اسلام کے ارکان پر پابندی سے عمل کرو۔ روزہ، نماز، حج اور زکوٰۃ ادا کرو اور جماعت اہل سنت کے عقیدوں پر مضبوطی سے جمے رہو کہ تہتّر فرقوں میں سے یہی فرقہ نجات پائے گا باقی سب دوزخی ہیں۔

امام ابو حنیفہ کوفی سے دریافت کیا کہ اہل سنت و جماعت کی کیا علامت ہے؟ فرمایا تم ابوبکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما کو افضل جانو اور حضرت

عثمان غنی اور حضرت مولیٰ رضی اللہ عنہما سے محبت رکھو اور موزوں پر مسح کو جائز جانو۔ یعنی ختنین (ہر دو آخر) کا فضل شیخین (ہر دو اول) کے فضل سے کم ہے مگر محبت چاروں سے رکھنا ضروری ہے۔ فقیر کے جد اعلیٰ سید نا میر عبدالواحد بلگرامی قدس سرہٗ نے "سبع سنابل" میں یہی تحقیق فرمائی ہے۔

آٹھواں نور اس پر تمام اہل حق کا اتفاق ہے کہ تمام نبی اور رسول علیہم الصلوٰۃ والسلام نبوت سے پہلے بھی کفر، شرک، جھوٹ، الزام دہی سے پاک رہے ہیں اور نبوت کے بعد قصداً ہر گناہ سے اگرچہ صغیرہ ہو اور شریعت کے احکام پہنچانے میں بھول اور غلطی سے پاک ہیں۔ ان سب پر اللہ تعالیٰ کی سلامتیاں اور رحمتیں ہوں۔

نواں نور کوئی ولی کسی نبی کے مرتبے کو نہ پہنچا نہ پہنچے گا اور نہ وہ پہنچ سکتا ہے چاہے وہ قطب الاقطاب یا غوث و صدیق ہی کیوں نہ ہو۔ کوئی مکلف موت سے پہلے تکالیف شرعیہ سے آزاد نہیں ہو سکتا اگرچہ وہ نبی، ولی یا مرسل ہو جیسا کہ آیۂ کریمہ واعبد ربك حتى يأتيك اليقين سے ظاہر ہے اس لئے کہ علمائے دین نے اس جگہ یقین سے مراد موت لی ہے کہ موت کے بعد ہی وہ یقین حاصل ہو سکتا ہے جو آزادی کا باعث ہو اور انسان کو تکالیف شرعیہ سے نجات دے۔ صوفیہ صافیہ بھی عقیدوں میں علمائے ظاہر کے خلاف نہیں ہوتے بلکہ انہوں نے تصوف کی پہلی شرط اہل سنت کے تمام عقیدوں پر اعتقاد لانا قرار دی ہے اور وہ جو بعض نام نہاد جاہل صوفی کہتے ہیں کہ یہ مقام یقین اولیاء اللہ کو زندگی میں بھی حاصل ہو جاتا ہے اور انہیں تکالیف شرعیہ سے آزاد کر دیتا ہے۔ یہ شیطانی وسوسہ ہے جو صرف گمراہی، بیوقوفی، جہالت، خود نمائی اور خود رائی سے پیدا ہوتا ہے۔ یہ وہی لوگ ہیں جو ائمہ سلف کے اقوال کو چھوڑ شیطان کے مشورے

پر عمل کرتے ہیں اور زندیق ہو جاتے ہیں اور روزہ نماز وغیرہ ارکان اسلام کو ترک کر دیتے ہیں اور گمراہی کے جال میں پھنس جاتے ہیں۔ دیکھو نبی صلی اللہ علیہ وسلم جو تمام مخلوقات سے افضل ہیں انہوں نے بھی دنیوی زندگی میں تکالیف شرعیہ سے معافی نہ چاہی تو جنہیں ذرہ سے آفتاب والی نسبت بھی نہیں وہ یہ ڈینگیں کیوں مارتے ہیں۔ اے اللہ ہمیں شیطان اور اس کے وسوسوں سے بچا برحمتک یا ارحم الراحمین

دسواں نور تمام آسمانی فرشتے جیسے جبریل میکائیل اسرافیل عزرائیل اور عرش کے اٹھانے والے اور کروبین اور اسماعیل جو آسمان دنیا کے سردار ہیں اور دوسرے فرشتے جن کی تعداد اللہ کے علاوہ کوئی نہیں جانتا اور دنیاوی فرشتے جیسے کراماً کاتبین اور حفاظت کرنے والے فرشتے کہ ہر آدمی کے ساتھ جن اور بلاؤں سے حفاظت کے لئے مقرر ہیں چنانچہ قرآن مجید میں ارشاد فرمایا۔

لہ معقبات من بین یدیہ ومن خلفہ یحفظونہ من امر اللہ (انسان کے ساتھ رہنے والے ہیں اس کے سامنے اور پیچھے جو حفاظت کرتے ہیں اس کی حکم الٰہی سے)۔ یہ سب ہر طرح کے گناہ سے پاک ہیں۔ ہاروت و ماروت کے متعلق جو قصہ عوام میں مشہور ہے اور بعض تفسیر کی کتابوں میں بھی ہے علماء محققین کے نزدیک اس کی کوئی اصلیت نہیں جیسا کہ امام قاضی عیاض کی "شفاء" اور اس کی شرحوں سے معلوم ہوتا ہے اور 'فص الکلمات' بیاض حضرت جد اعلیٰ شاہ حمزہ قدس سرہٗ میں تفسیر زاہدی سے جو نقل کیا ہے کہ فرشتوں کی دو قسمیں ہیں نوری اور ناری پہلی قسم گناہ سے پاک ہے اور دوسری قسم سے گناہ ممکن ہے یہ اس اصطلاح پر مبنی ہے کہ جن کی ایک قوم کو فرشتہ بھی کہتے ہیں۔ اسی پر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا وہ قول محمول ہے کہ ابلیس فرشتوں میں سے تھا اس لئے کہ قرآن عظیم کی نص قطعی موجود ہے۔ کان من الجن ففسق عن امر ربہ۔

گیارہواں نور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمام نبیوں سے افضل ہیں پھر حضرت ابراہیم پھر حضرت موسیٰ علیہم السلام یہی قول مشہور ہے پھر تمام نبی سارے فرشتوں سے افضل ہیں۔ اکثر اہل سنت و جماعت کے نزدیک یہی قول معتبر ہے۔ افضلیت کے معنی یہ ہیں کہ ثواب کرامت اور قرب الٰہی میں دوسرے سے زیادہ ہوں۔ فرشتوں کے رسول اولیاء انسان سے افضل ہیں اور اولیاء انسان باقی فرشتوں سے افضل ہیں۔ آداب المرشدین میں ہے کہ صوفیائے کرام نے اسی پر اتفاق کیا ہے کہ انسانوں کے رسول تمام فرشتوں سے افضل ہیں مگر ملائکہ کو مومنین انسان پر فضیلت دینے میں اختلاف کیا ہے۔ انبیاء کرام کے بعد تمام انسانوں میں سب سے افضل حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں پھر حضرت عمر پھر حضرت عثمان پھر حضرت علی رضی اللہ عنہم اور اسی ترتیب پر خلافت واقع ہوئی۔

بارہواں نور اہل جنت میں تمام عورتوں میں سب سے افضل حضرت فاطمہ۔ خدیجہ۔ عائشہ۔ مریم اور آسیہ رضی اللہ عنہن ہیں۔ "قسطلانی" میں شیخ تقی الدین کا مذہب یہ ہے کہ حضرت فاطمہ سب سے افضل ہیں پھر حضرت خدیجہ پھر حضرت عائشہ اور ایک قوم نے حضرت عائشہ کو سب سے افضل بتایا ہے اور ان کی دلیل یہ حدیث ہے کہ عائشہ کا فضل دیگر عورتوں پر ایسا ہے جیسا ثرید کا فضل دوسرے کھانوں پر، اور ایک قوم نے حضرت خدیجہ کو فضیلت دی ہے کہ آپ ہی سب سے پہلے حضور پر ایمان لائیں، ایک قوم حضرت مریم کو سب سے افضل بتاتی ہے کہ ارشاد ربانی ہے فضلتك على نساء العالمين لیکن ان میں سے کوئی دلیل قطعی نہیں اور بہتر یہ ہے کہ ان میں سے ہر ایک کو افضل جانیں اور ایک دوسرے کی فضیلت پر کوئی کلام نہ کریں۔

تیرہواں نور جو لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ افضلیت خلافت کی ترتیب پر ہے، غلط ہیں بلکہ خلافت افضلیت کی ترتیب پر ہے اور اسی طرح واقع ہے یعنی ہر افضل دوسرے سے خلافت میں مقدم رہا۔ اس پر دلیل یہ ہے کہ ان کی افضلیت اسی طرح سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ پاک میں موجود تھی حالانکہ اس وقت ان میں سے کوئی خلیفہ نہیں تھا اور جب حضور کی حیات ظاہری کے بعد اسی ترتیب معلوم پر وہ حضرات خلیفہ ہوئے تو یہ بات ظاہر ہوگئی کہ خلافت افضلیت کی ترتیب پر واقع ہوئی نہ کہ افضلیت خلافت کی ترتیب پر۔ چنانچہ یہ بات چھپی ہوئی نہیں ہے۔ اے اللہ ہمیں برے کاموں سے بچا۔

چودہواں نور دین کا مذاق اڑانا کفر ہے اسی طرح احکام دین کو معمولی سمجھنا جیسے آزاد طبیعت داڑھی اور عمامے پر ہنستے ہیں۔ ہم اللہ کی پناہ چاہتے ہیں۔

پندرہواں نور اس زمانہ (۱۲۲۹ھ) میں ہندوستان میں ایک گمراہ فرقہ پیدا ہوا جس کی شروعات بدعت اور ایک دوسرے کو لڑانے سے ہوتی ہے اور اس کا انجام الحاد و زندقہ ہے۔ عرب میں اسے وہابی کہتے ہیں جو ابن عبدالوہاب نجدی سے منسوب ہے۔ یہ ایک شیطان تھا جو عرب شریف میں پیدا ہوا تھا۔ ہرگز ہرگز اس گمراہ فرقہ سے میل جول نہ رکھیں اور اس مکار گروہ کی پہچان کے لئے بس یہی کافی ہے جو ہم کہتے ہیں کہ یہ فرقہ رافضیوں کا چچا ہے۔ رافضی صحابہ کرام کی شان میں گستاخی کرتے ہیں اور یہ وہابی رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس بلکہ خدائے عزوجل کی بارگاہ میں گستاخیاں اور بے ادبیاں کرتے ہیں چنانچہ خدا تعالیٰ سے جھوٹ بولنے کا امکان اور علم و صدق وغیرہ صفات الٰہیہ کو اختیاری مانتے ہیں۔ اللہ کی پناہ اس فرقہ سے۔ اس فرقہ کی آخری کوشش کا نتیجہ فرقہ نیچریہ ہے۔ ابلیس کی بدمعاش

ماں نے ایک بیٹی پیدا کی. جب تک وہ کم عمر رہتی ہے اسے وہابی کہا جاتا ہے اور جب بالغ ہوتی ہے اور الحاد کا خون اس کی رگوں میں جوش مارتا ہے اور وہ اپنے شوہر کفر کا منہ دیکھتی ہے تو نیچریت کہی جاتی ہے۔ ان دونوں فرقوں سے بہت دور رہنا ضروری ہے کہ کالے سانپ اور راستہ بھٹکانے والے ہیں. اللہ تعالیٰ ایسوں کی صحبت سے اپنی امان میں رکھے آمین۔

سولہواں نور

مقرر کئے ہوئے اور عادت میں لائے ہوئے کام کے خلاف کا نام کرامت ہے مثلاً اوپر چڑھنے کے لئے انسان ہمیشہ سیڑھی کو کام میں لاتا ہے اگر کوئی شخص بغیر سیڑھی کے اوپر چلا جائے تو خلاف عادت ہوگا. اس کی کئی قسمیں ہیں ۱۔ معجزہ، ۲۔ ارہاص، ۳۔ کرامت، ۴۔ معونت، ۵۔ استدراج ۶۔ اہانت، اس کا ظہور یا مسلمان کے ہاتھ سے ہوگا یا کافر کے، پہلی صورت میں اگر اس خرق عادت کا ظہور نبوت کے زمانے میں ہو تو یہ معجزہ ہے اور اگر نبوت سے پہلے ہے تو ارہاص. جو ولی سے ظاہر ہو اسے کرامت کہتے ہیں جس کا ظہور عام آدمی سے ہو وہ معونت ہے اور کفر کی صورت میں اگر وہ اس کی مراد کے مطابق ہوا تو استدراج ہے ورنہ اہانت - جیسا کہ مسیلمہ کذاب سے کہا گیا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم جس بچے کے سر پر ہاتھ لگا دیتے ہیں اس سے مشک کی خوشبو آتی ہے۔ اس نے بھی ایک بچے کے سر پر اپنا ہاتھ رکھا وہ ختم ہو گیا. ملعون سے لوگوں نے کہا کہ پیارے مصطفےٰ علیہ السلام کھاری کنوئیں میں لعاب اقدس ڈال دیتے ہیں تو وہ میٹھا ہو جاتا ہے اس نے میٹھے کنوئیں میں اپنا لعاب ڈالا تو کھاری ہو گیا. ملعون نے سنا کہ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک اندھے کی آنکھ پر ہاتھ رکھا تو اسے دکھائی دینے لگا. اس نے کانے کی آنکھ پر ہاتھ رکھا تو اس کی دوسری آنکھ بھی جاتی رہی. الغرض اہانت اور اس کے غیر میں فرق کرنا کچھ مشکل نہیں. اسی طرح استدراج اور معجزہ میں فرق

بیان کرنے کی ضرورت نہیں کہ بالفرض اگر کوئی شخص نبوت کا دعویٰ کرے تو ہرگز کوئی خرق عادت اس کے ہاتھ سے ظاہر نہ ہو اور اگر دنیا بھر کے جادوگروں کا استاد ہو تو اس کا جادو ایک دم ختم ہو جائے اور ہرگز کوئی چیز نہ دکھا سکے ہاں اگر وہ الوہیت کا دعویٰ کرے تو تمام چیزیں بڑھ چڑھ کر ظاہر ہوں اور عجیب باتیں دکھائے کہ دیکھنے والوں کی عقل چکر میں آجائے چنانچہ دجال سے یہ سب چیزیں ظاہر ہوں گی کہ پہلے تو وہ نبوت کا دعویٰ کرے گا اور اس کے تمام استدراجات ختم ہو جائیں گے پھر الوہیت کا مدعی ہو گا اور شعبدے وغیرہ دکھائے گا۔ اس کی وجہ ظاہر ہے کہ نبی کی نبوت پر حجت الٰہی معجزہ ہی سے قائم ہوتی ہے اگر کوئی جھوٹا نبوت کا دعویٰ کر کے خرق عادت دکھا سکے تو پھر سچے اور جھوٹے کا فرق ہی مٹ جائے اور تمام شریعتوں کا کام درہم برہم ہو جائے۔ اس کے برخلاف اگر کوئی الوہیت کا دعویٰ کرنے والا سر سے پیر تک خرق عادت بن جائے اور مشرق و مغرب کو ہزاروں خلاف عادت امور سے بھر دے تو یہاں عقل خود گواہ ہے کہ یہ معبود نہیں ہو سکتا والحمد للہ رب العالمین۔ ہاں کرامت اور استدراج میں فرق مشکل ہے۔ یہاں پر کسوٹی صرف یہی ہے کہ جس شخص کو شریعت محمدیہ پر عمل کرنے والا اور قائم رہنے والا پائیں اور اس سے خرق عادت ہو تو اسے کرامت سمجھیں اور جو شخص شریعت سے بیزار ہو تو اس سے خرق عادت کو استدراج جانیں۔ الغرض خارق عادت وہ چیز نہیں جو صرف اولیاء اللہ کے ہاتھوں ظاہر ہو بلکہ غیر ولی سے بھی صادر ہو سکتی ہے جیسا کہ فرعون کے جادوگروں سے ظاہر ہوا۔ استدراج سخت ریاضت اور ترک دنیا سے بھی حاصل ہو جاتا ہے جیسا کہ ہندو جوگی، یہودیوں اور عیسائیوں کے راہب کرتے ہیں۔ دیوانوں اور عقل کے بیگانوں سے بھی خرق عادت ظاہر ہوتا ہے کہ ان سے عالم علوی کے پردے اٹھ جاتے ہیں یہ سب خدا کے حکم سے ہوتا ہے معلوم ہوا کہ ہر خرق عادت پر اعتبار نہیں کرنا چاہئے بلکہ اس کا مدار شریعت پر ڈٹے رہنے اور اللہ تعالیٰ سے دل کی ارادت پر ہے۔ جو خدا

سے محبت کرتے ہیں اور شریعت پر قائم رہتے ہیں ان کی صحبت سے خدا کی یاد آتی ہے اور دل دنیا کی محبت سے اچاٹ ہو جاتا ہے۔ یہ سارا تذکرہ اس لئے کیا گیا کہ ہمارے بھائی اسکو سمجھیں اور غلطی میں نہ پڑیں۔ حفاظت اللہ کے اختیار میں ہے۔ اس جگہ اپنے دادا اور مرشد (شاہ آل رسول قدس سرہ) کی دو تین کرامتیں، جو میں نے خود دیکھیں نقل کرتا ہوں۔ اول یہ کہ روح مبارک کے پرواز کرنے کے بعد آپ کے مبارک ہونٹوں کی حرکت بند نہ ہوئی اور یہ آپ کی وہ حالت تھی جو اسم ذات پڑھنے کی وجہ سے معمول بن گئی تھی اور حیات مبارکہ میں آپ کی عادت تھی۔ میں نے سر اور ٹھوڑی کو رومال سے باندھ دیا تھا مگر اس سے کچھ حاصل نہ ہوا۔ آخر کار میں نے دل سے بطور خطرہ عرض داشت کی جب میں نے عرض کیا تو حرکت بند ہو گئی۔ غسل کے بعد پھر ہونٹوں کی حرکت شروع ہو گئی۔ میں نے پھر عرض کی تو پھر حرکت بند ہو گئی۔ دفن سے قبل جب چہرۂ مبارک کھولا تو پھر ہونٹوں کو حرکت میں دیکھا پھر عرض کیا تو حرکت بند ہو گئی۔ اس کے علاوہ بہت سی کرامتیں ظاہر ہوئیں جن کا تذکرہ باعث طوالت ہو گا۔

سترہواں نور نبی وہ ہے جس پر اللہ تعالیٰ نے اس کے نفس کی تکمیل کے لئے وحی بھیجی خواہ نئی شریعت دیکر یا پہلی شریعت کیساتھ۔ رسول وہ ہے جس کے نفس کی تکمیل کے بعد احکام الٰہی کی تبلیغ کے لئے بندوں کی طرف بھیجا جاتا ہے۔ یہاں پر بھی نئی شریعت کی تخصیص نہیں ہے۔ ہم مسلمانوں کا اعتقاد ہے کہ وحی شرعی سوائے حضرات انبیاء علیہم السلام کے کسی اور پر نہیں آتی ہاں اولیائے کرام کسی دوسرے طریقۂ الہام سے سرفراز فرمائے جاتے ہیں۔

اٹھارہواں نور دیکھ کر ایمان لانا مقربین کا حصہ ہے جن پر فضل عظیم اور شرف مبین ہوتا ہے۔ جو لوگ بغیر دیکھے فریفتہ ہوتے ہیں اور اخبار الٰہی سن کر ایمان لاتے ہیں اس کی بھی نرالی شان ہے لہٰذا صرف اسی کی وجہ سے اللہ

تعالیٰ کے نزدیک ایمان بالغیب، ایمان مشاہدہ سے زیادہ محبوب ہے۔ فرشتوں کو عرش وکرسی، لوح وجنت اور دوزخ پر ایمان مشاہدہ ہے اور ہمارا ایمان بالغیب۔ حضرت انبیاء علیہم السلام کو فرشتوں، تنزیل کتب اور نزول وحی پر ایمان بالمشاہدہ ہے اور ہمیں بالغیب۔ اگرچہ متاخرین کو یہ فضل جزئی حاصل ہے لیکن فضل کلی جو کثرت ثواب اور رب الارباب سے زیادتی قرب کا دوسرا نام ہے یہ حضرات اہل بیت اور اصحاب کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا حصہ ہے۔ فضل جزئی میں یہ طاقت نہیں کہ فضل کلی میں بدل جائے۔ یہ مسئلہ حضرت جدی مرشدی رحمۃ اللہ علیہ کی زبان مبارک سے سنا تھا۔ ایک روز آپ نے بطور وعظ فرمایا کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام سے خطاب فرما کے دریافت فرمایا کہ جانتے ہو کون سے لوگوں کا ایمان زیادہ محبوب ہے عرض کیا کہ یا رسول اللہ فرشتوں اور نبیوں کا ایمان۔ فرمایا نہیں اس لئے کہ وہ حضوری موجودگی اور منزل وحی میں ہیں۔ پھر عرض کیا کہ ہمارا ایمان۔ فرمایا نہیں اس لئے کہ تم میں میں خود تشریف فرما ہوں پھر سب عرض کیا اللہ ورسول بہتر جانتے ہیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا ان لوگوں کا ایمان جو میرے بعد ہوں گے اور کتاب کے ورقوں پر لکھا پائیں گے اور اس پر ایمان لائیں گے۔ میں نے (سید ابوالحسین احمد نوری) یہیں تک سنا تھا تو عرض کیا کہ اس موہبت عظمیٰ کا عطا فرمانا ہماری تفضیل (جزئی) کا سبب ہے؟ جواب وہی دیا جو میں پہلے تحریر کر چکا ہوں۔

انیسواں نور:

علماء اہل سنت وجماعت کے یزید پلید پر لعنت کرنے میں تین قول ہیں۔ ایک خاموشی دوسرا منع اور تیسرا جواز۔ خاموشی امام اعظم کوفی اور ان کے مقلدین کا مذہب ہے اور مذہب اسلم واحکم ہے۔ منع کرنا امام غزالی اور ان کے ماننے والوں کا مذہب ہے۔ جائز رکھنا امام احمد ابن حنبل اور آپ کے موافقین کا مذہب ہے۔ بعد والوں میں ملا سعد الدین تفتازانی وغیرہ بھی اسی راہ پر چلے ہیں۔ یہ تینوں گروہ سنی ہیں لہذا جو شخص ان تینوں مذہبوں میں سے کوئی سا مذہب

اختیار کرے اس کی سنیت میں کوئی فرق نہ آئے گا مگر حق یہ ہے کہ جواز احتیاط امام اعظم کے مذہب میں ہے وہ ناقابل بیان ہے۔ بالفرض اگر کوئی شخص لعنت کا مستحق ہے تو اسے ملعون کہنے اور لعنت کو ورد اور وظیفہ بنا لینے میں کوئی فضیلت نہیں اور اگر خدا کے نزدیک وہ شخص ایسا نہیں ہے تو معاذ اللہ لعنت کے لوٹنے کا اندیشہ ہے لہذا عقلمندوں کو ایسے کام میں نہیں پڑنا چاہیئے جس کا ایک پہلو واضح نقصان اور دوسرا پہلو نفع سے نقصان ہو پھر جواز اور عدم جواز کا مسئلہ خود فقہی ہے اور ہم فقہ میں امام اعظم کے پیچھے چلتے ہیں تو اس مسئلہ میں بھی امام اعظم کی پیروی کرنا چاہیئے اور پھر عداوت یا بغض کا دار و مدار لعنت ہی میں تو نہیں ہے (عداوت اور بغض لعنت کئے بغیر بھی ظاہر کیا جا سکتا ہے)۔ کیا تم نے نہیں دیکھا کہ علماء کسی خاص کافر کو بھی نام لیکر لعنت کرنے کی اجازت نہیں دیتے اس لئے کہ اس کا انجام کفر پر یقینی معلوم نہیں مگر کیا کافروں کے ساتھ بغض اور عداوت کا حکم نہیں۔ الحمد للہ کہ ہم لعنت سے کام نہیں رکھتے اور نہ یہ مسلمان کی شان ہے کہ وہ لعنت کرنے والا اور فحش گو ہو اور اگر کوئی لعنت کرتا ہے تو کرے ہم اسے بھی نہیں جھڑکتے جیسا کہ تم سن چکے۔ اللہ تعالیٰ توفیق بخشنے والا ہے۔

بیسواں نور

میں ایک روز عصر و مغرب کے درمیان پیر و مرشد کی خدمت میں حاضر تھا۔ اسی زمانے میں میں نے ایک کتاب جنگ جمل و صفین و نہروان میں شریک ہونے والوں کے بارے میں اہل سنت و جماعت کے عقیدے کے متعلق لکھی تھی اور اصلاح کی نیت سے اس کیمیا اثر نظر والے (شاہ آل رسول قدس سرہ) کے سامنے حاضر کی تھی۔ فرمایا پڑھو۔ میں نے کچھ پڑھا۔ فرمایا کہ برخوردار مولوی عبد القادر سلمہ اللہ تعالیٰ (حضور تاج الفحول بدایونی) نے اس رسالہ کا مطالعہ کیا یا نہیں؟ عرض کیا کہ میں نے یہ بحث مولوی صاحب ہی سے مستنبط کی ہے۔ فرمایا کافی ہے کہ ان کا علم حاضر ہے اور ہمیں بڑھاپے کی وجہ سے اب اس کی فرصت

نہیں ہے کہ اصلاح و تصنیف کی طرف توجہ دے سکیں۔ میں نے پھر عرض کیا کہ اس مسئلہ میں کچھ تو ارشاد فرمادیں تاکہ ہم اسے اپنے دین و ایمان کا محافظ بنائیں تو ارشاد فرمایا کہ ہم صحابہ کرام کا تذکرہ اچھے الفاظ میں ہی کریں گے بس یہی کافی ہے۔ لہٰذا ان تین جنگوں میں اہلسنت و جماعت کے عقیدے کا حاصل یہ ہے کہ جنگ جمل اور جنگ صفین خطائے اجتہادی کی وجہ سے ہوئیں اور اہل نہروان کی نسبت فسق کا حکم ہے یعنی نہروان میں لڑنے والے قطعاً فاسق، باغی اور گنہگار تھے۔ پھر ایک نکتہ بہت اہم ہے خطائے اجتہادی دو طرح کی ہوتی ہے منکر اور غیر منکر۔ منکر وہ ہے جس سے بچنا ممکن ہے کہ اگر خاموش بیٹھتا ہے تو فتنہ اٹھتا ہے اور غیر منکر وہ ہے جو ایسی نہ ہو جیسا امام شافعی رحمۃ اللہ کا اس جانور کو حلال قرار دینا جس پر جان بوجھ کر بسم اللہ نہ پڑھی گئی ہو اور اسی قسم کے مسائل فرعیہ لیکن کم عقل بات کو کہیں سے کہیں لے جاتے ہیں۔

اکیسواں نور نبوت اور ولایت دونوں کا مرتبہ صرف اللہ تعالیٰ کے عطا کرنے سے حاصل ہوتا ہے۔ انسان اپنی کوشش سے نبی یا ولی نہیں ہو سکتا۔ جو شخص یہ سمجھے کہ نبوت اپنی کوشش سے حاصل ہو سکتی ہے وہ کافر ہے اور جو شخص ولایت کے بارے میں یہ سوچے وہ بدعتی ہاں مجاہدہ کو ولایت کی راہ کے لئے شرط ضرور قرار دیا ہے کہ اکثر و بیشتر بغیر مجاہدہ کے ولایت حاصل نہیں ہوتی اور جب ولایت ملتی ہے تو مجاہدہ سے نہیں محض اللہ کے عطا کرنے سے ملتی ہے۔

بائیسواں نور نبوت و رسالت کا مرتبہ انسان اور ان میں بھی مردوں کے لئے ہے جنوں اور عورتوں کا اس میں کوئی حصہ نہیں۔ البتہ ولایت میں مرد اور عورت دونوں شریک ہیں اگرچہ کثرت مردوں کی ہی ہے۔

تیئیسواں نور ہمارا اعتقاد ہے کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا مثل ہو تمام کمالات میں آپ کا ہمسر اور برابر ہو، محال ہے اور ممتنع

بالذات اور دائرۂ قدرت سے خارج ہے۔ یہی حق ہے اور حق کے علاوہ باقی سب گمراہی ہے۔

چوبیسواں نور باری تعالیٰ کا حکم جسے قضا کہتے ہیں دو طرح کا ہوتا ہے مبرم اور معلق۔ مبرم ویسے ہی ہوتی ہے جیسے اسکا ارادہ کیا گیا ہے۔ معلق واقع ہوتی ہے یا صدقات وغیرہ سے ٹل جاتی ہے۔ مبرم کی مثال موت ہے کہ مقررہ وقت پر ضرور آئے گی اور معلق کی مثال درمیانی آفتیں ہیں جیسے مرض وغیرہ کہ کوشش اور تدبیر اور صدقات و خیرات سے دور ہو جاتی ہیں اور پھر نہیں آتیں۔

پچیسواں نور شیخ اکبر نے "فتوحات" میں فرمایا کہ ایک ہی زمانے میں دو صدیقوں کا اجتماع صحیح نہیں ہے۔

چھبیسواں نور اس زمانہ میں اہل سنت وجماعت کے لوگ رافضیوں کے پاس آنے جانے اور ان کے پاس اٹھنے بیٹھنے کی وجہ سے حضرت سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ، اور دوسرے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے سوئے ظن رکھتے ہیں یہ خود کھلا ہوا رفض ہے۔ لہذا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہم حضرت امیر معاویہ کا کچھ حال بیان کریں اور محبوب الٰہی حضرت نظام الدین اولیاء کے قول پر بھروسہ کریں کہ یہی صوفیا کے لئے کافی ہے اور سند ہے۔ محبوب الٰہی کے ملفوظات "فوائد الفواد" میں ہے کہ بندہ (امیر حسن علا سنجری) نے عرض کیا کہ امیر معاویہ کے بارے میں ہمیں کیا اعتقاد رکھنا چاہیئے۔ فرمایا وہ مسلمان تھے اور صحابۂ کرام میں تھے اور حضور علیہ السلام کی زوجۂ محترمہ کے بھائی تھے۔ امّ حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آپ کی بہن تھیں اور نقل کرتے ہیں کہ وہ حرم نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں تھیں۔

ستائیسواں نور "معدن المعانی" کے دسویں باب میں تمام امتوں پر صحابہ کی فضیلت کے بارے میں ہے، کچھ ذکر ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور روضۂ مبارک کی عمارت کے مناقب اور صحابۂ رسول کی فضیلت کا بھی ہے۔ اس عاجز نے عرض کیا کہ کیا صحابہ کرام کی فضیلت تمام مسلمانوں پر اس لئے ہے کہ صحابۂ کرام کو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت پاک میں رہنے کا شرف حاصل رہے یا دوسرے اوصاف مثلاً علم و عبادت، زہد و تقویٰ اور توکل وغیرہ کی وجہ سے بھی ہے؟ مخدوم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اس سوال کا مختصر جواب یہ ہے کہ تمام مخلوق میں مطلقاً فاضل ترین حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ آپ کے بعد تمام مخلوق میں افضل تمام انبیاء و مرسلین صلوٰۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین ہیں۔ انبیاء و مرسلین علیہم السلام کے بعد تمام بنی آدم میں افضل امت محمدیہ ہے اور امت محمدیہ میں سب سے افضل سیدنا صدیق اکبر ہیں ان کے بعد حضرت عمر فاروق ان کے بعد عثمان غنی ان کے بعد مرتضیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم ہیں۔ واضح رہے کہ بنی آدم کے خواص یعنی انبیاء و مرسلین علیہم الصلوٰۃ والسلام ملائکہ کے خواص سے افضل ہیں۔ خواص ملائکہ مثلاً جبریل میکائیل اسرافیل عزرائیل علیہم السلام بنی آدم کے عوام سے افضل ہیں۔ بنی آدم کے عوام ملائکہ کے عوام سے افضل ہیں۔ یہی اہلسنت وجماعت کا مذہب ہے۔ اب ہم تمہارے اصل سوال پر آتے ہیں کہ جو تم نے پوچھا کہ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی فضیلت کیا اس لئے ہے کہ وہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے یا دیگر صفات مثلاً علم و عبادت اور زہد و تقویٰ کی وجہ سے؟ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ میرے اصحاب ستاروں کی مانند ہیں تم ان میں جس کی پیروی کروگے ہدایت پاؤ گے۔ یہ حدیث پاک تمام صحابہ کے بارے میں عام ہے یعنی اس کا اطلاق جس طرح خلفائے راشدین پر ہوتا ہے اسی طرح دوسرے

صحابہ پر بھی۔ تو دوسروں کی ہدایت صحابہ کی پیروی سے ہو سکتی ہے اور ظاہر ہے کہ پیروی کرنے والے سے اس کا مرتبہ زیادہ ہوتا ہے جس کی پیروی کی جائے۔ تو صحابہ کرام کو جس طرح سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کی وجہ سے فضیلت ہے ویسے ہی دوسرے اوصاف میں بھی وہ افضل ہیں پھر یہ حضرات صحابہ اگرچہ علم و تقویٰ، زہد و ورع اور توکل وغیرہ کے اوصاف بھی رکھتے ہیں لیکن حضور کی صحبت کا اثر اور اس کے فائدے دیگر تمام اوصاف سے بڑھ کر ہیں اس لئے اُن تمام حضرات کو صحبت پاک سے منسوب کیا جاتا ہے دوسرے اوصاف سے نہیں۔ چنانچہ صحابۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کہا جاتا ہے۔ تو ممکن ہے کہ دوسرے اولیاء اللہ رحمۃ اللہ علیہم صحبت رسول پاک کے سوا دیگر اوصاف سے ایسے ہی متصف ہو جائیں جیسے حضرات صحابہ لیکن وہ دولت و نعمت جو حضور پاک کی صحبت میں ہے وہ حضرات صحابہ کرام سے مخصوص ہے اور وہ دوسروں کو کہاں حاصل ہو سکتی ہے۔ پھر مخدوم نے یہ شعر پڑھا

ماہ من گر تو مرا کس نہ کنی من چہ کنم
سنگ بے تربیتی لعل شدن نتواند

اٹھائیسواں نور

یاد رکھو کہ نبوت و رسالت کا مرتبہ کبھی نبی و رسول سے چھینا نہیں جاتا لیکن مرتبۂ ولایت میں یہ ضروری نہیں۔ ولایت کے مرتبہ کا واپس لیا جانا ممکن ہے۔ تو اے عزیز مرتبۂ ولایت کے مل جانے پر بے خوف نہ ہو جانا بلکہ اس درجہ کو باقی رکھنے کے لئے ہمیشہ کوشش کرتے رہنا یہاں تک کہ اس عالم سے گزر جاؤ ورنہ دین و دنیا کا نقصان حاصل ہو گا۔ اللہ تعالیٰ اپنی پناہ میں رکھے۔

تیسرا لمعہ
تصوّف میں

پہلا نور تصوف اور سلوک میں کیا فرق ہے؟ وہی جو فقہ اور اصول میں ہے۔ تصوف اصول کے مشابہ ہے اور سلوک فقہ سے مشابہ۔ تصوف میں باطنی علم کے اصول و قواعد ہوتے ہیں اور سلوک میں مجاہدہ اور کسب سے راستہ چلنا۔ واللہ اعلم بالصواب۔

دوسرا نور وحدت کی دو قسمیں ہیں ایک وجودی دوسری شہودی۔ وجودی کے معنی یہ ہیں کہ سالک کے علم اور نظر دونوں سے اللہ کے سوا جو کچھ بھی ہے اس کا شعور ختم ہو جائے۔ اور اس کی نظر و علم میں اللہ کے سوا سب کچھ فنا ہونے کے بعد ذات باری تعالیٰ باقی رہے۔ یہی سالک کے مقام کی انتہا ہے۔ اس مقام پر آنے کے بعد سالک ولی ہو جاتا ہے۔ سیر الی اللہ کے ختم ہونے کے یہی معنی ہیں اور اسی کو مقام لاہوت کہتے ہیں۔ سیر و سلوک قادریہ میں یہ چوتھا مقام ہے اس کے بعد سیر فی اللہ ہے کہ اس سے مراد ذات بحت باری تعالیٰ میں جس کی کوئی حد نہیں اس میں ترقی حاصل کرنا شروع ہوتا ہے اور حدیث شریف ما عرفناک حق معرفتک (ہم نے جیسا کہ تیرا حق تھا تجھے نہ پہچانا) اسی سیر کی خبر دیتی ہے۔ قادریہ چشتیہ سہروردیہ وغیرہم تمام اولیاء اللہ کا یہی مسلک ہے۔ ایک قلیل تعداد وحدت شہود کی طرف

گئی ہے اور اس کو سالک کا ابتدائی مقام جانتے ہیں۔ وحدت شہودی کے بھی یہی معنی ہیں لیکن اس میں موجودات کا انکار صرف سالک کی نظر سے ہوتا ہے اس کے علم سے نہیں یعنی اللہ تعالیٰ کے سوا تمام موجودات اس کے علم میں تو باقی رہتے ہیں صرف نظر سے ختم ہو جاتے ہیں۔ نظر میں صرف ذات باری باقی رہتی ہے باقی سب نظر سے ہلاک اور فانی ہو جاتے ہیں مگر سالک کے علم میں باقی رہتے ہیں جیسے سورج نکلنے پر ستارے، کہ سب ستارے نظر سے غائب ہو جاتے ہیں نظر کے سامنے صرف سورج ہوتا ہے لیکن وہ جانتا ہے کہ ستاروں کا وجود ویسے ہی باقی ہے بس نظر سے چھپ گیا ہے۔ لامحالہ اس میں توحید میں نقص باقی رہتا ہے اور وہ نقص یہ ہے کہ سالک کے علم میں موجودات باقی رہ جاتے ہیں۔ یہ بات فنائے مطلق کے منافی ہے۔ ایک قلیل گروہ توحید شہودی کا قائل ہے۔ حضرات صوفیائے کرام میں سے جیسے شیخ علاؤ الدولہ سمنانی اور شیخ روزبہان بقلی وغیرہ اور بعد والوں میں سے شیخ احمد صاحب سرہندی (مجدد صاحب) اور ان کے ماننے والے جو نقشبندی مجددی ہوتے ہیں، وحدت شہودی کی طرف گئے ہیں۔ ان حضرات میں سے کچھ وحدت وجودی کے قائل ہیں جیسے شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے کہ نقشبندی مجددی ہونے کے باوجود چند خطوط اسی مسئلہ سے متعلق شائع کیے جو شیخ احمد سرہندی نے وحدت شہود کے سلسلے میں اپنے مکاتیب میں لکھے تھے۔ شاہ ولی اللہ صاحب نے، شیخ احمد سرہندی کے کلام کی تاویلات کیں۔ شاہ ولی اللہ کے مکاتیب کا رد مولوی غلام یحییٰ صاحب نقشبندی مجددی نے کیا جو مرزا مظہر جان جاناں کے مرید تھے۔ ان کے رد کا رد مولوی رفیع الدین ولد شاہ ولی اللہ صاحب نے اپنی کتاب "رفع الباطل" میں شائع کیا۔ نظر انصاف سے دیکھنا چاہیئے کہ توحید وجودی اور توحید شہودی میں کسے ترجیح ہے۔ صوفیائے کرام کے مقالات سے توحید وجودی ہی ثابت ہوتی ہے۔

تیسرا نور

قادریہ سلسلے میں مقامات سلوک ۱۔ ناسوت، ۲۔ ملکوت، ۳۔ جبروت اور ۴۔ لاہوت ہیں۔ ناسوت کو عالم شہادت، عالم خلق اور عالم جسمانی وغیرہ بھی کہتے ہیں۔ ملکوت کو عالم امر، عالم ارواح، عالم ملائکہ اور عالم آخرت وغیرہ بھی کہا جاتا ہے اور جبروت سے عالم اسماء صفات باری تعالیٰ مراد لیتے ہیں اور لاہوت کو عالم ہویت اور عالم ذات بحت باری تعالیٰ مراد لیتے ہیں۔ سالک کو مجاہدہ کے وقت ان تمام عالموں کی سیر کرنا ضروری ہے۔ عالم لاہوت میں پہنچکر سیر و سلوک تمام ہو جاتا ہے یعنی سیر الی اللہ سے فارغ ہو کر سیر فی اللہ شروع ہو جاتی ہے جس کی کوئی حد نہیں۔

چوتھا نور

اسی سیر فی اللہ کی وجہ سے ایک کو دوسرے پر فضیلت دی جاتی ہے ورنہ تمام اولیاء اللہ اصل طریق ولایت یعنی سیر الی اللہ میں برابر ہیں، بالتشبیہ جیسے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کہ اصل نبوت و رسالت میں برابر ہیں جیسا کہ ارشاد رب تعالیٰ ہے لا نفرق بین احد من رسلہ۔ اس آیہ شریفہ کا مفہوم اصل رسالت میں برابری کی خبر دیتا ہے۔ اسی طرح تمام اولیاء اللہ اصل ولایت میں ایک ہیں اور مقولہ لا نفرق بین احد من اولیاءہٖ ــــ ہم اولیاء اللہ میں سے کسی کی تفریق نہیں کرتے۔ اصل ولایت میں اسی برابری کی خبر دیتا ہے تو یہیں سے یہ بات معلوم ہوئی کہ ایک دوسرے پر فضیلت اسی سیر فی اللہ کے اعتبار سے ہے، سیر الی اللہ کے اعتبار سے نہیں۔ اس لئے کہ قرب الٰہی اور درجات میں ترقی سیر فی اللہ کی زیادتی سے نصیب ہوتی ہے جس کی سیر زیادہ ہے اس کو قرب بھی زیادہ میسر ہوتا ہے۔ جب کوئی اللہ کا پیارا اس مقام میں زیادہ سیر کرتا ہے تو دوسروں سے زیادہ ترقی پاتا ہے۔ سیر فی اللہ میں ترقی درجات کے علاوہ کچھ اور ہے بھی نہیں اور اس کی کوئی حد نہیں۔ یہ سیر کہیں ختم نہیں ہوتی ورنہ ذات بحت محدود

ٹھہرے اور یہ بات شانِ الوہیت کے خلاف ہے۔ ما عرفناک حق معرفتک (ہم نے جیسا کہ تیرا حق تھا تجھے نہ پہچانا) سے اسی کا پتہ ملتا ہے اور یہ حدیث شریف اپنے ظاہری معنی پر محمول ہے؛ تواضع اور انکساری میں وارد نہیں ہے جیسا کہ اس زمانے کے بعض جاہل صوفی بننے والوں کا خیال ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی حفاظت میں رکھے۔

پانچواں نور

طلب کی دو قسمیں ہیں ایک طلب خالق دوسری طلب مخلوق طلب خلق تو باطل اور مردود ہے اور طلب خالق حق و مقبول۔

منقول ہے ایک روز حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا گزر ایک جماعت پر ہوا جو حیران و پریشان خوف زدہ ڈری ہوئی تھی چہرہ کا رنگ زرد تھا۔ ماجرا دریافت فرمایا تو معلوم ہوا کہ دوزخ کے ڈر سے یہ حالت ہوئی ہے۔ آپ وہاں سے تشریف لے گئے اور فرمایا۔

خلق یھرب من خلق (ایک مخلوق ہے جو دوسری مخلوق سے بھاگتی ہے) پھر ایک دوسری قوم ملی اس کی بھی وہی حالت تھی۔ دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ جنت ملنے کے اشتیاق میں یہ حالت ہو گئی ہے کہ نہ معلوم کل میسر ہو نہ ہو۔ آپ نے وہ جگہ بھی چھوڑ دی اور فرمایا خلق یطلب خلقاً (ایک مخلوق ہے جو دوسری مخلوق پر ریجھی ہوئی ہے)۔ پھر آپ کی ایک اور گروہ سے ملاقات ہوئی۔ انہیں بھی اسی حال پر دیکھا تو وجہ پوچھی۔ معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے دیدار کے شوق میں اس حالت پر پہنچے ہیں کہ نصیب ہو یا نہ ہو اور کل بروز قیامت کیا گزرے۔ اپنے محبوب کے جمال جہاں آرا سے ہم شرف ہوتے ہیں کہ نہیں؟ عیسیٰ علیہ السلام نے وہیں مقام کر کے ارشاد فرمایا۔ ھٰؤلاء قوم یطلبون الخالق فبھم امرتُ ان اصاحبھم واُنسھم (یہی وہ قوم ہے جو خالق کی طلب رکھتے ہیں اور انہیں کے متعلق مجھے حکم ہے کہ میں ان کے پاس بیٹھوں اور ان سے انسیت رکھوں)۔ لہٰذا ہمارے لئے یہی مناسب ہے کہ ایسی ہی قوم کی صحبت سے مناسبت پیدا کریں جو طالب مولیٰ ہیں اور دنیا و آخرت سے کوئی مطلب نہیں رکھتے۔ فائدہ زائدہ یہاں ایک

شبہہ ہوتا ہے کہ جنت کی طلب، جہنم سے نجات، نعمتوں اور ان کے درجوں کے حصول، بلاؤں اور مصیبتوں سے امن کی دعائیں تو احادیث میں جگہ جگہ آئی ہیں پھر یہ مذموم کیوں ہیں، اسکا جواب یہ ہے کہ اگر یہ طلب حکم کے مطابق ہے تو کوئی مضائقہ نہیں کہ الامر فوق الادب (امر ادب سے زیادہ ہے) اور یہ طلب، طلب مولیٰ میں داخل ہے۔ اللہ کے حکم کو ماننا اور اس پر عمل کرنا طلب مولیٰ میں شامل ہے ہاں اگر نفس کی خواہش سے ہے تو بُرا ہے

چھٹا نور

اگر تو ہوا میں مکھی کے پر کی طرح اڑتا ہو یا پانی کی سطح پر تنکے کی طرح بہتا ہو تو دل کو قابو میں رکھ کر تو کچھ ہو جاتے۔ دل کو قابو میں رکھنے کا مطلب یہاں خدا تعالیٰ سے آگاہی ہے اور اس کے ہر ماسوا سے غفلت۔

ساتواں نور

سیّدنا غوث اعظم کو جناب باری جل جلالہ سے الہام ہوا کہ کل طور بین الناسوت والجبروت فهو ملكوت وكل طور بين الملكوت واللاهوت فهو جبروت فمن رضى بواحد منهما ... فهو عندى من المطرودين (یعنی اگر سالک نے مقامات ملکوت و جبروت کی سیر ... سے فارغ ہو کر لاہوت کی سیر کو چھوڑ دیا یعنی ذات بحت میں سیر نہ کی سیر جبروت پر ہی ... اکتفا کر کے بیٹھ گیا تو وہ کوئی فضیلت نہیں رکھتا اور بارگاہ الٰہی کا قرب اسے میسر نہیں ... آسکتا۔ ابھی ذات بحت تو بہت دور ہے اسے تو کامل بھی نہیں کہہ سکتے چہ جائیکہ مکمل، تو ... اس شخص کا کیا حال ہوگا جو اسی ملکوت یا ناسوت پر پاؤں توڑ کر بیٹھ جائے وہ خود بہت ... دور اور بڑا محروم ہے۔ پس لازم ہے کہ پہلے ان تین مقاموں میں سے کسی مقام کو اپنی ... مراد کی انتہا بلکہ اپنی سیر کی غایت نہ جانے۔ چونکہ کسی راستے کی منزلیں بہت سی ... نہیں ہوتیں جلد ہی قدم صدق بڑھا کر گزر جائے اور اللہ تعالیٰ کے حکم سے چوتھے مقام (لا... یعنی لاہوت کی سیر کرے اسی وقت درجہ کمال حاصل ہوگا اور ولی کہلاتے جانے کا ... مستحق ہوگا، اس سے پہلے تو ولایت کی خوشبو بھی اس کے دماغ تک نہیں پہنچ ...

گی۔ افسوس ان لوگوں پر جو سیر ناسوتی سے بھی واقف نہیں اور خود کو اکابر اولیاء میں شمار کراتے ہیں۔

آٹھواں نور صرف خرق عادت سے اولیاء اللہ کو شناخت کرنا صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ یہ تو ولی اور غیر ولی میں مشترک ہے یہاں تک کہ کافر اور جادوگر میں بھی۔

نواں نور ولی اور غیر ولی کو پہچاننے کا طریقہ یہ ہے کہ دل کی سلامتی اور عقل کی درستگی کے ساتھ صحبت اختیار کرے۔ اب اگر یہ دیکھے کہ اس کی صحبت سے خدا یاد آتا ہے اور خدا کی محبت زیادہ ہوتی ہے تو جان لے کہ یہ ولی ہے۔ اگر اس کے خلاف ظاہر ہو یعنی دنیا یاد آئے اور دنیا کی محبت غالب ہو تو سمجھ لو کہ ولی نہیں ہے اس لئے کہ القلب مرآۃ القلب جو کچھ اس کے دل میں ہوگا اُسی کا عکس دکھائی دے گا اور دوسری صورت اس کی نجاست کی گواہ ہے۔ "عین المعانی" میں ہے کہ اولیاء وہ جماعت ہیں کہ ان سے مل کر اللہ کی یاد آتی ہے۔

دسواں نور اہل شریعت کی صورت اور اہل طریقت کی سیرت اختیار کرو تاکہ آخرت میں نجات حاصل ہو۔

گیارہواں نور ہمارے مرشد (شاہ آل احمد اچھے میاں رضی اللہ عنہ) فرمایا کرتے تھے کہ فقیر صورت سے الجھنا نہیں اور بے شرع دیکھنا تو ملنا نہیں یا فقیر صورت سے الجھو مت بے شرع دیکھو تو ملیو مت یعنی اگر کسی فقیر صورت کو لباس یا وضع وغیرہ کسی چیز میں خلاف شرع دیکھو تو اس سے نہ ملو نہ الجھو تمہیں کیا معلوم کہ اس کی گدڑی کے نیچے کیا ہے۔ اگر وہ جھوٹا ہے تو اس کی صحبت بُرا پھل لائے گی اور اگر سچا ہے تو اس سے لڑائی جھگڑا نقصان پہنچائے گا۔

بارہواں نور

بعض جاہل صوفی بننے والے کہتے ہیں کہ شریعت کا راستہ الگ ہے اور طریقت کا الگ تو ہم صوفیوں کو شریعت سے کیا کام؟

اے بے وقوفو سنو اور ہوش میں آؤ میں تمہاری ہدایت کے لئے کہتا ہوں اللہ تم پر رحم کرے اور تمہاری ہدایت کرے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دو مقام کے حامل تھے۔ اللہ تعالیٰ جل جلالہ کی بارگاہ سے مبعوث ہوؤں کی ہدایت اور ناقصوں کو مکمل کرنے کے لئے دنیا میں تشریف لائے تھے اور دونوں باتوں کا حق بہترین طریقے سے ادا کیا۔ ایک احکام نبوت کی ہدایت اور دوسرے تکمیل ولایت، احکام نبوت تو ظاہر ہیں اور تکمیل ولایت سے مراد خلق کے دل میں خدا تعالیٰ کی نسبت میں اضافہ کرنا اور مخلوق کو خالق سے قریب لے جانا۔ لہذا آپ پہلے اسلام کی تعلیم دیتے تھے اور احکام شریعت پر استقامت بخشتے تھے پھر درجۂ ولایت پر پہنچاتے تھے۔ اس کے خلاف کبھی عمل میں نہیں آیا یعنی بغیر مسلمان کئے یا احکام شریعت سے دور رکھ کر آپ نے کسی کو درجۂ ولایت سے سرفراز نہیں فرمایا۔ خدا کی قسم ہرگز ایسا نہیں ہوا اور نہ یہ ہو سکتا تھا جو حق کے طالب ہیں وہ احکام الٰہی سے بچ نہیں سکتے۔ کان کھول کر سنو کہ شریعت درخت ہے اور طریقت اس کا پھل، پھل بغیر درخت کے نہیں پیدا ہو سکتا۔ بہت سے درخت ایسے ہوتے ہیں کہ ان میں پھل نہیں آتا۔ جان لو کہ جب تک تم درخت کی پرورش نہ کرو گے پھل نہیں پاؤ گے۔ یہی حال انسان کا ہے کہ وہ دو حالتوں سے خالی نہیں، مومن یا کافر پھر مومن کی دو قسمیں ہیں نیکوکار یا بدکار، نیکوکار کی دو قسمیں ہیں عالم یا جاہل پھر عالم دو قسم کے ہیں عالم احکام نبوت یا عالم احکام ولایت، پھر ولایت کی دو صورتیں ہیں عام یا خاص، عام اللہ ولی الذین آمنوا سے مستنبط ہوتا ہے یعنی ہر مومن خدا کا ولی ہے اور خاص سے مراد ہے فانی فی اللہ باقی باللہ یعنی بندہ سے تمام موجودات کا شعور اٹھ جاتے اور ذات باری تعالیٰ میں کھو جاتے۔ یہ ولایت خاصہ ہے کہ سالکوں کو مجاہدے اور باطنی ریاضت کی برکت سے صرف

اللہ کی رحمت سے نصیب ہوتی ہے اور ولایت عامہ تو صرف اسلام لانے سے بمقابلہ کافر حاصل ہو جاتی ہے۔ مومن کافر کے مقابلے میں ولی ہے اور نیکوکار بدکار کے مقابلے میں ولی ہے اور عالم جاہل کے مقابلے میں ولی ہے۔ ان باتوں سے خوب معلوم ہو گیا کہ ولایت خاصہ بغیر اسلام اور بلا قبول احکام نہیں پائی جا سکتی ہاں اسلام بغیر ولایت خاصہ پایا جاتا ہے۔ جو مسلمان ولی نہ ہو اس کی مثال درخت کی طرح ہے اور عارف مسلمان کی مثال پھل دار درخت کی طرح ہے ہر مسلمان کے لئے ولی اور عارف ہونا ضروری نہیں ہے بہت سے ایسے مسلمان ہیں جو عارف نہیں ہیں مگر عارف ہونے کے لئے اسلام اور شریعت کی پیروی لازم ہے۔ میں کہتا ہوں اسے تم اچھی طرح سمجھ لو اللہ تعالیٰ دارین میں تمہاری مدد فرمائے کہ حضرات شیخین (سیدنا ابوبکر صدیق اور سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہما) شجر نبوت کے بانی اور ہماری تربیت کرنے والے ہیں شجر نبوت بنیاد ہے اسی کی وجہ سے معرفت حق نصیب ہوتی ہے اور انسان درجۂ ولایت کو پہنچتا ہے۔ عام مسلمان اور صوفیائے کرام کے گروہ کو حضرات شیخین کا شکر گزار ہونا چاہیئے کہ انہیں حضرات شیخین کی بدولت انہیں دولت اسلام اور دولت عرفان حاصل ہوئی ہے، حاصل ہوتی ہے اور حاصل ہوتی رہے گی ورنہ ولایت تو ولایت، اسلام کے بارے میں بھی معلومات حاصل نہ ہوتی۔

تیرہواں نور مقام ترقی و تنزل اصطلاحی کی وضاحت میں فقیر (سید ابوالحسین احمد نوری) کہتا ہے کہ جب سالک وادیٔ سلوک میں قدم رکھتا ہے اور ناسوت و ملکوت، جبروت و لاہوت کے مقامات کو طے کر کے سیر الی اللہ پوری کر لیتا ہے پھر سیر فی اللہ شروع ہوتی ہے جس کی کوئی حد نہیں۔ سالک سیر فی اللہ میں زینہ بہ زینہ ترقی کرتا جاتا ہے اور اسے ذات بحت کے سوا کسی چیز کی بھی خبر نہیں رہتی نہ کسی چیز کا اثر ہوتا ہے بلکہ اسے خود کا شعور بھی نہیں رہتا۔ وہ تو ذات باری میں گم ہو کر فنا ہو جاتا ہے تو اس طرح کے سالک کو کامل کہتے ہیں اور یہی مقام ان

کے لئے مقام ترقی ہے کیونکہ وہ کثرت میں وحدت دیکھتے ہیں اور اسی کا نام ترقی ہے۔ اس قسم کی نسبت میں کوئی تعدیہ نہیں ہوتا لہٰذا یہ حضرات دوسروں کو فائدہ پہنچانے سے معذور ہوتے ہیں۔ اگر اللہ کی عنایت سالک کی طرف متوجہ اور شریک حال ہو جائے اور اس سے دیگر مخلوق بھی فیض پائے تو پھر وہ ترقی سے تنزّل کی طرف آتا ہے تاکہ وہ دوسروں کو پستی سے بلندی کی طرف لے جائے لہٰذا اب پھر سالک کو ماسوی اللہ کا شعور اور خود اس کے وجود کا شعور بخشا جاتا ہے اور اسے مقام لاہوت سے ناسوت میں پہنچا دیا جاتا ہے لیکن بس تنزّل کی وجہ سے اس کی سابقہ ترقی میں کوئی فرق نہیں آتا وہ بدستور قائم و برقرار رہتی ہے اور اس قسم کے سالکوں کو مکمل کہا جاتا ہے اور یہی مقام ان کے لئے مقام تنزّل ہے اس لئے کہ یہ پھر وحدت میں کثرت دیکھتے ہیں اور چونکہ ان سالکوں کی نسبت متعدی ہوتی ہے لہٰذا یہ دوسروں کو نفع پہنچانے میں معذور نہیں ہوتے۔ پھر تنزّل میں لاہوت سے ناسوت کی طرف واپسی ہوتی ہے اور یہ تنزّل ملکوتی سے بہتر اور فائدہ مند ہے اگرچہ تنزّل ملکوتی میں وہ کرامات و خرق عادات پر کافی قدرت پالیتا ہے لیکن اسکا کیا فائدہ! اصل بات تو ناقصوں کی تکمیل کرنا ہے اور وہ بغیر تنزّل ناسوتی ہو نہیں سکتا۔ اس لئے کہ ہدایات کے محتاج ناسوتی ہوتے ہیں ملکوتی نہیں۔ اسی لئے تنزّل ناسوتی ہی قابل اعتبار ہے۔

چودھواں نور

عارفوں کی نسبت دو طرح کی ہوتی ہے ایک کشفی جہری، دوسری کوری خفی۔ جو عارف نسبت جہری کشفی رکھتا ہے اسے اپنے حال اور دوسروں کے احوال اور درجات کی خبر رہتی ہے۔ نسبت خفی کوری والا عارف نہ تو اپنے حال کی مطلق خبر رکھتا ہے نہ دوسروں کے احوال کی چاہے وہ مرتبہ قطبیت پر ہو، زندگی میں اس کا یہی حال رہتا ہے البتہ بعد وصال اسے اپنے مرتبے کی خبر ہو جاتی ہے۔ اس کا حال مادر زاد اندھے کی طرح ہے کہ اسے رنگ و روپ کا کوئی شعور نہیں ہوتا۔ غالباً وہ منازل سلوک خواب کی حالت میں طے کرتا ہے اور بیداری میں نسبت

کشفی رکھنے والوں کے حالات سے کوئی چیز اسے معلوم ہو بھی جاتے مگر ظاہر نہیں ہوتی۔
پھر ان سالکوں میں سے بعض کی نسبت متعدی ہوتی ہے بعض کی لازم۔ ان احتمالات کے
اعتبار سے یہ چار طرح کے ہوتے ہیں پہلے یہ کہ سالک کو خود اس کا نفس جانے، مخلوق بھی
جانے اور خدا جانے کہ یہ بندہ کس رتبہ و مقام والا ہے اور یہ یوں ہے کہ سالک نسبت
کشفی اور نسبت متعدی منتقل والا ہو تو وہ اپنے نفس کو نسبت کشفیہ کی وجہ سے شناخت
کرلے گا اور مخلوق اسے نسبت تعدیہ منتقلہ کے باعث پہچان لے گی کہ انہیں فیض
پہنچتا ہے اور خداوند تو ہر حال میں عالم و دانا ہے۔ دوسرے یہ کہ وہ خود جانے، مخلوق اسے
نہ جانے اور خدا جانے اس لئے کہ وہ صاحب نسبت کشفیہ ہے لہذا وہ خود کو پہچانتا ہے اور چونکہ
نسبت تعدیہ منتقلہ نہیں رکھتا لہذا مخلوق نے اسے نہ جانا لہذا خلق کو اس سے کوئی فیض
نہ پہنچا اور خدا بہر حال دانا و بینا ہے تیسرے یہ کہ نہ خود جانے نہ خلق جانے، خدا جانے
اس لئے کہ اس کی نسبت کشفی نہیں، نسبت خفیہ رکھتا ہے لہذا اس نے خود نہ جانا اور چونکہ
نسبت تعدیہ نہیں اس لئے مخلوق کو اس سے فیض نہ ملا نہ مخلوق نے پہچانا کہ کون ہے
اور خداوند کریم بہر حال جانتا ہے، چوتھے یہ کہ خود نہ جانے، مخلوق جانے اور خدا جانے اس
لئے کہ وہ صاحب نسبت خفیہ ہے لہذا خود نہ جانا اور چونکہ اسے نسبت تعدیہ حاصل ہے
تو مخلوق نے فیض پاکر اسے پہچان لیا اور خداوند تعالیٰ ہر حال میں عالم الغیب ہے۔

پندرہواں نور

خوب سمجھ لو کہ جب سالک کی سیر الی اللہ قریب الختم ہوتی
ہے اور ایک ساعت کے علاوہ کوئی ساعت باقی نہیں
رہتی اس وقت ابلیس لعین آتا ہے جیسا کہ دنیاوی موت کے وقت اپنے نفس ناپاک کے ساتھ آتا
ہے اور یہ کام اپنی ذریت سے نہیں لیتا اور جس طرح موت کے وقت ایمان غارت
کرنے کی کوشش کرتا ہے مگر جن پر اللہ رحم فرمائے اور میرا پروردگار تو بڑا غفور رحیم
ہے (ایمان غارت کرنے میں ابلیس ناکام رہتا ہے)۔ اسی طرح اس ساعت کو، جو

سالک کی کوششوں کا لب لباب ہے، غارت کرنے کی کوشش کرتا ہے مگر جو تیرا پروردگار چاہے بے شک اللہ علیم و حکیم ہے۔ اگر فضل الٰہی شامل حال ہو اور اولیاء اللہ کی توجہ اس بے کس و لاچار سالک کے باطن کی طرف ہو تو اُسے چھٹکارا مل جاتا ہے ورنہ نہیں ملتا۔ سیدنا غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں سیاحت کرتا ہوا ایک صحرا میں پہنچا کئی روز مجھے پانی نہ ملا مجھے پیاس نے پریشان کیا ناگاہ ایک بادل نے سایہ ڈالا اور اس سے شبنم کی مانند ایک چیز نمودار ہوئی کہ میں اس سے سیراب ہوا پھر میں نے ایک روشنی دیکھی کہ آسمان کا کنارہ اس سے روشن ہو گیا اور اس سے ایک صورت ظاہر ہوئی اور اس سے ایک آواز مجھے سنائی دی کہ اے عبدالقادر میں تیرا پروردگار ہوں، میں نے حرام چیزیں تجھ پر حلال کیں۔ میں نے یہ بات سن کر اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم پڑھا اور کہا کہ ملعون دور ہو فوراً وہ روشنی اندھیرے سے اور وہ صورت دھوئیں سے بدل گئی اور مجھ سے کہا کہ اے عبدالقادر تم نے اپنے علم اور اپنے پروردگار کے حکم سے مجھ سے نجات پائی خدا کی قسم اس قسم کے واقعات سے ستر اہل طریقت کو گمراہ کر چکا ہوں۔ میں نے کہا کہ یہ تو صرف میرے رب کا فضل و احسان ہے۔ سیدنا غوث اعظم سے لوگوں نے پوچھا کہ آپ کو کیسے علم ہوا کہ وہ شیطان ہے، فرمایا اس کے اس قول سے کہ میں نے حرام کو تمہارے لئے حلال کیا میں سمجھ گیا کہ حق تعالیٰ گناہ کا حکم نہیں دیتا۔

سولھواں نور

ولی کو ولی نہ جاننا اور غیر ولی کو ولی سمجھنا دونوں ممنوع ہیں اس لئے کہ یہ بے ادبی کی انتہا اور سنگ دلی ہے: نبی کو جھٹلانا کفر ہے اور ولی کو جھٹلانا فی الحال فسق ہے لیکن انجام کار یہ بات کفر کی طرف کھینچ لے جا سکتی ہے۔ نبی کا قتل اسی وقت کفر ہے اور ولی کا قتل کرنا اگرچہ فی الحال فسق ہے لیکن ولی کے قاتل کا بھی اپنا ایمان سلامت لے جانا دشوار ہے جیسا کہ تجربہ ہوتا ہے۔

سترہواں نور

انسان چار اوصاف کے ساتھ عدم سے وجود میں آیا۔ ۱۔ بہیمی ۲۔ سباعی ۳۔ شیطانی ۴۔ ملکوتی۔ صفت بہیمی (حیوانی) کی وجہ سے قوت شہوانی ظاہر ہوئی اور صفت سباعی کی وجہ سے قوت غضب ظاہر ہوئی اور شیطانی صفت کی وجہ سے غرور، نخوت، گھمنڈ، چالبازی اور مکاری وغیرہ ظاہر ہوئیں اور صفت ملکوتی جو اصل صفت ہے اس کی وجہ سے انسان نے انسان کا نام پایا، اسی کی وجہ سے اطاعت و فرماں برداری، محبت و اخلاص، عشق و لطف وغیرہ ظاہر ہوتے۔ اب اگر انسان میں دیگر صفات پر ملکوتی صفت غالب ہے اور اس نے دوسری صفات کو مغلوب و محکوم بنالیا ہے تو وہ انسان کہلائے جانے کا مستحق ہے ورنہ اس کا شمار چوپایوں، درندوں یا شیطانی میں ہوگا۔ اگر برے لوگوں کی صحبت نے اس قوت کو ملیامیٹ کر کے غفلت میں ڈال دیا ہے یعنی انسان اپنی اصل کو بھول کر یہ سمجھنے لگے کہ میں صرف کھانے پینے اور عیش و عشرت کیلئے پیدا ہوا ہوں تو اسے اس خیال کو ترک کردینا چاہیئے۔ اس کے لئے کسی کامل بزرگ کی خدمت میں حاضر ہو جو صفات بہیمی، سباعی اور شیطانی سے گزر کے صفات ملکوتی حاصل کرچکا ہو اور وہاں سے باطنی فیض حاصل کر کے اسی پر عمل کرے۔

اٹھارواں نور

اس راہ کی جڑ اور تمام مجاہدوں سے بڑھکر برزخ شیخ ہے لہذا اس راہ کے مسافر کو یہ بات سمجھ کر اس کی طرف توجہ دینا چاہیئے: برزخ یہ ہے کہ کسی جگہ تنہا بیٹھ کر آنکھیں بند کر کے شیخ کا تصور ذہن میں جمائے گویا میں شیخ کے آمنے سامنے بیٹھا ہوں اور میں نے اپنا دل مرشد کے دل کے نیچے لا دیا ہے اور فیض کے چشمے سے وہ فیوض جو پیران سلسلہ کی ارواح کے وسیلے سے میرے مرشد کے دل میں سماتے ہیں اس سے نورانی فوارہ یا سورج کی کرن یا صبح کی ٹھنڈی ہوا یا بارش کے قطروں کی شکل میں ظاہر ہو کر میرے دل میں اترتے ہیں اور ان فیوض کی برکت سے میرا دل مرشد کے دل کی صفت اختیار کرلے گا اور بلند درجات کی طرف ترقی کریگا۔ اپنے مرشد کو ہر آن ہر وقت اپنی ہر حالت سے آگاہ اور باخبر جاننے یعنی

حقیقتاً اپنی صفت علیمی اور علام الغیوبی کے ساتھ اس مظہر یعنی برزخ شیخ میں جلوہ گر ہے وہ میرے حال سے واقف ہے۔ درحقیقت شیخ کوئی چیز نہیں، جو کچھ ہے وہی ہے چنانچہ وہی تمام عالم میں مختلف مظاہر میں جلوہ گر ہے یہاں بھی اپنی صفت ہدایت اور اپنے اسم ہادی کے ساتھ اس برزخ میں تجلی فرما ہو کر ہدایت فرماتا ہے اور شیخ اس کے اسم ہادی کا مظہر ہے وہی صفت علیمی اور علام الغیوبی کے ساتھ اس برزخ میں تجلی فرما رہا ہے اور ہمارے حال سے آگاہ و خبردار ہے اور شیخ اس کے اسم علیم کا مظہر ہے اور بس۔ تو ہدایت کرنا اور خبردار رہنا سب اسی کے لئے ہے اور شیخ تو بس مظہر ہے۔ ہاں ہدایت علیمی اور علامی کی نسبت مجازاً شیخ کی جانب کر دی جاتی ہے حقیقتاً نہیں کہ حقیقتاً تو وہ خود ہی فنا ہونے والوں میں ہے۔ برزخ انتہا میں مرشد کو محض اسم ہادی اور اللہ تعالیٰ کی صفت علیمی کا مظہر جاننے اور برزخ کا آخری سے آخری درجہ یہ ہے کہ نہ شیخ رہے نہ برزخ شیخ، جو کچھ ہو صرف ایک وہی ذات ہو تو جب اس طرح متواتر کریگا تو طالب کا دل صفت روح کے ساتھ جڑ جائے گا اور دل صاف ہو کر تجلیات کے قابل بن جائے گا اور رفتہ رفتہ وہ برزخی صورت کلام کرنے لگے گی اور سالک کو زبان حال و قال کے ہر سوال کا جواب سن لینے کی لیاقت پیدا ہو جائے گی اور صورت ملک و ملکوت اور جبروت و لاہوت کے تمام مقامات سالک پر ظاہر کر دے گی۔ اور اسی صورت کے ذریعے تمام ارواح سے عالم ملکوت میں ملاقات ہوگی یہاں تک کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مبارک کی حضوری نصیب ہوگی۔ ملکوت میں کوئی روح آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی روح پر فتوح جیسی یا اس سے مشابہ نہیں ہے۔ اس روح مبارک کی حضوری سے اس راہ کے علوم کی گہرائیاں اور باریکیاں طالب کے علم میں آئیں گی۔ اور یہ صورت عالم مثال سے ہے اور یہ عالم ملکوت کی کنجی۔ عالم مثال، عالم ارواح اور عالم اجساد کے درمیان برزخ ہے۔ یہاں ایک بات یہ بھی معلوم ہوئی کہ عالم مثال میں ہر

شخص کی ایک صورت ہے اور یہ صورت موت کے بعد باقی رہتی ہے اس کے برخلاف صورت جسمانی انبیاء کرام علیہم السلام کے علاوہ عام طور پر فنا ہو جاتی ہے۔ خواب میں جو صورت نظر آتی ہے وہ یہی صورت مثالی روحانی ہوتی ہے اور جو کامل ہوتے ہیں وہ اسی صورت مثالی کی قوت سے ایک آن میں مختلف مقامات پر موجود ہوتے اور دکھائی دیتے ہیں اور ہزاروں جگہ کسی شکل میں آنے کی قدرت رکھتے ہیں۔ واضح رہے کہ برزخ کی اس مشق کے مکمل ہو جانے کے بعد شیخ کی یہ صورت مثالی ہمیشہ سالک کے دائیں بازو، ہاتھ دو ہاتھ کے فاصلے سے نظر میں موجود رہے گی اور اس کے کام بنائے گی اشکلیں حل کرے گی اور حیوانیت کے درجے سے انسانیت کی بلندی پر پہنچائے گی۔ پس اگر انسانی صورتوں اور درندہ سیرتوں کو کسی انسان اصل وکامل کی صحبت کا اتفاق پڑ جائے اور اسے غنیمت جانے کہ اس کی صحبت کے فیض وبرکت سے اپنی بھولی ہوئی اصلیت یاد آ جائے گی اور یہ بھی انسان کامل بن جائے گا ورنہ مدتوں اپنی غلطیوں میں پڑے پڑے مر جائیں گے۔ اللہ ہمیں جہالت کے اندھیرے سے نکالے اور بلند مرتبے کی روشنی تک پہنچا دے آمین آمین آمین۔ اس مسئلہ پر ایک حکایت یاد آ گئی کہ ایک گڈریے نے ایک شیر کے بچے کو پرورش کیا اور اس کا نام بگھہ رکھ دیا۔ اپنی بکریوں کے گلے میں اسے رکھتا تھا۔ وہ شیر کا بچہ یہاں کی پرورش اور تربیت کی وجہ سے اپنی اصل کو بھول چکا تھا اور خود کو اس گڈریئے کا کتا سمجھنے لگا تھا۔ ایک روز ایک شیر جنگل سے ادھر آ نکلا اور اس نے بکری کو لے جانا چاہا۔ بگھہ نے اپنی اصل کے مطابق اس شیر سے مقابلہ کیا جنگل کے شیر نے کہا ارے بھائی یہ کیا کرتے ہو کیا تم نہیں جانتے کہ ہم دونوں ایک ہی نسل سے ہیں اور یہ بھیڑ بکریاں ہم دونوں کی خوراک ہیں، تم مجھے کیوں روکتے ہو؟ بگھہ نے کہا نہیں نہیں میں شیر نہیں ہوں بلکہ اس گڈریئے کا کتا ہوں۔ جنگل کے شیر نے کہا بخدا تم غلط سمجھتے ہو تمہیں یہاں کی پرورش اور تربیت سے دھوکا ہوا ہے کہ تم شیر ہونے کے باوجود خود کو کتا سمجھتے ہو، آؤ میں تمہاری رہبری کروں اور تمہیں ہلاکت کے

اس گڑھے سے نکال کر سلامتی کے کنارہ پر پہنچاؤں۔ پھر جنگل کا شیر اسے دریا کے کنارے پر لے گیا اور اپنے برابر کھڑا کر کے کہا کہ پانی میں دیکھ، میری اور تیری صورت اور وضع ایک سی ہے یا الگ الگ۔ بکرے نے جب غور سے دیکھا تو اسے پتہ چلا کہ میں تو شیر ہوں، یہ تو غیر جنس کی صحبت اور تربیت کا اثر تھا کہ میں اپنے آپ کو کتا سمجھتا رہا۔ پھر دونوں واپس آئے اور بھیڑ بکریوں پر حملہ کر کے چیرا پھاڑا اور کھا گئے۔ گڈریا چلایا کہ بکرے بکرے یہ کیا کرتا ہے؟ اس نے جواب دیا بس خاموش۔ تو نے مجھے میری اصلیت سے نکال کر کتوں میں لا ڈالا تھا خدا کا شکر ہے کہ میرے ایک بھائی نے مجھے راستہ دکھایا اور یہ گتھی سلجھ گئی۔ میرے بھائی اس حکایت سے غور کرو اور اپنے آپ کو پہلی تین صفتوں سے نکال کر اپنی اصلی صورت میں لاؤ تاکہ انسان ہو جاؤ۔ تو شیر ہے ارے کتوں میں کیوں پڑ گیا ہے، اٹھ کسی شیر کے پیچھے لگ تاکہ وہ تجھے تیرا شیر ہونا بتلا دے اور کتے پن کی ذلت سے تجھے چھٹکارہ دلائے۔ الٰہی ہمیں یہ سعادت نصیب فرما آمین۔

انیسواں نور

اے بھائی یہ سب ایک ذات کے جلوے ہیں کہ تجھے ہر شکل اور ہر قسم میں دکھلائے جاتے ہیں۔ وہ جس طور چاہتا ہے تجلی فرماتا ہے اور یہ اس ذات پاک کے لئے کوئی بڑی چیز نہیں۔ ایک حکایت سنو جس سے وحدت میں کثرت ظاہر ہو جائے ایک رات تین تیر انداز جنگل گئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ اس بیابان لق ودق میں ایک بوڑھا تخت پر بیٹھا ہے اس کے سامنے چراغ جل رہا ہے اور ایک فاحشہ اس کے سامنے ناچ رہی ہے اور سازندے ساز بجا رہے ہیں۔ تینوں تیر انداز یہ تماشہ دیکھ کر تعجب کرنے لگے کہ اس جنگل میں بیٹھ کر آزادی سے عیش کر رہا ہے۔ آپس میں مشورہ کیا کہ ایک تیر اس بے ہودہ محفل کی طرف چلائیں، ایک نے کہا کہ میں بڈھے پر تیر چلاتا ہوں، دوسرے نے کہا کہ میں فاحشہ کو نشانہ بناتا ہوں، تیسرے نے کہا کہ ان دونوں انسانوں کو چھوڑ کر چراغ پر تیر چلاؤ کہ اس کے بجھنے سے یہ ہنگامہ ختم

ہوگا اور ہمارا مقصد بھی حاصل ہو گا۔ اس کی یہ رائے سب کو پسند آئی اور انہوں نے چراغ کو نشانہ بنا کر تیر چھوڑ دیا۔ تیر کے لگتے ہی چراغ تو بجھ گیا لیکن وہ تماشہ بھی نظر سے اوجھل ہو گیا یہ تینوں ڈر کر بھاگے اور جب صبح ہوئی تو اپنے تیر لینے چل دیئے۔ وہاں جا کر کیا دیکھتے ہیں کہ وہ تیر ایک مردہ اُلّو کی چونچ میں پھنسا ہوا ہے اور کچھ بھی نہیں ہے۔ تو اب معلوم ہوا کہ رات کے واقعے کی کوئی اصلیت نہیں تھی جو کچھ تھا اسی اُلّو کی وجہ سے تھا۔ اسی اُلّو کے دل سے وہ بوڑھا ظاہر ہوا اور اس کی چونچ سے چراغ اور فاحشہ اور سازندے وغیرہ تو در حقیقت یہ سب اسی حقیقت بوم کا تماشہ تھا اور تمام چیزیں اسی کی تنزلیاں تھیں یہی حال تمام عالم ماسوی اللہ کا ہے۔

بیسواں نور

عالم برزخ وہ عالم ہے جہاں بنی آدم کی روحیں اپنے بدن سے جدا ہو کر تا قیام حشر قیام کریں گی اور یہ مقام قرآن کریم سے اجمالاً اور احادیث و اخبار نبویہ سے تفصیلاً ثابت ہوتا ہے۔ یہ عالم، دنیا اور آخرت کے درمیان واقع ہے اسی لئے اسے برزخ کہتے ہیں اور یہ عالم، عالم مثال نہیں ہے یہ اور ہی عالم ہے جو اولیاء اللہ کے مکاشفات سے ملک و ملکوت کے درمیان واقع ہے اور اپنی نورانیت اور لطافت کے اعتبار سے عالم ملائکہ سے مشابہ ہے اور اپنی مقدار اور رونق کے اعتبار سے عالم ناسوت جیسا ہے۔ اس عالم میں دونوں عالم کی جھلک دکھائی دیتی ہے اور وہاں کا ہر زمانہ 'زمانہ حال ہے ماضی اور مستقبل کی وہاں گنجائش نہیں ہے۔ اس عالم میں جو کچھ ہو چکا اور ہے اور ہو گا یا آیا گیا یا آئے گا سب کی مثال اس عالم مثال میں بالفعل موجود ہے چنانچہ کتاب فتوحات مکی کی عبارت اس دعویٰ پر گواہ ہے کہ عالم مثال اور ہے عالم برزخ اور۔ فتوحات مکی سے مصنف قدس سرہ کی گفتگو کا نچوڑ یہ ہے کہ "عالم برزخ جس کی طرف روحیں اپنے بدنوں سے علیحدگی کے بعد منتقل ہو جاتی ہیں اس برزخ کے علاوہ ہے جو جسموں اور روحوں

کے درمیان ہے۔ پہلے کا نام غیب محالی ہے اور دوسرے کا نام غیب امکانی ہے۔ تو غیب امکانی کو دیکھنے اور اس کی خبریں دینے والے بہت سے ہیں برخلاف غیب محالی کے کہ اس کا کشف کرنے والے بہت ہی کم ہیں۔"

اکیسواں نور

قبریں تین ہیں، پہلی دنیا کی قبر کہ وہ زمین کی خاک پر ہے۔ دوسری عالم مثال کی قبر، یہ وہ قبر ہے جو عالم برزخ اور عالم شہادت کی خبروں کے درمیان واقع ہے اور دونوں قبروں کا عکس اور سایہ ہے۔ یہ قبر لطافت اور نورانیت کے اعتبار سے قبر برزخ کے مشابہ ہے اور محسوس و مقداری ہونے کے اعتبار سے قبر دنیا سے مشابہ ہے۔ تیسری قبر عالم برزخ کی قبر ہے اور وہی اصلی قبر اور ٹھہرنے کا مقام ہے یعنی روحیں اپنے بدلوں سے جدا ہونے کے بعد صور پھونکے جانے کے وقت تک اسی جگہ مقیم رہیں گی اور نعمت و عذاب، تنگی و فراخی کی جگہ یہی قبر ہے اور دوسری دونوں قبروں پر یہ ثواب و عذاب بطور عکس اور سایہ کے وارد ہوگا اور یہی قبر اقطاب کے کشف کا مقام ہے یعنی اپنے وقت کے قطب پر اس کا حال ظاہر ہو جاتا ہے۔ اولیاء کرام سے فیوض اسی قبر سے حاصل ہوتے ہیں اور سوال و جواب کا تعلق بھی اسی قبر سے ہے اور زندہ کا مردوں سے سوال کرنا اور مرنے والوں کا زندوں کو جواب دینا بھی اسی قبر سے متعلق ہے۔ ایک زندہ آدمی اپنا جو بھی مدعا اولیاء کی قبروں پر عرض کرتا ہے اس کا جواب اسے دو طرح سے حاصل ہوتا ہے پہلا خطرہ صحیحہ کے طور پر دوسرا اس آواز کی طرح جو کسی گہرے کنویں یا گنبد کے اندر سے گونج کی صورت میں پیدا ہوتی ہے یا دور سے ہوا کے ذریعہ سنائی دیتی ہے۔ پہلے کا طریقہ یہ ہے کہ سوال کرنے والا اپنے دل ہی دل میں بطور خطرے کے کہتا اور خاموش ہو جاتا ہے۔ کچھ دیر بعد جو خیال سائل کے دل میں آئے گا اسے دوسری طرف سے ملنے والا جواب سمجھے اور کبھی آواز بالکل صاف ہوتی ہے جیسے ایک دوسرے سے بات

چیت کرنے میں آتی ہے۔ یہ مرتبہ کامل لوگوں کو ملتا ہے جو عشق اور ورزش کی زیادتی سے حاصل ہوتا ہے اور یہ قبر اصلی دنیا کی قبر کے مقابل ہوتی ہے اور اگر دنیا میں قبر نہیں یعنی آدمی دفن نہیں ہوا بلکہ کوئی جانور کھا گیا یا آگ میں جل گیا تو ہضم کے بعد جہاں کہیں بھی اس کا فضلہ ہوگا وہیں اس کی قبر تصور کی جائے گی اس لئے کہ اجزائے انسانی کا ایک جزو یعنی تخم کبھی ختم نہیں ہوتا نہ کسی طرح اس کی حالت بدلتی ہے نہ اس میں تبدیلی آتی ہے تو وہ تخم حیوان کے پیٹ سے جس حصہ زمین پر گرے گا وہی اس کی قبر سمجھی جائے گی، اسی طرح جلانے میں بھی وہ ذرات محفوظ رہتے ہیں اور زمین انہیں بطور امانت رکھتی ہے اور وہی اس کی قبر ہوتی ہے۔ اور اس قبر اصلی کا اثر اس دنیاوی مجازی قبر پر ایسا ہوتا ہے جیسے زمین پر سورج کی کرنیں یا مکان میں چراغ کی روشنی یا بدن سے روح کا تعلق۔ اس مثال سے یہ سمجھنا چاہیئے کہ یہ قبر چند روزہ ہے اور اس میں ہمیشہ طرح طرح کی تبدیلیاں چکر لگاتی رہتی ہیں۔

بائیسواں نور

جان لو کہ موت ایک عالم سے دوسرے عالم میں چلے جانے کا نام ہے اسی لحاظ سے آدمی کی تین موتیں اور چار زندگیاں ہوتی ہیں۔ چار زندگیوں سے تین موت کے لئے ہیں اور چوتھی آخری ہمیشہ کے لئے۔ اس کی تفصیل اس طرح ہے کہ جب روز میثاق اللہ تعالیٰ نے تمام روحوں کو لباس وجود پہنایا اور اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ (کیا میں تمہارا رب نہیں) فرما کر جواب میں بلیٰ (بے شک) سنا تو یہ پہلی زندگی تھی اور اس کی مدت کا علم خدا کو ہی ہے اور جب اس جگہ سے منتقل کر کے ہمیں عالم شہادت میں پہنچایا تو یہ انتقال، عالم ارواح سے ہماری موت تھی اور ہمارا آنا عالم اجساد کی زندگی۔ تو یہ پہلی موت دوسری زندگی ہوئی اس کی مقدار اتنی ہی ہے جسے عمر کہتے ہیں اور جب ہم یہاں سے عالم برزخ میں پہنچیں گے تو یہ دوسری موت ہے کہ ہم دنیا سے چلے اور یہی تیسری زندگی ہے کہ عالم برزخ میں قیام کریں گے اور جب وہاں سے ہمیں آخرت میں پہنچایا جائے گا تو برزخ سے انتقال تیسری موت ہوگی اور دار آخرت

میں پہنچنا چوتھی زندگی ہے اور یہ وہ زندگی ہے جس کے بعد کوئی موت نہیں۔

تینتیسواں نور (سوال) اس میں کیا حکمت ہے کہ عالم کو فنا مطلق یعنی قیامت کے بعد دوبارہ وجود عطا فرمایا جائے گا اور پھر ابدالآباد تک باقی و دائم رکھا جائے گا۔ عالم، ممکن ہے اور ممکن یہی ہے کہ خود نہ ہو محض قدرت سے وجود پائے اور پھر اس کے فنا پر قدرت باقی ہے جیسا کہ ظہور میں آئے گا تو پھر اسے موجود کرنے اور باقی رکھنے میں کیا مصلحت ہے؟

(جواب) جو پہلے ہی فرصت میں الہام ہوا وہ بیان کرتا ہوں اگر عقل کو اچھا لگے تو تسلیم کر لیں ورنہ اصلاح کی کوشش کریں۔ یہاں صوفیائے کرام کے نزدیک دو مقام ہیں پہلا کان اللہ ولم یکن معہ شیئ (اللہ تھا اور اس کے ساتھ کچھ نہ تھا) اسے مقام احدیت کہتے ہیں دوسرا یہ کہ جب خدا نے اپنی خدائی کو ظاہر کرنے کا ارادہ فرمایا اور ظاہر ہے کہ اس کا ظہور ماسوی کی تخلیق کے بغیر ممکن نہیں لہٰذا اس نے تخلیق کا ارادہ فرمایا اور عالم کو عدم سے وجود میں لایا اسے مقام واحدیت کہتے ہیں۔ اس میں حکمت یہ تھی کہ اپنے کو پہچنوائے کہ اگر مخلوق نہ ہوتی تو خالق کو خالق کے سوا کون جانتا اور کون خالق کہتا تو مقام واحدیت کی وجہ سے ماسوی کو پیدا فرمایا اور خود کو ان پر ظاہر فرما کر اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ فرمایا اور مخلوق سے بَلٰی کے جواب کا اعتراف کرایا اور پھر فنا کر دے گا کیونکہ عالم کے دوبارہ زندہ ہونے کے لئے فنا ضروری ہے۔ اب اگر پھر زندہ نہ فرماتے تو مقام احدیت باقی رہتا ہے اور مقام واحدیت جیسا تھا پھر پردہ میں آجاتے اس لئے کہ احدیت کی بنیاد واحدیت پر نہیں ہے برخلاف اس کے واحدیت قطعاً احدیت پر منحصر ہے اور اس کا باقی رہنا کسی طرح احدیت کا انکار نہیں جیسا کہ سید الطائفہ حضرت جنید قدس سرہ نے فرمایا کہ ھو الآن کما کان (وہ جیسا تھا اب بھی ہے) تو ان دونوں تجلیوں کی شانوں نے چاہا کہ مقام واحدیت پھر اپنے چہرے سے پردہ اٹھائے اور ہمیشہ افق تجلی پر رہے لہٰذا وہ عالم فانی کو پھر

زندہ فرمائے گا۔ یہ ہے اس کی حکمت کہ مخلوق کو دوبارہ وجود کا لباس بخشا جائے گا اور پھر واپس نہ لیا جائے گا اور پھر اس کی حکمت تو خداوند جل جلالہ و عم نوالہ جانے۔

چوبیسواں نور جب حضرت آدم علیہ السلام کا قالب تیار ہوا تو تمام عالم ملکوت میں آپ کی خلافت الہیہ کی شہرت ہوئی تو ملاء اعلیٰ کے فرشتے ابلیس کے پاس پہنچے اور کہا کہ تو نے اس کالبد خاکی کو دیکھا ہے اس جسم مرکب کے خلیفۂ الٰہی کے راز ہمیں سمجھا ہمیں اس طرف کوئی راستہ نہیں ملتا۔ ابلیس لعین آدم علیہ السلام کے اس بے جان جسم میں داخل ہوا اور کچھ دیر بعد باہر آکر بولا کہ میں نے اس جسم کو ٹٹولا مجھے کوئی جگہ خلافت کے لائق نہیں ملی اس لئے کہ وہ جسم پٹھوں، رگوں، خون، ہڈیوں گوشت اور چربی وغیرہ کو ملا کر بنایا گیا ہے۔ خون جوش میں آکر سیلاب کی طرح دوڑے گا اور پٹھوں میں تناؤ پیدا کر کے ایک دوسرے سے جنگ و جدال کرائے گا اور پھر اس سے ہر طرح کے گناہ اور نافرمانیاں سرزد ہوں گے اور یہ ساری باتیں منصب نبوت کے خلاف ہیں البتہ اس جسم کے بائیں جانب میں نے ایک کوٹھری پائی کہ اس میں کوئی چیز بطور امانت پوشیدہ ہے۔ میں نے اس طرف سیر کی طاقت نہیں پائی مجبور ہو کر باہر آ گیا تو اللہ کی خلافت کا سبب اگر کچھ ہے تو وہی پوشیدہ راز اور امانت ہے ورنہ اور تو کچھ ہے نہیں۔ صوفیاء کرام تحریر فرماتے ہیں کہ وہ راز، عشق و محبت خداوندی کا راز تھا کہ آدم علیہ السلام کے دل میں اُسے امانت بنا کر رکھ دیا اور آدم کو اس پر شیدا کر دیا یہ چیز کسی دوسری مخلوق کو میسّر نہیں۔

اے بیٹے جان لے کہ آدم محض اس راز کی وجہ سے آدم بنے ورنہ وہ بھی مثل دیگر مخلوق کے تھے۔ تو تم اس راز سے کیوں غافل ہو اسے ترقی کیوں نہیں دیتے اور اپنے خالق کو تلاش کیوں نہیں کرتے، اسے حاصل کیوں نہیں کر لیتے۔ اگر تمہیں وہ راز نصیب ہو جائے تو تم آدمی بن جاؤ گے ورنہ ذلیل رہو گے اور کچھ حاصل نہ ہو گا۔ اپنے دل میں عشق الٰہی کو زیادہ کرو اور اپنے آپ کو اس ذاتِ پاک کا طالب بناؤ تا کہ تم کچھ بن جاؤ کہ لوگ کہیں کہ تم

بھی مرد خدا ہو۔

پچیسواں نور

نسبتیں دو طرح کی ہوتی ہیں پہلی عاشقانہ یعنی عاشق کا معشوق کے ساتھ تعلق کا غالب آجانا اور دوسری معشوقانہ یعنی معشوق کا عاشق کے ساتھ تعلق کا زیادہ ہونا پہلی نسبت خلیلی ہے اور دوسری حبیبی۔ خلیلی یہ ہے کہ طالب کے تمام کام محبوب کی مرضی کے مطابق ہوں اور حبیبی یہ ہے کہ مطلوب کے تمام کام طالب کی رضا کے موافق ہوں۔ اولیاء اللہ انہیں دو نسبتوں کی طرف منسوب ہوتے ہیں۔ بعض کی نسبت عاشقانہ ہوتی ہے بعض کی محبوبانہ، نسبت کے معنی یہ ہیں کہ دل کا تعلق ہمیشہ رب تبارک و تعالیٰ سے رہے اور سب سے منقطع رہے اور اس جملے کے کہ فلاں صاحب نسبت ہے یہی معنی ہیں کہ اس کا دلی تعلق اللہ تعالیٰ سے ہے۔

چھبیسواں نور

طلب صادق، طالب کو اللہ کے حکم سے، درجہ کمال حاصل کرنے سے محروم نہیں رکھتی اگرچہ اس کا پیر ناقص ہو بلکہ کبھی کبھی تو ایسا پیر بھی مرید کی سچی طلب کی برکت سے درست ہو جاتا ہے۔ منقول ہے کہ ایک صاحب کو ہمیشہ پیر کی تلاش رہتی تھی مگر انہیں ان کی مرضی کے مطابق کوئی پیر نہ مل سکا۔ آخر ایک روز پریشان ہو کر قسم کھائی کہ آج رات جو شخص میرے گھر آئے گا اسی کا مرید ہو جاؤں گا۔ اتفاق سے اس رات اس کے گھر میں چور گھس آیا۔ اس طالب صادق نے، کہ انتظار میں تھا، فوراً اس کا ہاتھ تھام لیا اور کہا کہ مجھے مرید کر لیجئے۔ چور پہلے تو ڈرا لیکن پھر اسے بیوقوف جان کر مریدی میں قبول کر لیا کہ شاید اس طرح پیچھا چھوٹ جائے۔ خیر جب چور نے اسے مرید کر لیا تو اس نے کہا اب مجھے حکم دیجئے کہ میں اس میں مشغول ہو جاؤں اور خدا تک پہنچوں۔ چور بے چارہ کو یہ کیا معلوم (جس نے سلیمان علیہ السلام کو نہ دیکھا ہو وہ پرندوں کی بولی کیا سمجھے) لیکن اپنے چھٹکارے کے لئے اس سے چند کلمے کہے کہ تمام خاندان سے الگ ہو کر جنگل میں چلے جاؤ اور وہاں تنہائی میں بیٹھ کر یاد الٰہی کرو اور اللہ

اللہ کرتے رہو دل کو حاضر رکھنا طالب صادق اس تعلیم کو سنتے ہی اپنے خاندان سے تعلق ختم کر کے جنگل میں چلا گیا اور عبادت الٰہی میں مصروف ہو گیا چونکہ پیر ناقص تھا اس لئے خدا تک رسائی نہ ہوئی۔ بارگاہ الٰہی سے حضرت خضر علیہ السلام کو حکم ہوا کہ اس چور کو تعلیم دیکر درجۂ کمال تک پہنچاؤ اور اس سے کہو کہ ہمارے جس طالب صادق کو تو نے مرید کیا ہے اسے ہم تک پہنچا۔ چنانچہ خضر علیہ السلام کی تعلیم سے گھڑی بھر میں اس کی چوری بھی چھوٹی اور وہ صاحب کمال ہو کر مرید کے پاس پہنچا اور اسے بھی خدا رسیدہ بنایا۔ دیکھئے طالب کی طلب صادق نے پیر ناقص کے ساتھ کیا کیا اور کیا ہو گیا۔

ستائیسواں نور

میں نے اپنے شیخ (شاہ آل رسول) رضی اللہ عنہ سے عرض کیا کہ بعض درویشوں کو بارہا حرام اور مردار کھاتے دیکھا گیا ہے کئی بار دیکھا گیا کہ انہوں نے مرے ہوئے جانور کے گوشت اور چربی کو استعمال کیا اور بظاہر وہ مجذوب و مجنون کی صورت بھی نہیں رکھتے بلکہ کبھی کبھی تو وہ دوسروں کو بھی اس میں سے کچھ دے دیتے ہیں۔ جب ہم نے دیکھا تو وہ حلوہ نکلا۔ یہ کیا راز ہے۔ ارشاد فرمایا۔ کن فیکون۔ یہ باری تعالیٰ کی صفت ہے۔ جب بندہ فانی محض ہو کر اس صفت کا مظہر بن جاتا ہے تو اسے یہ قدرت حاصل ہو جاتی ہے کہ وہ چیزوں کی حقیقت کو بدل دے۔ تو وہ اگر مردے کو زندہ کہدے تو وہ زندہ ہو جائے اور زندہ کو مردہ کہدے تو مردہ ہو جائے اگر وہ مردار کے گوشت کو حلوہ کہدے تو حلوہ ہو جائے اور حلوے کو اگر فضلہ کہدے تو فضلہ ہو جائے۔ وہ زہر ہلاہل کو تریاق اور تریاق کو زہر ہلاہل کر دے چنانچہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے زہر کھا لینے کا واقعہ مشہور ہے تو جب اسے اس صفت سے حصہ مل گیا اور وہ فضلہ کو حلوہ سمجھ کر کھالے تو تعجب کی کیا بات ہے کہ وہ اس کی قوت کرامت سے حلوہ ہو چکا ہے اور ظاہر ہے کہ جب ماہیت بدل جاتی ہے تو اس کا حکم بھی بدل جاتا ہے مثلاً انگوری شراب نجس العین اور حرام ہے، اگر وہ سرکہ ہو جائے تو اس کا کھانا

حلال و درست ہے۔ یہی حال تمام چیزوں کا ہے اور اب اس میں کوئی خطرہ نہیں میں نے عرض کیا کہ حضور اب میری دلی تسکین ہو گئی۔

اٹھائیسواں نور ایک روز میں نے عرض کیا کہ حضرت روح کیا ہے؟ فرمایا کہ روح صفت حیات باری تعالیٰ کا عکس ہے، جب باری تعالیٰ کی ذات اور صفات کا سمجھنا محال ہے تو روح کی حقیقت کیسے جان سکتے ہیں کہ یہ تو اسی کا ظل اور عکس ہے۔

انتیسواں نور ایک روز میں نے عرض کیا کہ اس کی وجہ کیا ہے جو بعض نمازی فقیر لیکایک نماز چھوڑ دیتے ہیں اور ان سے دریافت کیا جائے تو جواب میں یہ آیہ کریمہ پڑھ دیتے ہیں واعبد ربک حتی یاتیک الیقین۔ ارشاد فرمایا کہ یہ بات وہ اپنے آپ کو چھپانے کے لئے کہتے ہیں۔ نماز ترک کرنے کے گناہ سے وہ بہت دور ہیں ظنو المومنین خیرا۔ کبھی ان پر ایسی محویت طاری ہوتی ہے کہ انہیں اپنی بھی خبر نہیں رہتی، کبھی جمال خداوندی کے دیدار سے ان کی حالت مدہوشوں جیسی ہو جاتی ہے۔ کبھی ایسے انوکھے واقعات ان پر ظاہر ہوتے ہیں کہ وہ دریائے حیرت میں ڈوب جاتے ہیں اور کبھی تجلی جلال کی زیادتی کی وجہ سے وہ نماز پڑھنے پر قادر نہیں ہوتے۔ ایک روز سیدی ابوبکر شبلی قدس سرہ بیتابانہ اپنے مرشد حضرت جنید بغدادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر میں داخل ہو گئے اور آپ کے سرہانے جاکر کھڑے ہو گئے اور نعرہ مارتے ہوئے شعر پڑھنے شروع کر دیئے۔ آپ کی اہلیہ رضی اللہ عنہا نے پردہ کرنا چاہا تو حضرت جنید نے فرمایا کہ کوئی ضرورت نہیں شبلی اس وقت اس عالم میں نہیں ہے حضرت شبلی کچھ دیر بعد بے خود ہو کر گر پڑے اور دیر تک اسی حالت میں رہے یہاں تک کہ حضرت جنید بغدادی نے آپ کی طرف توجہ فرمائی اور آپ کو اس مقام سے لوٹا کر صحو و ہوشیاری کے مقام پر لے آئے۔ حضرت شبلی نے رونا شروع کر دیا اس وقت

حضرت جنید نے اپنی اہلیہ سے فرمایا کہ اب پردہ میں ہو جاؤ کہ یہ اس عالم میں لوٹ آئے ہیں۔ مختصر یہ کہ صوفیائے کرام پر بہت سے واقعات، تجلیات اور حالات تغیرات گزرتے ہیں اور ایسی حالتوں میں احکام کو پورا کرنا ان پر معاف کر دیا جاتا ہے جیسا کہ اوپر لکھی حکایت سے معلوم ہوا کہ حضرت جنید نے اس وقت کسی پردے کی ضرورت محسوس نہ کی۔ پھر ہو سکتا ہے کہ وہ خفیہ طور پر نماز ادا کرتے ہوں لیکن اس صورت میں ترک جماعت لازم آتا ہے کہ تنہا نماز پڑھنے سے جماعت کی نماز ادا نہیں ہوتی اور یہ بھی بہت بُرا ہے کہ سنت مؤکدہ کا بلکہ بعض فقہا کے نزدیک واجب کا چھوڑنا ہے لہذا پہلا سبب ہی زیادہ درست ہے۔ میں نے عرض کیا کہ یہ محویت اور حیرانی صرف نماز کے لئے ہے باقی چیزوں میں نہیں جیسے کھانا پینا وغیرہ؟ فرمایا کہ پاگلوں کو نہیں دیکھا کہ وہ کیسے کھاتے اور پیتے ہیں۔ نماز کی عقل، کھانے پینے کی عقل سے مختلف ہے۔ پاگلوں پر ان کے کھانے پینے کے باوجود شریعت کے احکام جاری نہیں ہوتے ایسا ہی یہاں سمجھنا چاہیئے اور خدا ہی بہتر جانتا ہے اور اسی کی جانب واپس جانا ہے۔ بہر حال گمان نیک رکھنا چاہیئے اعتراض کی ضرورت نہیں اور ہاں ہو سکتا ہے کہ وہ نماز مکہ معظمہ میں ادا کرتے ہوں اس لئے کہ انہیں ثواب کی خاطر زمین طے کرنے کی قوت حاصل ہوتی ہے اور وہ مسجد حرام میں جہاں نماز کی فضیلت کہ وہاں کی ایک رکعت دوسری جگہ کی ایک لاکھ رکعت کے برابر ہے انہیں مل جاتی ہے اور اگر یہ کہا جائے کہ نماز کے اوقات میں شروع سے آخر تک وہ یہیں موجود رہے ایک لمحے کے لئے بھی یہ غیر حاضر نہیں ہوئے تو مکہ معظمہ کا پہنچنا کیسے سمجھ میں آئے تو میرا جواب یہ ہے کہ تمہیں کیا معلوم کہ وہ اپنے اصلی جسم و صورت کے ساتھ وہاں پہنچے اور جسم عکسی و مثالی جو جسم اصلی کے مانند ہے یہاں رہے جیسا کہ بہت بار اس میدان کے مردوں سے واقع ہوا۔ بہر حال حسن ظن میں بڑی گنجائش ہے دیکھنے کسے اس کی توفیق نصیب ہو اور بدگمانی کی بلا سے بچے۔ اللہ ہمیں نصیب فرمائے۔ آمین۔

تیسواں نور

انسان عالم صغیر ہے اور اس کے ماسوا عالم کبیر، اس عالم صغیر میں عالم کبیر کے تمام اجزا شامل ہیں چنانچہ جو کچھ قلم میں مجمل ہے وہ انسان کی روح میں مجمل ہے اور جو لوح میں مفصل ہے وہ انسان کے دل میں مفصل ہے اور جو کچھ عرش پر ہے وہ انسان کے جسم میں ہے اور جو کچھ کرسی میں ہے وہ انسان کے نفس میں ہے۔ اسی لئے تو کہتے ہیں کہ انسان اگر غور و فکر اپنے وجود کے بارے میں کرے تو یہی اس کے لئے کافی ہے کہ انسان سے کوئی چیز خارج نہیں۔ کیا تم نے حق تعالیٰ کا وہ قول نہیں سُنا اقرا کتٰبک کفی بنفسک الیوم حسیبا۔ تو جو اس کتاب کو پڑھتا ہے وہ تمام آنے والی اور گزری ہوئی باتوں کو جان لیتا ہے اور جو اسے پورا نہ پڑھ سکے تو اس میں سے اتنا تو پڑھے جتنا اسے میسر آئے رب عزوجل فرماتا ہے سنریھم اٰیاتنا فی الآفاق و فی انفسھم حتّٰی یتبیّن لھم انہ الحق۔ اور اللہ نے فرمایا و فی انفسکم افلا تبصرون۔ قصہ مختصر جو کچھ عالم کبیر میں موجود ہے وہ عالم صغیر میں پایا جاتا ہے مثلاً عالم کبیر میں ایک بادشاہ ہوتا ہے جس کا حکم سارے ملک میں لاگو ہوتا ہے اور رعایا میں اس کے حکم کے بغیر کوئی کام نہیں ہو سکتا۔ عالم صغیر میں اس کی جگہ روح اصل ہے کہ یہ عالم امر ہے اور بدن کے ملک میں اس کا اختیار ہے اور بدن کے تمام عضو روح کے فرماں بردار ہیں۔ اس عالم میں بادشاہ کا ایک وزیر ہوتا ہے جس کے ذمے سلطنت کا اچھی طرح سے انتظام کرنا اور حکومت کے کاموں کو بخوبی انجام دینا ہوتا ہے یہاں عقل ہے کہ وزیر کے فرائض انجام دیتی ہے۔ عالم کبیر میں ایک وہ بادشاہ ہوتا ہے کہ اس سے بڑا کوئی نہیں ہوتا اور اسے شہنشاہ کہتے ہیں یعنی خدائے عزوجل۔ عالم صغیر میں روح شہنشاہ ہے جو رب تعالیٰ کے احکام میں سے ایک حکم ہے۔ عالم کبیر میں شہنشاہ کا ایک رکن اعظم ہے جسے معتمد علیہ اعظم، نائب کل اور خلیفہ مطلق کہتے ہیں اور وہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بے مثال ذات پاک ہے جس کی نظیر ملنا محال ہے۔ عالم صغیر میں عقل ہے جو حقیقت محمدیہ صلوات اللہ تعالیٰ وسلامہ علیہ

کے عکس میں سے ایک عکس اور انہیں کا پرتو ہے۔ عالم کبیر میں شہنشاہ حقیقی کا عرش عظیم ہے کہ اسے باری تعالیٰ سے خاص نسبت ہے اور عالم صغیر میں دل ہے کہ روح کا مقام خاص ہے۔ وہاں اللہ تعالیٰ کی بڑی ہی شان والی بلند کرسی ہے اور یہاں دماغ کا درجہ بہت اونچا اور بلند ہے۔ وہاں لوح محفوظ ہے جس میں تمام ماضی، حال اور مستقبل درج ہے اور یہاں قوت خیالی ہے کہ تمام صورتیں، شکلیں اور رنگینیں اور جو کچھ پانچ ظاہری حواس سے سمجھا جا سکتا ہے، سب قوت خیالی میں محفوظ ہے۔ وہاں باری تعالیٰ کی قدیم حقیقت کا معلوم کر لینا محال و ناممکن ہے یہاں حقیقت روح کا سمجھ لینا دشوار اور ناممکن ہے۔ وہاں تمام مملکت میں باری تعالیٰ غالب ہے اور ہر جگہ اس کا حکم چھایا ہوا ہے اور اپنے علم و قدرت سے وہ ہر جگہ موجود ہے اور کسی مکان میں نہیں یہاں روح تدبیر و تصرف کے ساتھ بدن میں ہر جگہ موجود ہے پھر بھی یہ نہیں کہہ سکتے کہ فلاں مکاں میں ہے وہاں جب مثلاً خدا نے زید کو پیدا کرنا چاہا تو پہلے ارادۂ الٰہی توجہ فرماتا ہے اور پھر اس ارادہ کا نتیجہ یعنی اس ہیئت و شکل اور رنگ روپ میں زید کی پیدائش لوح محفوظ میں ظاہر ہو جاتی ہے وہاں ملاء اعلیٰ کے فرشتے لوح محفوظ کا مطالعہ کرنیوالے اس پر آگاہی پاتے اور خبردار ہو جاتے ہیں اور پھر ان کے ذریعہ برجوں اور آسمانوں کے ستاروں پر موکل فرشتے کو خبر ہوتی ہے اور پھر انکے واسطے سے عناصر اربعہ (مٹی، آگ، پانی اور ہوا) کے فرشتوں کو خبر پہنچتی ہے اور وہ جسموں میں اثر کرتے ہیں اور زید کے ماں باپ کے جسم کی طاقتوں کو حرکت دیکر دونوں کو اکٹھا کرتے ہیں اور اب زید کی وہ انسانی صورت، جو ارادۂ الٰہی کے مطابق لوح محفوظ میں نقش ہے اسی شکل و صورت میں ماں کے رحم میں قرار پکڑتی ہے اور چونکہ اس حکم کو کوئی ٹالنے والا نہیں لہٰذا اسی الٰہی زید پیدا ہو جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس کام کو شروع فرما کر انجام تک پہنچانا نہ چاہے تو زید کی پیدائش میں نقصان واقع ہو جاتا ہے مثلاً حمل کا گر جانا یا ہر وہ تبدیلی جو خدا کی مرضی ہو۔ اسی طرح عالم صغیر میں سمجھنا چاہیئے مثلاً تیرے دل نے چاہا کہ تو، بسم اللہ لکھے تو یہ تیرا پہلا ارادہ ہے پھر اس، بسم اللہ کی صورت تیرے دماغ کی تختی پر نقش ہو گی کہ میں اس

طرح لکھونگا اور اس کے بعد تیرے بخارات لطیفہ اور ارواح حیوانیہ میں حرکت پیدا ہوگی اور اس کے بعد پٹھوں اور بدن کے حصوں میں اور وہاں سے انگلیوں اور پوروں میں حرکت ہوگی اور تیری جو خواہش تھی یعنی بسم اللہ لکھنا وہ پوری ہو جائے گی اور جب یہاں کوئی رکاوٹ نہیں تو اسی طرح لکھے گا جیسا تو نے ارادہ کیا تھا اور اگر لکھتے وقت تیرے دل میں یہ خیال آیا کہ اسے پورا لکھوں تو تجھے اس پر بھی قابو ہے یا لکھتے وقت اس صورت کے علاوہ جو تیرے دل میں آئی تھی، کسی اور طرح لکھنا چاہے تو تجھے اس صورت کے علاوہ جو پہلے تیرے دل میں آئی تھی، کسی اور طرح لکھنا چاہے تو تجھے اس پر بھی اختیار ہے۔ عالم کبیر میں قیامت ہے جو ساری مملکت کو فنا کر دے گی اور ذات باری کے علاوہ ہر چیز ناپید ہو جائے گی۔

عالم صغیر میں موت ہے کہ بدن کی ساری مملکت کو درہم برہم کر دے گی اور سوائے بادشاہ جسم (روح) کے کچھ باقی نہ رہے گا۔ ان باتوں سے تمہیں اچھی طرح پتہ چل گیا ہوگا کہ جو اپنے نفس کو جان لیتا ہے اسے معرفت الٰہی حاصل ہو جاتی ہے اور اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو اپنی بہت سی صفات دیکر پیدا فرمایا۔ عالم کبیر میں بادشاہوں کے دربار کے کچھ مقرب ہوتے ہیں یہاں جگر تلی وغیرہ مقرب ہیں۔ وہاں بادشاہوں کو ایک خزانچی کی ضرورت ہوتی ہے یہاں خیال اور حافظہ ہے۔ وہاں عرضیاں گزارنے والے اور پرچہ نویس ہوتے ہیں یہاں یہ کام حِس سے ہوتا ہے کہ جو کچھ حواس کے راستے اسے پہنچتا ہے وہ نفس ناطقہ تک پہنچاتی ہے وہاں بادشاہوں کی سواریاں ہوتی ہیں یہاں تیرے دونوں پیر ہیں کہ تو ان سے چلتا ہے۔

وہاں بادشاہوں کو دشمنوں سے مقابلہ کرنے کے لئے لشکر درکار ہے یہاں تیرے دونوں ہاتھ ہیں جو موذیوں کو دفع کرتے ہیں۔ وہاں شاہی مال گزاری اور مطالبے کی وصولی کے لئے تحصیلدار درکار ہے یہاں قوت شہوانی ہے کہ کھانے پینے اور تمام ضرورت کی چیزوں کو طلب کرتی اور جمع کرتی ہے۔ وہاں کوتوال ہوتا ہے یہاں قوت غضب ہے کہ کوتوال کی طرح سیاست کے کام کرتی ہے۔ وہاں جاسوس ہوتے ہیں جو خارجی حالات کی خبریں شاہی دربار کو

دیتے ہیں یہاں پانچوں حواس (دیکھنا. سننا. چکھنا. سونگھنا اور چھونا) جاسوس ہیں کہ تمام بیرونی حالات کی اطلاع جس کے ذریعے پہنچاتے ہیں۔ وہاں خدمتگار ہوتے ہیں جو اپنے کاموں میں مصروف رہتے ہیں۔ یہاں ہضم کرنے والی، غذا پہنچانے والی، جسم بڑھانے والی، غذا کو روکنے والی اور فضلہ کو خارج کرنے والی قوتیں ہیں کہ ہر ایک اپنا کام انجام دیتی ہے۔

وہاں باورچی خانہ ہوتا ہے یہاں معدہ ہے۔ وہاں باورچی ہے یہاں حرارت ہے جو ہر قسم کی غذا کو پکاتی ہے۔ وہاں رنگ ریز ہوتا ہے یہاں جگر رنگ ریز کا کام کرتا ہے کہ ہر قسم کی غذا کو سرخ رنگ دیکر خون بناتا ہے۔ وہاں سقہ ہوتا ہے یہاں گردے ہیں کہ پانی کو خون سے الگ کر کے مثانہ میں ڈالتے ہیں اور مثانہ اسے باہر نکال دیتا ہے۔ وہاں بادشاہوں میں ایک دوسرے سے لڑائی جھگڑا رہتا ہے جو ایک دوسرے کی مملکت کو خراب اور برباد کرنا چاہتے ہیں۔ یہاں بیماریاں ہیں جو روح کی مملکت میں داخل ہو کر روح سے جھگڑتی ہیں اور اس کے ملک کی ویرانی پسند کرتی ہیں اس باہمی لڑائی کو بحران کہتے ہیں۔ وہاں دونوں طرف کچھ مدد اور کمک ہوتی ہے یہاں بیماری کی مدد، بدپرہیزی، کم علمی اور حکیم کی ناتجربہ کاری ہوتی ہے اور روح کی کمک دوا، پرہیز، طبیب کا تجربہ ہے جو دشمنوں کی تدبیریں خاک میں ملا دیتی ہیں۔

وہاں چور ہیں یہاں بماری رگیں چوری کر کے غذا کو معدے سے جگر میں پہنچا دیتی ہیں۔ وہاں رعایا میں نیک اور بد ہیں یہاں اچھی سیرتیں اور بری عادتیں ہوتی ہیں۔ وہاں عناصر اربعہ ہیں یہاں چار اخلاط (خون، بلغم، سودا اور صفرا) ہیں۔ وہاں چمکدار ستارے ہیں جو اپنی روشنی سے عالم کو روشن اور اندھیرے میں چھپی ہوئی چیزوں کو ظاہر کرتے ہیں یہاں بصارت اور بصیرت کی روشنیاں ہیں کہ چمکانے اور روشن کرنے کا کام پورا کرتی ہیں۔ وہاں پہاڑ ہیں کہ ان کی وجہ سے زمین ٹھہری ہوئی ہے یہاں پہاڑوں کی طرح ہڈیاں ہیں کہ بدن انہیں سے قائم ہے۔

وہاں نباتات اور درخت ہیں یہاں ان کی مثل بال ہیں۔ وہاں نہریں ہیں جن میں پانی بہتا ہے یہاں رگیں ہیں جن میں خون دوڑتا ہے۔ وہاں طرح طرح کے میٹھے، کھاری، بدمزہ اور بدبودار

چشمے ہیں یہاں منہ کا چشمہ میٹھا ہے تاکہ ہر کھانے کا مزہ اپنی جگہ رہے اور آنکھوں کا چشمہ کھاری ہے تاکہ آنکھیں باقی رہیں کیونکہ آنکھوں میں چربی بہت ہے اور بلا نمک کے چربی نہیں رہتی اور کانوں کا چشمہ کڑوا اور شور کرنے والا ہے اس لئے کہ کانوں پر حفاظت کا کوئی پردہ نہیں لہذا حکمت الٰہی نے یہ چاہا کہ اس چشمہ کو بدمزہ اور سخت پیدا کرے کہ کیڑوں وغیرہ کے گھسنے سے بچا رہے اور ناک کا چشمہ بدبودار ہے تاکہ وہ خوشبو کی قدر کرے۔ وہاں برسنے والے بادل ہیں کہ زمین سے اٹھ کر اوپر جاتے ہیں اور پانی ہو کر برسنے لگتے ہیں یہاں بخارات ہیں کہ آنکھ کی رطوبتوں تک پہنچ کر آنسو بن کر ٹپکتے ہیں۔ وہاں پانی کا طوفان ہے یہاں رطوبت کا سیلاب ہے۔ وہاں ہوا کا طوفان ہے یہاں ریاح کی زیادتی۔ وہاں زمین کے زلزلے یہاں کپکپاہٹ اور رعشہ۔ وہاں بدبودار چیزوں کی تبدیلی سے حیوانات پیدا ہوتے ہیں یہاں بلغم کی تبدیلی سے مختلف جراثیم باریک کیڑے اور کدو دانہ وغیرہ پیدا ہوتے ہیں۔ وہاں ابلیس اور شیاطین ہیں یہاں نفس امارہ۔ وہاں جنت اور دوزخ ہے یہاں تندرستی اور بیماری۔ جنت میں نعمتیں ہیں اور دوزخ میں عذاب۔ یہاں تندرستی میں نعمتیں حاصل ہوتی ہیں جو چاہو کر دکھاؤ پیو پہنو اور عیش کرو اور بیماری میں عذاب معلوم ہوتا ہے۔ کھانے پینے میں کوئی مزہ اور لطف نہیں آتا، نیند آتی ہے نہ راحت نصیب ہوتی ہے۔ وہاں فرشتے ہیں کہ اللہ کے حکم سے عالم کا انتظام کرنے پر مقرر ہیں اور یہاں لطیف بخارات کہ روح کے فرمان کے مطابق ہر جگہ بدن میں رہتے ہیں اور روح کا حکم جاری کرتے ہیں جب تو چلنا چاہتا ہے تو تیرے پاؤں کے پٹھوں کو پھیلاتے اور سمیٹتے ہیں اور جب تو لینے دینے کا ارادہ کرتا ہے تو تیرے ہاتھوں کے پٹھوں کے ساتھ یہی کرتے ہیں۔ وہاں دلچسپ نغمے اور ساز ہیں یہاں انسانی حلق کی آواز باجوں کی مانند ہے۔ وہاں زراعت ہے یہاں اولاد۔ وہاں چکی ہے یہاں دانت۔ وہاں چلمن پڑے ہوئے منظر ہیں یہاں پلکوں سے چھپی آنکھیں۔ وہاں موت ہے یہاں نیند وہاں مرنے کے بعد جینا یہاں سونے کے بعد جاگنا۔ غرض اس عالم اور اس عالم سے تعلق

رکھنے والی بہت سی چیزیں ہیں۔ انہیں نہ ہم شمار کرسکتے ہیں نہ ہمارا علم ان کا احاطہ کرسکتا ہے۔ لہٰذا ان سب باتوں کو علم الٰہی کے حوالے کرکے ہم آیہ کریمہ سبحانک لا علم لنا الا ما علمتنا انک انت العلیم الحکیم پر بھروسہ کرتے ہیں۔ مختصر یہ ہے کہ اس عالم میں جو کچھ ہے چاہے وہ ہمارے علم میں آتے یا نہ آتے ویسی ہی اس کی مثال اس عالم میں پائی جاتی ہے خواہ ہمیں اس کی جانکاری ہو یا نہ ہو۔ لازم ہے کہ اوپر لکھی مثالوں پر خوب غور کریں۔ سیر ناسوتی یہی ہے۔ اللہ تعالیٰ کو جاننے اور پہچاننے اور اس کا قرب حاصل کرنے کے لئے اپنی قوت کے مطابق سیر ناسوتی لازمی ہے کہ اسی سے آدمی کو پہچاننے کی صلاحیت پیدا ہوتی ہے ورنہ وہ جاہلوں سے بھی برا سمجھا جاتا ہے۔

اکتیسواں نور

اللہ تعالیٰ واحد حقیقی ہے واحد عددی نہیں کہ اس کے ساتھ ملکر کردو ہوجائے یا وہ چوتھائی، آدھے اور تہائی کی تقسیم قبول کرلے۔ وہ نہ تقسیم قبول کرتا ہے نہ اس سے کوئی چیز مرکب ہے نہ وہ خود کسی چیز سے بنایا گیا ہے۔

بتیسواں نور

واضح ہو کہ صوفیائے کرام کے نزدیک باری تعالیٰ کی صفات، عین ذات ہیں۔ صفات، ذات باری سے الگ نہیں ہیں۔ عالم جبروت انہیں صفات میں سیر کرنے کا نام ہے۔ اب سیر صفات، سیر ذات سے جو مقام لاہوت ہے، الگ کیسے قرار دے سکتے ہیں؟ اس سے تو معلوم ہوتا ہے کہ صفات عین ذات سے جدا ہیں، عین ذات نہیں۔ میں کہتا ہوں کہ عینیت کی صورت میں بھی تمائز اعتباری ماننا پڑے گا۔ یہ بہت سی منزلیں ہیں اور ہر منزل میں اس کی شان جدا اور نام علیحدہ ہے لہٰذا سیر معرفت اور مقامات کے تعین کو آسانی سے سمجھنے کے لئے سیر دل کی منزلیں الگ الگ مان لی ہیں ورنہ صرف ایک سیر لاہوتی کافی ہے۔ اس لئے کہ یہی اصل منزل ہے۔ اس گفتگو سے یہ معلوم ہوا کہ سیر جبروت کا سیر لاہوت سے جدا ہونا یہ نہیں

چاہتا کہ صفات باری تعالیٰ ذات باری تعالیٰ سے جدا ہوں۔ علم کلام کے جاننے والوں کے نزدیک صفات نہ عین ذات ہیں نہ غیرت ذات اور حکماء نے صفات کی نفی کر کے صفات کو عین ذات قرار دیا ہے۔ سب سے زیادہ جاننے والا اللہ تعالیٰ ہے۔

تینتیسواں نور

میں نے کوئی چیز نہ دیکھی مگر خدا کو اس سے پہلے دیکھا' میں نے کسی چیز کو نہ دیکھا مگر خدا کو اس کے بعد دیکھا' مجھے کوئی چیز نظر نہ آئی مگر میں نے اس میں خدا کو دیکھا' مجھے کچھ نہ دکھائی دیا مگر خدا کو اس کے ساتھ دیکھا۔ اللہ تعالیٰ کے ولیوں کی زبان پر یہ چار کلمے رب تعالیٰ کے قرب کے حاصل ہونے اور درجات میں ترقی کے وقت جاری ہو جاتے ہیں اور ہر ولی اپنے مرتبے کے مطابق ان چاروں میں سے کوئی کلمہ اپنی زبان پر رکھتا ہے پہلا مقولہ سیدنا صدیق اکبر کا دوسرا سیدنا عمر فاروق کا تیسرا سیدنا عثمان غنی کا اور چوتھا سیدنا مرتضیٰ علی کا ہے جو ان حضرات میں سے ہر ایک نے اپنے اپنے مرتبے کے لحاظ سے فرمایا ہے۔ پہلا مقولہ سرکار محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول سے لیا گیا ہے اذ یقول لصاحبه لا تحزن ان اللہ معنا۔ دوسرا مقولہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اس مقولہ سے لیا گیا ہے ان معی ربی (بے شک میرا رب میرے ساتھ ہے)۔ پہلا جذب کا طریقہ ہے دوسرا سلوک کا۔ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور موسیٰ علیہ السلام کے حق تعالیٰ کو دیکھنے میں یہ فرق ہے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر پہلے حق پر پڑی پھر اپنے نفس شریف پر اور موسیٰ علیہ السلام کی نظر پہلے خود پر پڑی پھر حق پر۔ یہ دونوں ہی باتیں اچھی اور پسندیدہ ہیں مگر پہلی بات تمام تر اور قریب تر ہے اور سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مقولہ جذب کے طریقے پر ہے یعنی اللہ کی طرف سے ہے۔ اور یہ برہان لمی ہے اور سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا مقولہ سلوک کی روش پر ہے یعنی اپنے شعور و فہم کے مطابق ہے اور یہ برہان انی ہے یہاں جذب و سلوک اپنے اصل معنی میں استعمال کیا گیا ہے اصطلاحی معنی میں نہیں' اصطلاحی معنی میں تو سلوک کو جذب پر فضیلت ہے۔

چونتیسواں نور

جب انسان بالغ ہوتا ہے کہ اس سے تین روحیں وابستہ ہو جاتی ہیں۔ دو علوی یہ قسم ملائکہ سے ہیں اور ایک سفلی کہ یہ شیطانی قسم ہے پہلی دو انسان کو اچھے کام کرنے پر آمادہ کرتی ہیں یعنی ان میں سے ایک اچھے کام کی رغبت دل میں پیدا کرتی ہے اور دوسری اچھے کام کو پورا کرنے کی قوت دیتی ہے۔ تیسری برے کام کرنے کو اکساتی ہے یعنی دل میں برے کام کا خیال پیدا کرتی ہے اور اس کے اسباب مہیا کرتی ہے۔ یہ تین روحیں انسان کے علاوہ دوسرے جانداروں میں نہیں ہوتیں اسی لئے انسان مکلف ہے حیوان مکلف نہیں ہیں۔ چونکہ انسان کبھی ان دونوں فرشتوں کی پیروی کرتا ہے اور کبھی شیطان کی فرماں برداری لہٰذا ان تینوں میں جھگڑا رہتا ہے اور ایک دوسرے سے شرمندہ رہتے ہیں۔ اگر انسان نے فرشتے کی فرماں برداری کی تو شیطان کو شرمندگی ہوتی ہے اور اگر شیطان کی بات مانی تو فرشتوں کو ندامت ہوتی ہے اور اگر شیطان کی بات مانی تو فرشتوں کو ندامت ہوتی ہے اور یہ معاملات ساری زندگی چلتے رہتے ہیں۔ شاید ہمزاد سفلی اسی شیطان کو کہا جاتا ہے اور ہمزاد علوی اور نوری یہی دو فرشتے ہیں۔ حقیقت کا علم تو بس اللہ کو ہی ہے۔ انسان کو ہمیشہ ان دونوں فرشتوں کا تابعدار رہنا چاہیئے تاکہ آخرت میں نجات پاسکے۔

پینتیسواں نور

ہر زمانے میں ایک غوث ہوتا ہے کہ اس دور کے تمام اولیاء سے بڑا اور ان کا سردار ہوتا ہے اور اس زمانہ کا کوئی ولی غوث کے مرتبے کو نہیں پہنچتا۔ اسے قطب مدار بھی کہتے ہیں تمام انتظام اسی کے ہاتھوں ہوتا ہے اور اس مقام پر اسے عبداللہ کہتے ہیں۔ اس کے دائیں بائیں دو وزیر ہوتے ہیں جنہیں عبدالرب اور عبدالملک کہتے ہیں۔ عبدالرب دائیں طرف کا وزیر اور عبدالملک بائیں طرف کا وزیر۔ جب عبداللہ کا وصال ہوتا ہے تو عبدالملک اس کا قائم مقام ہو جاتا ہے اور عبدالرب، عبدالملک ہو جاتا ہے اور عبدالرب کی جگہ دوسرے کو قائم کر دیا جاتا ہے اور یہ

انتظام قیامت تک چلتا رہے گا۔ زمانۂ نبوت میں ہمارے حضور نبی صلی اللہ علیہ وسلم عبداللہ تھے اور سیدنا ابوبکر عبدالملک اور سیدنا عمر عبدالرب۔ جب سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا تو صدیق اکبر عبداللہ ہوئے سیدنا عمر عبدالملک اور عثمان غنی عبدالرب۔ جب صدیق اکبر کا دور ختم ہوا تو سیدنا عمر عبداللہ ہوئے اور عثمان غنی عبدالملک اور سیدنا مرتضیٰ علی عبدالرب۔ جب سیدنا عمر کا دور ختم ہوا تو سیدنا عثمان غنی عبداللہ ہوئے اور سیدنا علی مرتضیٰ عبدالملک اور سیدنا امام حسن عبدالرب۔ جب سیدنا عثمان غنی کا دور ختم ہوا تو سیدنا علی کرم اللہ وجہہ عبداللہ ہوئے اور سیدنا امام حسن عبدالملک اور سیدنا امام حسین عبدالرب اور جب سیدنا مولیٰ علی کا دور ختم ہوا تو عبداللہ سیدنا امام حسن ہوئے اور اسی طرح سلسلہ سیدنا امام حسن عسکری تک چلا۔ اس کے بعد سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ عبداللہ ہوئے اور آخر زمانہ میں یہ بلند مرتبہ سیدنا امام مہدی کو ملے گا۔ عبداللہ اپنے زمانے میں تمام عالم کو فیض پہنچاتا ہے اور بلا اس کے واسطے کا کسی کو کچھ نہیں ملتا۔ "فتوحات" میں فرمایا کہ اصطلاح میں جیسے قطب کا نام دیا جاتا ہے وہ ان میں ایک ہی ہوتا ہے اور وہی غوث اور اس زمانے کا سردار ہوتا ہے۔ اب ان میں کچھ ایسے ہوتے ہیں جن کا حکم ظاہر ہوتا ہے اور وہ ظاہرہ خلافت کو اپنے لئے ویسے ہی جائز سمجھتے ہیں جیسا اپنے باطنی مقام کے لحاظ سے باطنی خلافت کو جیسے ابوبکر صدیق، عمر فاروق، عثمان غنی، مولیٰ علی، امام حسن، معاویہ بن یزید، عمر بن عبدالعزیز اور متوکل اور کچھ وہ ہوتے ہیں جنہیں صرف باطنی خلافت حاصل ہوتی ہے ظاہری طور پر ان کا حکم نہیں چلتا جیسے احمد بن ہارون الرشید اور ابویزید بسطامی اور اکثر قطبوں کا ظاہر میں کوئی حکم نہیں ہوتا انہیں میں ائمہ ہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔ اور کسی زمانے میں بھی یہ دو سے زیادہ نہیں ہوتے ایک عبدالرب دوسرے عبدالملک اور قطب عبداللہ۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے وانہ لما قام عبداللہ (اور بے شک جبکہ کھڑے ہوئے عبداللہ) یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ تو اقطاب سارے عبداللہ ہیں اور ائمہ ہر زمانے میں عبدالملک اور عبدالرب، اور یہی دونوں قطب کے وصال

کے بعد اس کے خلیفہ ہوتے ہیں اور یہ دونوں قطب کے دو وزیروں کی جگہ ہوتے ہیں۔ ان سے ایک عالم ملکوت کا مشاہدہ کرتا ہے اور دوسرا عالم ملک کے ساتھ رہتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

چھتیسواں نور ولایت نبوت سے افضل ہے اس کے کیا معنی؟ اس کے معنی یہ ہیں کہ نبی کی ولایت اس کی نبوت سے افضل ہے۔ اس لئے کہ ولایت سے مراد پستی سے بلندی کی طرف ترقی ہے یعنی ذات باری کے ساتھ عشق و محبت کا غالب رہنا اور اس کے سامنے تمام چیزوں کا کمزور ہو جانا بلکہ عشق و محبت الٰہی میں ان سب کا فانی اور نابود ہو جانا اور نبوت سے مراد ترقی سے تنزل ہے یعنی تبلیغ رسالت کے لئے پھر ماسوی کا شعور دینا اور ناسوت میں لانا۔ یہ تنزل ہے۔ لامحالہ نبی کی ترقی اس کے تنزل سے افضل ہے نہ یہ کہ معاذ اللہ ولی کی ولایت نبی کی نبوت سے افضل ہے۔

سینتیسواں نور قبض اور بسط دو نفیس حالتیں ہیں معنی یہ ہیں کہ جب اولیاء اللہ کو دولت وصل حاصل ہوتی ہے تو لامحالہ انہیں خوشی اور دلی مسرت ہوتی ہے اسے اصطلاح تصوف میں بسط کہتے ہیں اور کبھی حیرت ہو جاتی ہے اسے قبض کہتے ہیں یہ دونوں حالتیں ہمیشہ جاری و ساری رہتی ہیں اس لئے کہ اگر ہمیشہ بسط کی حالت رہے اور اس کی عادت ہو جائے تو انہماک کا غلبہ نہ رہے گا لہٰذا قبض کی حالت پیش آتی ہے یعنی ایک پردہ حائل ہو جاتا ہے تاکہ یہ محبت کی آگ کو اپنے دامن سے ہوا دیں۔ اس وقت ان کی حالت وحشیوں کی طرح ہو جاتی ہے اور وہ مدہوشوں جیسی حرکتیں کرنے لگتے ہیں جیسی حالت فراق میں مجازی عاشق کی کیفیت ہو جاتی ہے پھر جب یہ قبض دور ہو کر بسط نمودار ہو جاتا ہے تو پھر تازہ ولولے اور بے پناہ خوشی ظاہر ہوتی ہے کہ زبان اس کا بیان نہیں کر سکتی اور دل انوار الٰہی سے مالا مال ہو جاتا ہے۔

اڑتیسواں نور صوفی کو فقیہ کی ضرورت ہے، فقیہ صوفی کا محتاج نہیں۔ یہی سیدنا غوث اعظم نے فرمایا اگرچہ صوفی کا مرتبہ فقیہ سے بلند ہو

اور بعض صوفیہ فقیہہ اسے کہتے ہیں کہ عارف یعنی صوفی بھی ہو۔ تو وہ فقیہہ جو صوفی بھی ہو اس کا مرتبہ صوفی محض سے بلند ہے۔

انتالیسواں نور

باری تعالیٰ کا دیدار چشم سر سے دنیا میں محال ہے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سوائے کسی نبی مرسل یا ملک مقرب کو بھی نصیب نہیں ہوا۔ اگر کوئی شخص اپنے بارے میں یا کسی دوسرے کے بارے میں یہ اعتقاد رکھے تو وہ گمراہ اور بدمذہب ہے۔ اولیاء کو بھی دنیا میں جسمانی آنکھ سے دیدار الٰہی میسر نہ ہوا اور سلوک کی کتابوں یا ملفوظات میں جگہ جگہ مشاہدہ و دیدار الٰہی کا ذکر ہے اس سے بھی جسمانی آنکھ کا مشاہدہ مراد نہیں بلکہ دل کی روشنی اور باطن کی نورانیت کا مشاہدہ مراد ہے بلکہ بعض اہل سلوک تو اس کا بھی انکار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اگر یہ کہا جاتا ہے کہ دنیا میں اولیاء نے باطنی آنکھ سے جمال الٰہی کا مشاہدہ کیا تو اس کا مطلب صرف یہ ہے کہ سالک کا ذات باری تعالیٰ میں یقین عوام سے زیادہ ہو جاتا ہے بعینہٖ مشاہدۂ جمال مراد نہیں ہوتا۔ "شرح تعرف" میں اس مسئلہ پر خوب روشنی ڈالی گئی ہے۔ اس کتاب کا مطالعہ کرنا چاہیئے۔

چالیسواں نور

ایک روز میں نے اپنے شیخ (شاہ آل رسول رحمۃ اللہ علیہ) سے پوچھا کہ اولیاء کی کیا پہچان ہے؟ فرمایا جب بندہ اپنی ذات اور صفات کو فراموش کر دے اور ذات و صفات الٰہی میں کھو جائے اور صرف ذات و صفات باری تعالیٰ ہی کو موجود سمجھنے لگے اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ اس کی محبت اور ذوق و شوق اتنا بڑھ جائے کہ وہ اور سب سے بے تعلق ہو جائے تو وہ ولی ہوتا ہے۔ جب بندہ میں یہ تمام صفات پیدا ہو جائیں تبھی وہ ولی ہوگا ورنہ نہیں۔

اکتالیسواں نور

بعض جاہل فقیر اپنے آپ کو شریعت کے خلاف رکھتے ہیں مثلاً داڑھی منڈوانا یا کتروانا، بھنگ اور شراب پینا، ریشمی کپڑے پہننا۔ فحش اور بے ہودہ باتیں زبان سے ادا کرنا اور بھی بہت سی خلاف شرع باتیں کرنا۔ اگر

ایسے لوگوں کو نصیحت کی جاتے تو کہتے ہیں ہم تو "فرقہ ملامتیہ" سے ہیں۔ تم خوب سمجھ لو کہ یہ بڑے گمراہ ہیں۔ یہ ملامتیوں کا طریقہ نہیں ہے۔ ملامتی تو وہ ہوتے ہیں جو شریعت کے مستحبات میں سے کسی مستحب کو بھی نہیں چھوڑتے لیکن بارگاہ الٰہی میں جو قرب انہیں حاصل ہے اسے مخلوق سے چھپاتے ہیں۔ وہ شریعت کے خلاف نہیں جاتے اور ملامتیہ ہونے کا دعویٰ کر کے سرکش نہیں بن جاتے۔ ایسے ملامتیہ تو باطل پرست ہوتے ہیں حق پرستی سے ان کا کوئی واسطہ نہیں۔ ایسے لوگوں کی وضع اور طریقے سے دور رہنا چاہیئے۔ یہاں مجھے ایک حکایت یاد آئی جس سے بات خوب واضح ہو جائے گی۔ پہلے زمانہ میں شوہر اور بیوی تھے شوہر ملامتی فرقے سے تعلق رکھتا تھا یعنی اس راہ کی ریاضتیں اور مجاہدے ظاہر میں نہ کرتا بلکہ مخلوق سے پوشیدہ رکھتا۔ اس کی بیوی ہمیشہ غصہ کرتی کہ میں تجھے کبھی حق کی طرف متوجہ نہیں دیکھتی۔ وہ کہتا کہ کیا کروں مخلوق میں ایک میں ہی بُرا ہوں اللہ مجھے بخشے۔ ایک رات اس کی بیوی سوتے سے اٹھی تو کیا دیکھتی ہے کہ شوہر حق کی طرف متوجہ ہے اور ذکر میں ڈوبا ہوا ہے۔ وہ بہت خوش ہوئی اور صبح اپنے شوہر سے بولی کہ خدا کا شکر ہے آج رات گتھی سلجھ گئی کہ تم اپنی ریاضت کو چھپاتے ہو۔ اس نے کہا تجھے کیسے معلوم ہوا؟ بیوی نے جواب دیا کہ پچھلی رات میں نے تم کو یاد الٰہی میں مصروف تھے اور تمہیں کسی بات کی خبر نہ تھی شوہر نے تین بار پوچھا کہ کیا تو سچ کہتی ہے واقعی تو نے دیکھا۔ بیوی نے کہا خدا کی قسم میں نے تجھے دیکھا۔ شوہر نے یہ سنا اور انتہائی شرمندگی سے اپنی جان خدا کو سونپ دی۔ ایسے لوگوں کو ملامتی کہنا درست ہے۔ بدمذہبوں اور خلاف شرع چلنے والوں کو ملامتی کہنا بالکل غلط ہے۔

بیالیسواں نور

حالت بیداری میں معراج جسمانی ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا خاصہ ہے۔ یہ مرتبہ کسی ولی کو حاصل نہیں چاہے وہ قطبیت، ولایت یا غوثیت کے مرتبے پر ہی کیوں نہ ہو۔

تینتالیسواں نور روحانی معراج، خواب کی حالت یا عالم واقعہ میں کہ وہ مراقبات کی کیفیتوں میں ایک استغراقی حالت ہے جو بیداری اور نیند کے درمیان نمودار ہوتی ہے، اولیاء کے لئے ممکن بلکہ واقع ہے۔

چوالیسواں نور (سوال) شعر گوئی اور سماع سننے کی اہلیت کے کیا معنی ہیں؟
(جواب) سماع کا اہل وہ شخص ہے جو خود اپنے دل اور دوسرں کے دلوں پر ایسا قابو رکھتا ہو کہ ماسوی اللہ کے خطرہ کو ان میں نہ آنے دے۔

پینتالیسواں نور (سوال) ولایت میں وہ کون سا مرتبہ ہے جس سے بلند کوئی مرتبہ نہیں؟
(جواب) وہ مقام قرب ہے جو نبوت اور صدیقیت کے درمیان واقع ہے یہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مقام تھا یہی بات "فتوحات" میں شیخ اکبر نے ارشاد فرمائی ہے۔

چھیالیسواں نور ولی پر اپنا حال چھپانا ایسا ہی فرض ہے جیسا کہ نبی پر اپنی نبوت کا ظاہر کرنا۔ ولی کی ولایت مجبوراً ظاہر ہو جائے تو کوئی بات نہیں مگر ارادتاً اسے ظاہر نہ کرے۔ یہاں اپنے مرشد کا واقعہ لکھتا ہوں کہ اس سے اس مسئلہ پر روشنی پڑے گی۔ آپ کے ایک مرید مظفر علی بریلوی کہتے ہیں کہ میں ایک رات استنجا کے لئے اٹھا اور طہارت کے لئے پانی لینے اپنے حجرہ سے باہر آیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ درگاہ معلیٰ (درگاہ برکاتیہ مارہرہ ضلع ایٹہ) میں بزرگوں کا بڑا کثیر مجمع ہے جیسے عرس کا دن ہو اور حضرت صاحب البرکات کے پائیں دالان میں جواہرات کا جڑاؤ تخت بچھا ہے اور اس پر چاروں طرف اکابر اولیاء بیٹھے ہیں۔ کچھ دیر بعد کیا دیکھتا ہوں کہ ہمارے حضرت پیر و مرشد (شاہ آل رسول) کو شاہانہ لباس فاخرہ پہنائے اور سر پر تاج رکھے دو بزرگ بغل میں ہاتھ ڈالے ہوئے لائے اور تخت پر بٹھایا۔ تمام لوگ تعظیم کے لئے کھڑے ہو گئے اور حضرت کی پیشانی پر بوسہ دیا۔ میں (مظفر علی) یہ سب دیکھ کر حیرت زدہ ہو کر ایک اندرونی زینہ کے نیچے کھڑا ہو گیا اس کے بعد تمام حضرات اندر چلے

گئے اور غائب ہو گئے۔ پھر میں اپنے حجرہ میں آگیا۔ یہ ماجرا دیکھ کر مجھے ساری رات نیند نہیں آئی۔ صبح میں مسجد میں حاضر ہوا اور حضرت پیر و مرشد کے پیچھے نماز با جماعت ادا کی اور پھر یہ حال عرض کر کے اس مقام کی کیفیت دریافت کرنے لگا۔ پہلے تو فرمایا کہ تم نے خواب دیکھا ہو گا اور خواب کی باتوں کا کیا اعتبار۔ جب میں نے اصرار کیا تو با دل ناخواستہ فرمایا کہ خاموش رہو اور اس بارے میں کوئی بات مت کہو۔ میں اسی وقت خاموش ہو گیا۔ اللہ اللہ کیا پردہ داری تھی کہ کبھی اشاروں اور کنایوں میں بھی اس کا تذکرہ نہیں کیا حالانکہ یہ مقام، مقام قطبیت اور حضور والا کو مارہرہ کی خدمت کی سپردگی تھی۔ اسی روز سے وفات شریف تک آپ مارہرہ سے باہر نہیں گئے اور سینکڑوں کرامتیں آپ سے ظاہر ہوئیں کہ ان کا تحریر کرنا باعث طوالت ہو گا۔ حضور والا کے وصال کے بعد مظفر علی سے مجھے اس واقعے کی تصدیق ہوئی۔

سینتالیسواں نور

عبادتوں میں دل کو حاضر رکھنے کی دو صورتیں ہیں، پہلی تو یہ کہ آدمی سمجھے کہ خداوند تعالیٰ میرے سامنے ہے اور اسے دیکھ کر اس کی عبادت کرتا ہوں۔ یہ مقام اونچا ہے جنہیں حق تعالیٰ تک رسائی ہو گئی ان میں سے بھی بزرگوں کا حصہ ہے۔ دوسری صورت یہ کہ یہ جانے کہ اللہ تعالیٰ مجھے دیکھتا ہے اور میں اس حالت میں اس کا عبادت گزار ہوں۔ یہ مقام بھی ذوق و شوق، نور، حضور اور خلوص عطا کرتا ہے۔ یہ مقام پہلے مقام سے کمتر درجے کا ہے اور یہ درمیانی لوگوں کا مقام ہے۔ اور وہ عبادت جو ان دونوں میں سے کسی خیال پر نہ ہو غافلوں کا مقام ہے یعنی عوام کا کہ زبان پر اللہ اللہ اور دل ایرے غیرے کے ساتھ۔ ہم اللہ سے عافیت چاہتے ہیں۔

اڑتالیسواں نور

سمجھ لو اور یہ بڑی حیرت کی بات ہے کہ دل کے اندر ایک سوراخ آسمان کے ملکوت کی جانب کھلا ہوا ہے جیسے دل کے باہر پانچ دروازے عالم محسوسات کی جانب کھلے ہیں یعنی دل میں اتنی قابلیت ہے کہ اس سے عالم ملک و ملکوت اور جبروت و لاہوت کی جانکاری کر لیتا ہے۔ یہ نہ سمجھنا کہ یہ صرف پیغمبروں

علیہم السلام کے ساتھ ہے بلکہ یہ تمام تھرے آدمیوں کا جوہر ہے اور یہ خیال بھی نہ کرنا کہ ملکوت کی طرف دل کا یہ سوراخ نیند اور موت کے بغیر نہیں کھلتا بلکہ ریاضت اور مجاہدوں کی کثرت سے بیداری میں بھی کھل جاتا ہے۔ یہ باتیں خاص تعلیم کے لئے تحریر کی ہیں! اسے سمجھ کر آدمی بن جاؤ۔

انچاسواں نور نفس تین طرح کے ہوتے ہیں ا۔ نفس مطمئنہ ۲۔ نفس لوامہ اور ۳۔ نفس امارہ۔ نفس مطمئنہ نبیوں اور خاص ولیوں کا ہوتا ہے کہ ان کے ارادے اللہ کے ارادوں میں فنا ہو چکے اور حق کے خلاف اس میں کوئی راستہ نہیں۔ نفس لوامہ برائیوں پر آگاہ کرتا ہے اور برائی کرنے سے روکتا ہے اور اگر کوئی برائی سرزد ہو جائے تو جلد ہی ندامت اور توبہ کراتا ہے۔ یہ صالحین اور پرہیزگاروں کا نفس ہے اور نفس امارہ ہمیشہ برائی پر آمادہ رہتا ہے اور گناہ کرنے کو کہتا ہے یہ عوام کا نفس ہے۔

پچاسواں نور تلوین اور تمکین دو مقام ہیں۔ اگر سالک نے راہ سلوک طے نہیں کی اور اس کی کوشش میں لگا رہتا ہے تو اسے صاحب تلوین کہتے ہیں اور اس کے مقابل کو صاحب تمکین اور واقف اور راجع سے بھی یہی معنی مراد ہوتے ہیں۔

اکیاونواں نور قلب، نفس اور روح تینوں الفاظ کے معنی ایک ہی ہیں۔ ان سے مراد انسان کی ذات ہوتی ہے۔

باونواں نور "صورت سرمدی" کیا ہے؟ یہ عالم قدس کی ایک آواز ہے جو "شغل حراء" کے حبس کے وقت کان کے سوراخ میں آتی ہے اور یہ گھنٹی وغیرہ کی گھنگھناہٹ کی طرح ہوتی ہے۔

ترپنواں نور حق سے وصال رکھنے والے دو طرح کے ہوتے ہیں۔ ایک کامل مکمل جو ریاضتوں اور مجاہدوں میں مصروف رہ کر عنایت الٰہی

سے خود درجۂ کمال کو پہنچے اور دوسروں کو بھی پہنچاتے ہیں۔ یہ درجۂ اعلیٰ پر ہیں۔ دوسرے کامل محض کہ درجۂ کمال تک پہنچ چکے ہیں اور وہیں قائم رہ کر اپنے کمالات کو ترقی دیتے ہیں مخلوق کی طرف انہیں توجہ نہیں دی جاتی اور وہ دوسروں کو فیض نہیں پہنچا سکتے۔ یہ قسم پہلی قسم کے برابر تو نہیں ہے لیکن یہ سمجھ لینا بھی ضروری ہے کہ ہر مکمل ہر کامل سے افضل نہیں ہوتا بلکہ یہ فضیلت اس وقت حاصل ہوتی ہے کہ دونوں کاملیت میں برابر ہوں۔ اب ان میں سے ایک کو تکمیل کا مرتبہ بخشا جاتا ہے اس صورت میں البتہ اس مکمل کو اس کامل پر فضیلت ہو سکتی ہے لیکن یہ ضروری نہیں کہ ہر مکمل ہر کامل سے افضل ہو۔

چوّنواں نور

یہ بات بھی جان لو کہ خواب سے مراد وہ حالت ہے جو حیوان کو اوپر چڑھنے والے بخارات کی رطوبتوں سے دماغی اعصاب کے کمزور پڑ جانے پر حاصل ہوتی ہے۔ بعض کے نزدیک خواب اس حالت کا نام ہے جو معدہ کے غذائی بخارات کے دماغ کی طرف چڑھنے سے طاری ہو جاتی ہے اور اس سے انسان کے تمام احساسات کا عمل رک جاتا ہے۔ بہرحال ظاہری احساس اور خواب کبھی اکٹھا نہیں ہوتے لیکن اصحاب سلوک کے نزدیک نیند اس غفلت کا نام ہے جو کسی "امر مزاجی" کی وجہ سے دماغ پر چھا جاتی ہے۔ امر مزاجی کے معنی یہ ہیں کہ انسانی کھوپڑی کے دو حصے ہوتے ہیں ایک سامنے والا دوسرا پیچھے والا۔ سامنے والا حصہ نور اور عقل کا خزانہ ہے اور دونوں حصوں کے درمیان ایک سوراخ حد فاصل کی طرح ہے جب انسان کو نیند آنی شروع ہوتی ہے تو ایک غبار ہلکے بادل کی طرح پیدا ہوتا ہے اور عقل پر پردہ سا پڑ جاتا ہے اور جب یہ غبار اس سوراخ تک پہنچ جاتا ہے اسی وقت انسان پر نیند غالب آجاتی ہے اور وہ سو جاتا ہے۔ نیند کی ہی طرح ایک حالت اور ہے جسے اصطلاح صوفیہ میں غیبت کہتے ہیں اور یہ اپنے فعل سے حواس کی موقوفی ہے۔ لذتوں کی اس زیادتی کی وجہ سے جو عالم بالا سے دل میں وارد ہوتی ہیں اور دل کو عالم ظاہر سے عالم غیب کی طرف کھینچتی ہیں اور اس عالم میں جو کچھ نظر آتا ہے اسے مشاہدہ اور مکاشفہ کہتے ہیں نہ

کہ خواب۔ اولیائے کرام کے نزدیک صحو کے معنی یہ ہیں کہ عالم علی سے کسی اثر کے وارد نہ ہونے پر حواس معطل نہ ہوں اور یہ حالت بیداری کے مشابہ ہے۔ جو کچھ صحو کی حالت میں نظر آتا ہے اسے معائنہ کہتے ہیں اور جو بیداری میں محسوس ہو اسے عیاں اور رویت عینی بھی کہتے ہیں۔

پچپنواں نور

جب سالک سیر الی اللہ سے فارغ ہو کر سیر فی اللہ میں قدم رکھتا ہے اور اپنے درجوں میں ترقی حاصل کرتا ہے تو ان میں بعض اس مقام کی تجلیوں کے وارد ہونے سے ساکت اور خاموش ہو کر دم سادھ لیتے ہیں اور ان کا ظرف اتنا بلند ہوتا ہے کہ پہاڑوں اور دریاؤں جیسے بڑے بڑے بھید کو بھی ضبط کر لیتے ہیں اور اسے ظاہر نہیں ہونے دیتے اور ان میں بعض ضبط نہیں کر پاتے اور زبان سے کہہ دیتے ہیں جیسے سبحانی ما اعظم شانی (میں پاک ہوں اور میری شان کیسی بلند ہے) اور لیس فی جبتی سوی اللہ (میرے جبہ میں خدا کے سوا کچھ نہیں) تو اس قسم کی باتوں سے ان پر کوئی عذاب اور وبال نہیں آتا کیونکہ وہ ضبط کی طاقت اور اس کی حفاظت کی قدرت نہیں پاتے لہٰذا معذور و مجبور ہیں۔ اولیاء کرام اور علماء عظام نے ان باتوں کو سلجھانے اور عوام کو سمجھانے اور تسکین دینے کے لئے اس معاملے میں بہت سی مثالیں دی ہیں حالانکہ کسی مثال سے بھی اس حقیقت کو سمجھنا ممکن نہیں جیسے جنات کی گفتگو، جو انسان کے بدن میں حلول کر جاتے کہ بظاہر وہ انسان کی زبان ہے اور حقیقتاً جن کا کلام جنی بدن اس شخص کی زبان سے بولتا ہے، اس کے ہاتھوں سے کام کرتا ہے، اس کے پیروں سے چلتا ہے اور اس کے منہ سے کھاتا ہے۔ یہ میری آنکھوں کا دیکھا ہوا واقعہ ہے کہ ایک چھوٹی سی لڑکی کو آسیب کا عمل ہو گیا ایک وقت میں وہ نو سیر پکا ہوا کھانا کھا لیتی تھی، میں نے اس کا علاج کیا اور وہ تندرست ہو گئی۔ تو کیا تمہارا خیال ہے کہ وہ چند برس کی چھوٹی بچی جو آدھ پاؤ سے زیادہ نہیں کھا سکتی ایک دم نو سیر کھا جاتے اور اسے ہضم بھی کر لے۔ ظاہر ہے کہ وہ جنی کھاتا تھا اور اس لڑکی کے منہ سے کھاتا تھا اور دیکھنے والے یہی سمجھتے کہ یہ لڑکی ہی کھا رہی ہے۔

آسیبی قدرت کو حضرت حق تعالیٰ کی قدرت سے کیا نسبت! اگر اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں

سے کسی بندہ کو اپنے کلام کا مظہر بنا دے اور اس کی زبان سے کلام فرمائے تو کیا تعجب ہے تو وہ جو تم انا الحق اور سبحانی ما اعظم شانی سنتے ہو تو یہ وہی کہتا ہے جیسے یہ کہنا دیا ہے حالانکہ تم نے یہ بات یزید اور حسین منصور کی زبان سے سنا۔ اس سے زیادہ روشن اور واضح بلکہ یوں کہا جائے کہ بالکل واقعہ کے مطابق وہ آواز ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے درخت سے سنی کہ "اے موسیٰ میں ہی اللہ ہوں تمام عالم کا پروردگار۔" تو کیا یہ اس درخت نے کہا تھا۔ اللہ کی قسم یہ درخت نے نہیں کہا بلکہ رب العالمین نے فرمایا تھا اگرچہ سنا درخت سے گیا۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ اگر انسانی گلے سے 'جو درخت سے زیادہ شرافت رکھتا ہے' کلام فرمائے اور لوگوں کو انسانی گلے سے وہ آواز سنائی دے تو کیا تعجب ہے۔ ان کا کہا ہوا اللہ کا فرمایا ہوا ہے اگرچہ وہ انسان کے گلے سے ہی سنائی دے رہا ہے۔ بظاہر اس کلام کا کہنے والا انسان ہے لیکن درحقیقت یہ اسی کلام کرنے والے کا کلام ہے اور انسان نے اس کی صفت کلیمی سے حصہ پایا اور اس کا کلام حقیقی ہر کسی کی سمجھ میں نہیں آتا۔ یہاں اس ظاہری متکلم (انسان) نے خود کو فنا کر کے اس متکلم حقیقی (اللہ تعالیٰ) کے کہلانے سے وہ بات کہی ہے کہ معلوم ایسا ہوتا ہے کہ معاذ اللہ اس نے اپنے نفس کے فریب سے کہی ہے۔ جیسے فرعون بے سامان کا کہنا انا ربکم الاعلیٰ (میں تمہارا بڑا پروردگار ہوں) تو اس نے یہ بات اپنی خودی سے کہی اور یہ اولیاء کرام اپنی خودی سے گزر کر کہتے ہیں کہ وہ متکلم حقیقی ان سے کہلواتا ہے اور یہ بات چھپی ہوئی نہیں ہے لہٰذا یہ اولیاء کرام مقبول ہوئے اور وہ فرعون مردود اور یہی فرق فرعون اور حسین منصور کے مقولے میں ہے کہ منصور کا مقولہ ان کی خودی سے نہ تھا انہوں نے اپنی ہستی کو فنا کرنے کے بعد کہا تھا اور فرعون کا مقولہ خودی پر قائم تھا۔ جب اولیاء اللہ پر حال کا غلبہ ہوتا ہے اور وہ بے قابو ہو جاتے ہیں تو وہ یہ راز ظاہر کر دیتے ہیں اور اس حال کو "حالت سکر" کہتے ہیں۔ سکر اور صحو دو مقام ہیں۔ اگر سالک کا شعور اللہ تعالیٰ کی تجلیات وارد ہونے وقت برقرار رہے تو یہ صحو ہے ورنہ سکر ہے۔ حالت سکر کا نہ کوئی اعتبار کیا جاتا ہے اور نہ اہل سکر سے بازپرس ہوتی ہے جیسے مجنونوں سے۔ اس

حالت کے اقوال یقین و دلیل لانے کے قابل بھی نہیں ہوتے بلکہ اہل صحو پر اس کا رد و رکن لازمی اور ضروری ہوتا ہے چنانچہ مشہور ہے کہ حضرت غوث اعظم نے فرمایا کہ منصور کے زمانے میں کوئی ایسا نہ تھا کہ اس کی دستگیری کرتا اگر میں اس وقت ہوتا تو اس کا ہاتھ تھام لیتا یعنی چونکہ اہل صحو پر اس کی روک تھام ضروری ہے تو میں ان کی (منصور) اس بے خودی کی حالت میں دستگیری کرتا اور اپنے باطن سے انہیں ضبط کی قوت عطا کرتا۔ یہ حالت سکر بہت سے اولیاء اللہ پر وارد ہوتی ہے اور اس حالت میں جو کلمات ادا ہوتے ہیں انہیں "شطحیات" کہتے ہیں اور ان کا کچھ اعتبار نہیں ہوتا۔ اس بارے میں دارا شکوہ نے ایک مفصل رسالہ لکھا اور اپنے زمانہ تک ہر طبقے کے شطحیات جمع کئے ہیں۔ جسے اس بارے میں زیادہ معلومات کرنا ہو وہ اس رسالہ کو دیکھے اس وقت کے کلمے کلام الٰہی کا ظل اور عکس ہوتے ہیں۔ بعض اولیاء اللہ اپنی تمام عمر اسی حالت میں ڈوبے رہتے ہیں جیسے حسین منصور قدس سرہٗ اور بعض سے تمام عمر ظاہر نہیں ہوتے اور یہ لوگ ضبط کرنے والوں کے بڑوں اور حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے خاص وارثوں میں شمار ہوتے ہیں جیسے خلفائے راشدین، حضرت امام حسن، حضرت امام حسین اور تمام صحابہ کرام اور حضور غوث اعظم رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔ اور بعض کی حالت مختلف ہوتی ہے کبھی ضبط کی طاقت نہ پاکر راز کھول بیٹھتے ہیں اور جب انہیں افاقہ ہوتا ہے تو فوراً توبہ کرتے ہیں اور رجوع کرتے ہیں اور یہی اس بات کی کافی دلیل ہے کہ یہ حضرات حالت صحو میں ایسے حکموں کے صادر ہونے پر راضی نہیں اور ان کے ظاہر ہو جانے کو اپنی طرف نسبت کئے جانے کو حق نہیں سمجھتے ورنہ توبہ اور ندامت کیوں کرتے، وہ کریں بھی کیا وہ کلام نہ خود ان کی طرف سے ہوتا ہے نہ ان کے حواس کی سلامتی کے وقت ظاہر ہوتا ہے۔ حضرت خواجہ بایزید بسطامی سے کہا گیا کہ یہ کیسی باتیں ہیں جو کبھی کبھی آپ کی زبان سے ہمارے کانوں میں آتی ہیں۔ فرمایا بایزید نے ہرگز یہ کلمے نہیں کہے اور وہ ہرگز نہیں کہہ سکتا۔ لوگوں نے عرض کیا کہ حضرت آپ نے ہی فرمائے ہیں۔ فرمایا اگر تم اب یہ کلمے سنو تو میں تمہیں حکم دیتا ہوں کہ مجھے خنجر سے ختم

کر دیا۔ لوگوں نے خنجروں پر دستانے چڑھا کر رکھ لیا یہاں تک کہ حضرت پر وہ حالت پھر طاری ہو گئی اور آپ نے سبحانی ما اعظم شانی کہنا شروع کیا تو لوگوں نے آپ کے حکم کے مطابق آپ پر خنجر چلائے۔ جو شخص آپ کو خنجر مارتا اس کا زخم خود اس کے بدن پر اسی جگہ آجاتا اور حضرت کے جسم پر کوئی نشان بھی نہ پڑا۔ فرمایا میں نہ کہتا تھا کہ وہ ابو یزید نہیں کہتا وہی فرماتا ہے جسے یہ کہنا زیبا ہے۔ اگر کوئی شخص حالت صحو اور اپنے حواس کی سلامتی کے وقت اس قسم کے کلمے کہے تو وہ زندیق اور مرتد ہو جاتا ہے اور واجب القتل ہے۔ اسی لئے توحید وجودی کو تسلیم کرنے کے باوجود کہتے ہیں کہ جو فرق مراتب نہ کرے وہ زندیق ہے یعنی اگر تو تنزّل کے مرتبوں کا لحاظ نہ کرے اور زید کو اسی شکل اور صورت میں خدا سمجھ لے تو یہ توحید وجودی کہاں رہی کہ تو ممکن کو واجب سمجھنے لگا۔ خلاصہ کلام یہ کہ یہ سخن قال نہیں حال ہے اور جب تک حال وارد نہ ہو کچھ نہیں ہے۔ اس مسئلے میں جب تک آدمی وہاں نہ پہنچے کلام نہیں کر سکتا اس لئے کہ اس کی سمجھ سے پرے اور عقل سے دور ہے۔ یہ سب میں نے اس لئے لکھ دیا کہ اس زمانہ میں اکثر ایسی توحید کے قائل پائے جاتے ہیں تو ان سے میل جول کی ضرورت نہیں ہے نہ الجھنے کی حاجت۔

چھبیّسواں نور

عالموں کی تفصیل میں اولیاء کرام کے پانچ اقوال مشہور ہیں ان میں پہلا عالم غیب مطلق ہے کہ "اعیان ثابتہ" کی جلوہ گاہ ہے۔ دوسرا غیب مضاف، غیب مطلق کے قریب وہ عقول اور نفوس مجردہ ہیں اور یہ عالم ارواح ہے۔ تیسرا غیب مضاف، عالم حس کے قریب اور یہ عالم مثال ہے۔ چوتھا حس مطلق کہ عالم اجسام ہے اور پانچواں جو ان عالموں پر مشتمل ہے۔ صوفیا فرماتے ہیں کہ ہر نیچے والا عالم اپنے اوپر والے عالم کا مظہر ہوتا ہے۔ چنانچہ عالم حس، عالم مثال کا مظہر ہے اور عالم مثال عالم ارواح کا اور عالم ارواح اعیان ثابتہ کا مظہر ہے اور عالم اعیان ثابتہ حضرت الواحدیۃ اور حضرت الاحدیت کا مظہر ہے۔

بعض صوفیا فرماتے ہیں کہ عالم مثال، عالم ارواح اور عالم اجسام کے درمیان برزخ ہے اور اس عالم کی صورتوں پر مشتمل ہے اور چونکہ محسوس اور مقداری ہے اس لئے عالم اجسام سے مشابہت

رکھتا ہے اور اپنی لطافت اور نورانیت کے اعتبار سے عالم ارواح سے مناسبت رکھتا ہے اور اس کا نام ارض حقیقی اور خیال منفصل ہے۔ "شرح فصوص" میں "کاشی" کہتے ہیں کہ حکماء کی اصطلاح میں نفوس کی عکسی صورتوں کو عالم مثال کہتے ہیں۔ اشراقیہ اسی عالم کو روح کا مقام کہتے ہیں اور صوفیا دوسرے عالم کو قبول کرتے ہیں جیسا شیخ اکبر نے "فتوحات" کے تین سو اکیسویں باب میں بیان کیا ہے اور ہم اس کا ذکر عالم برزخ کے ذکر میں کر چکے ہیں۔ اُسے یاد رکھو۔

ستانواں نور

فقیر کے مخلصوں میں سے ایک صاحب کہ اہل علم اور صوفی منش تھے رحمت الٰہی پر تقریر کر رہے تھے اور بیان یہ تھا کہ ذات احدیت تمام عالم کو محیط ہے۔ اس خیال سے کہ شاید بعض ناظرین طلبہ کے حال کے موافق اور خود ان کے مقام کے لائق ہو۔ ان کی روح کے ایصال ثواب کی خاطر ہم اس کا ذکر کرتے ہیں اللہ تعالیٰ انہیں اور ہمیں بخشے۔ وہ فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ دونوں جہاں میں تمہاری مدد فرمائے۔ ان مفہومات میں سے جو تمام مفہوموں کا احاطہ کرلیں کوئی مفہوم نہیں مگر مفہوم موجود کہ وہ تمام مفہومات سے بالا اور تمام موجودہ اشیاء پر حاوی ہے اور اس کا مصداق بعد التحقیق سوائے ذات باری تعالیٰ کے کوئی اور شے نہیں جیسا کہ ہم بیان کریں گے تو اس کی ذات تمام چیزوں پر محیط ہے اور اس کی تفصیل یہ ہے کہ موجود جنس عالی ہے جس کے تحت اور دوسری جنسیں ہیں جیسے جوہر و عرض۔ اور یہ دونوں تمام عالم کو محیط ہیں اس لئے کہ جب ہم موجود میں "فی الموضوع" اور "لافی الموضوع" کی قید بڑھا دیں تو عرض اور جوہر پیدا ہو جاتے ہیں اس لئے کہ عرض اس موجود کو کہتے ہیں جو "فی الموضوع" ہوا جوہر اس موجود کو کہتے ہیں جو "لافی الموضوع" ہو۔ اسی طرح جب ہم جوہر میں قیدیں بڑھا کر اسے مقید کر دیں تو جوہر کی اجناس اور انواع بن جائیں گی اور جب عرض میں کچھ قیدیں بڑھا کر اسے مقید کر دیں تو اعراض کی قسمیں ظاہر ہو جائیں گی تو اب ہم کہتے ہیں کہ جوہر دو حال سے خالی نہیں یا کسی مادہ سے مقرون (ملا ہوا) ہوگا یا مجرد (علیحدہ) پھر جوہر مجرد تعلق کسی مادہ سے ہوگا یا نہیں۔ دوسری صورت کو ہم عقل اور ملک کہتے ہیں اور پہلی

صورت کو نفس اور روح۔ وہ جوہر جو مادّہ سے ملا ہوا ہے وہ طول و عرض اور عمق کے قابل ہوگا اسے ہم جسم کہتے ہیں جسم اگر نمو رکھتا ہے اور نامی ہے تو اسے ہم نباتات کہتے ہیں پھر جسم نامی اگر سانس اور اپنے ارادہ سے متحرک ہو تو اسے حیوان کہتے ہیں اور اگر یہ ناطق بھی ہو تو اسے انسان کہتے ہیں۔ یوں ہی اگر حیوان ناطق اور صاہل ہو تو اسے گدھا اور گھوڑا کہتے ہیں تو لفظ حیوان تمام حیوانوں انسان گھوڑے وغیرہ کو محیط ہے اور جسم نامی تمام نباتات اور حیوانات کی نوعوں کو محیط ہے اور جسم مطلق تمام جمادات اور نباتات اور حیوانات کو محیط ہے اور جوہر تمام عقول و نفوس اور اجسام کو محیط ہے۔ پھر جس طرح تم نے جوہر کو تمام عالم کے جواہر کا محیط سمجھا یونہی عرض کو تمام عالم کے اعراض مثلاً رنگ، شکل ہیئت، کیفیت اور وضع وغیرہ کو سمجھنا چاہئے اور جب تمہیں یہ معلوم ہو گیا کہ موجود مطلق تمام جواہر و اعراض موجودات کو محیط ہے تو موجود تو ذات باری تعالیٰ ہے تو وہی ہر شے کو محیط ہے اور وہی ہر شے کا عالم۔ اب رہی یہ بات کہ موجودات کا مصداق صرف واجب تعالیٰ ہے تو اسکی تشریح یہ ہے کہ عقلی احتمالات سے موجود کے تین معنی ہو سکتے ہیں پہلا وہ موجود جس کا وجود عین ذات ہو، دوسرا وہ موجود جس کا وجود غیر ذات اور زائد ہو لیکن باقتضائے ذات، ذات کو لازم ہے اس سے جدا نہیں اور تیسرا وہ موجود جس کا وجود غیر ذات ہو اور ذات اس کی مقتضی بھی نہ ہو بلکہ اس کا فیض غیر سے پہنچے اور ظاہر ہے اس تیسرے معنی کے لحاظ سے موجود تمام موجودات سے ناقص اور کم ہے اور دوسرے معنی کے لحاظ سے درمیانہ ہے اور پہلے معنی کے لحاظ سے سب سے بالا و برتر اور اشرف ہے اور اس لائق ہے کہ اس کی نسبت ذات واجب کی طرف کی جائے تو اب لازم ہے کہ واجب کو پہلے معنی کے لحاظ سے موجود کہیں یعنی واجب وہ موجود ہے جس کا وجود عین ذات ہو اور باقی موجودات اسی سے موجود ہوں بلکہ وہ خود بھی اس لئے کہ اس کی ذات مقدس ہر نقص اور عیب سے پاک ہے اس کی شان بلند ہے اور دوسرے معنی کے لحاظ سے زیادت، غیریت کا نقص موجود ہے تو دوسرے معنی کو اختیار کرنے اور واجب کو اس کا مصداق

ٹھہرانے میں یہ بات لازم آتی ہے کہ ذات اپنے مرتبۂ ذات میں وجود سے خالی اور دوسرے سے کامل ہو اور یہ دونوں عیب ہیں اور ذات الٰہی کو اس سے پاک جاننا واجب ہے۔ پاکی ہے اللہ کے لئے اس سے جسے یہ کافر اس کا وصف کرتے ہیں اور جب ذات واجب میں دوسرے معنی مراد لینے کی گنجائش نہیں تو تیسرے معنی اس پر کیسے پورے اتر سکتے ہیں۔ لامحالہ موجود کو پہلے معنی کے اعتبار سے لینا ہوگا اور اس کا مصداق ذات واجب تعالیٰ کے علاوہ دوسرا سمجھ میں آہی نہیں سکتا۔ یہ تقریر اس صورت میں ہے کہ مطلق سے تقید کی طرف اور واجب سے ممکن کی تنزل کریں۔ اگر تقریر عروج سننا ہے تو یہی تقریر ذرا سی تبدیلی کے ساتھ عروج کی تقریر ہو جائے گی اس طرح کہ اگر انسان کو ناطق کی قید سے خالی کر دو تو حیوان باقی رہتا ہے اور اگر حیوان کو حساس اور متحرک بالارادہ کی قید سے خالی کر دو تو جسم نامی رہ جاتا ہے اور اگر جسم نامی سے نامی کی قید ہٹا دو تو جسم رہ جاتا ہے۔ اسی طرح جسم سے ابعاد ثلاثہ کی قابلیت دور کر دو تو جوہر مطلق رہ جاتا ہے اور جوہر پر لافی الموضوع کی قید نہ رہے تو موجود باقی رہتا ہے تو بس اللہ باقی ہے اور سب فانی۔ اس کی وجہ کریم کے علاوہ سب چیزوں کو فنا ہے۔

اٹھاونواں نور

ابرار کے قلوب اسرار کی قبور ہوتی ہیں۔

انسٹھواں نور

حضرت جنید بغدادی سے لوگوں نے عرض کیا کہ حضور اس کی کیا وجہ ہے کہ ایک اچھا بھلا آدمی ایک آواز سنتا ہے اور اس کی طبیعت میں ایک بے چینی اور گھبراہٹ پیدا ہو جاتی ہے اور وہ خلاف عادت حرکتیں کرنے لگتا ہے۔ فرمایا اللہ تعالیٰ نے روز ازل آدم علیہ السلام کی اولاد سے الست بربکم کا خطاب فرمایا۔ اس خطاب کی شیرینی اور چاشنی انہیں یاد آجاتی ہے اور اسی وجہ سے وہ رقص کرنے لگتے ہیں یہیں سے یہ نکتہ معلوم ہوتا ہے جو کہتے ہیں کہ سریلی آواز کسی سننے والے کے دل میں کچھ نہیں ڈالتی بلکہ جو کچھ اس کے دل میں ہوتا ہے اس کو ہلا دیتی ہے۔ سید عبدالقادر جیلانی

فرماتے ہیں کہ میں نے تمام روحوں کو دیکھا کہ رب عزوجل کے خطاب "الست بربکم" کے بعد اپنے اپنے قالبوں میں رقص کرتی تھیں۔" یہی سبب ہے کہ سماع ہر انسانی روح کو اچھا لگتا ہے بلکہ بعض حیوان بھی اس کی لذت سے فیض پاتے ہیں تاکہ ان انسان نما صورتوں کے لئے غیرت اور عبرت کا تازیانہ ہو جو چوپایوں کی طرح بلکہ ان سے بھی بدتر ہیں اور اللہ ہی ہدایت دینے والا ہے۔

ساٹھواں نور

ولایت اور ولی کے بارے میں سنو۔ ولایت، ولاسے نام ہے جس کے معنی ہیں نزدیکی اور یہ دو طرح کی ہوتی ہے ا۔ ولایت عامہ اور ۲۔ ولایت خاصہ۔ ولایت عامہ تمام ایمان والوں میں مشترک ہے۔ رب قدوس فرماتا ہے کہ "اللہ دوست دار ہے ایمان والوں کا" اور ولایت خاصہ اہل سلوک میں ان لوگوں کے ساتھ خاص ہے جو واصل بحق ہو چکے اور اس کے معنی ہیں بندے کا ذات الٰہی میں فنا ہو جانا اور ذات الٰہی سے باقی رہنا تو ولی فانی فی اللہ باقی باللہ ہوتا ہے اور فنا کے معنی ہیں سیر الی اللہ کی انتہا اور بقا کا مطلب ہے سیر فی اللہ کی ابتدا۔ اس لئے کہ سیر الی اللہ اس وقت پوری ہوتی ہے جب آدمی اپنے وجود کے صحرا کو سچائی کے قدموں سے ایک دم طے کر لے اور سیر فی اللہ اس وقت ٹھیک ہوتی ہے جب بندہ کو فنا کے بعد اللہ تعالیٰ گندگیوں سے پاک کر دے فقط (نفحات الانس)

اکسٹھواں نور

نفحات میں مذکور ہے کہ صوفی، متصوف، ملامتی اور فقیہ کی پہچان اور باہمی فرق کے لئے یہ قول ہے جو "ترجمۃ المعارف" کے تیسرے باب کی دسویں فصل میں ہے۔ یہ جان لو کہ لوگوں کے مختلف درجوں کے اعتبار سے تین طبقے ہیں پہلی قسم واصلین اور کاملین کا مرتبہ ہے اور یہ اونچا طبقہ ہے۔ دوسری قسم راہ کمال پر چلنے والوں کی ہے اور یہ درمیانی طبقہ ہے۔ تیسری قسم نقصان کے کوچے میں بسنے والوں کی ہے اور یہ بالکل نچلا طبقہ ہے۔ پہلی قسم میں وہ لوگ ہیں جو اللہ کے قریب اور واصل ہیں اور دوسری قسم

والے پرہیزگاروں میں شامل ہیں اور تیسری قسم والے شریروں میں شمار ہوتے ہیں۔ انبیاء علیہم السلام کے بعد خدارسیدہ لوگوں کے دو گروہ ہیں پہلا گروہ مشائخ صوفیہ کا ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مکمل تابعداری کی وجہ سے اللہ تک پہنچے ہیں اور اس کے بعد واپسی میں مخلوق کو اسی فرمان برداری کے راستے پر چلانے کے لئے مقرر ہیں۔ یہ گروہ کامل و مکمل ہے کہ ازلی عنایات اور فضل نے انہیں کثرت کے چشموں اور وحدت کی موجوں میں ڈوب جانے کے بعد فنا کی مچھلی کے پیٹ سے نکالا اور تفرقہ کے کنارے لاکر بقا کے میدان میں ڈال دیا اور انہیں چھٹکارا دیکر مرتبہ بلند فرمایا گیا تاکہ مخلوق کو نجات کا راستہ بتائیں۔ دوسرا گروہ ان لوگوں کا ہے جو خدا تک خود تو پہنچ گئے ہیں لیکن مخلوق کی ہدایت کی ذمہ داری انہیں نہیں دی گئی۔ وہ کاملین میں سے ہیں۔

باسٹھ واں نور

حضرت شاہ حمزہ قدس سرہ نے اپنی بیاض "نفس الکلمات" کی دوسری جلد میں "فواتح" کے حوالے سے تحریر فرمایا کہ ولایت چار قسم کی ہوتی ہے۔ پہلی وہ ولایت جو باطن نبوت مطلقہ ہے دوسری وہ ولایت جو ہر نبی کے ساتھ مخصوص ہے تیسری وہ ولایت مطلقہ جو ہر نبی میں ہے اور یہ سرکار محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں انبیاء کی ولایت کے اقتباس کا طاق ہے اور دوسرے نبیوں میں اولیاء کے اقتباس کا۔ چوتھی ولایت مطلقہ عام جو نبوت کے ساتھ مخصوص نہیں۔ پھر ہر ولایت کا ایک خاتم ہوتا ہے ولایت مطلقہ محمدیہ کے خاتم حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ ہیں اور ولایت محمدیہ مقیدہ کے خاتم شیخ محی الدین ابن عربی قدس سرہ العزیز ہیں۔ اکثر اولیاء کاملین نے اس کی تصدیق کی ہے اور بعض حد سے گزرنے والے فقہاء اور صوفیہ حضرت شیخ ابن عربی کی تکفیر اور برا کہتے میں بہت آگے بڑھ جاتے ہیں۔ ایسوں کا علاج ان کی موجودگی میں خاموشی اور غیر موجودگی میں بھلا دینا ہے بعض صوفیا فرماتے ہیں کہ ولایت مطلقہ محمدیہ کے خاتم امام مہدی ہیں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نسل پاک سے ہیں اور ولایت عامہ کے خاتم حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں۔ شیخ ابن عربی نے فرمایا ہے کہ ولایت عامہ کی ابتدا بھی ہوتی ہے اور انتہا بھی۔ تو ابتدا حضرت آدم علیہ السلام سے

ہوئی اور انتہا حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ہوئی۔

ترسٹھواں نور

اولیاء اللہ کی قسموں کی تفصیل یہ ہے۔ ان میں پہلے چار ہزار کی تعداد میں ہیں اور یہ مخلوق سے پوشیدہ رہتے ہیں بلکہ ایک دوسرے کو بھی نہیں پہچانتے بلکہ خود اپنے اعمال کی حالت نہیں جانتے اور اپنے تمام احوال میں خود اپنے آپ سے اور مخلوق سے پوشیدہ رہتے ہیں۔ تین سو وہ ہیں جو انتظام میں لگے ہوتے ہیں اور دربار خداوندی میں نیکوکاروں کے سردار ہیں انہیں اخیار کہا جاتا ہے۔ انہیں میں سے چالیس وہ اولیاء ہیں جو ابدال کہلاتے ہیں اور انہیں میں سے سات کو ابرار اور انہیں میں سے چار کو اوتاد کہتے ہیں اور تین ان کے علاوہ ہیں جنہیں نقبا کہتے ہیں ان میں سے ایک قطب اور غوث ہوتے ہیں یہ ایک دوسرے کو پہچانتے ہیں اور اپنے کاموں میں ایک دوسرے کے حاجت مند ہوتے ہیں۔ "فتوحات مکیہ" کے مصنف نے ایک سو اٹھانویں باب کی اکتیسویں (۳۱) باب کی اکتیسویں (۳۱) فصل میں سات افراد کو ابدال کہا ہے اور وہیں لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے زمین کو سات ولایتوں میں تقسیم کیا اور اپنے خاص بندوں میں سے سات بندوں کو منتخب کر کے انہیں ابدال کا مرتبہ دیا اور ان میں سے ہر ولایت کی ایک ابدال حفاظت کرتا ہے۔ یہ بھی لکھا ہے کہ میں نے حرم مکہ میں ان سے ملاقات کی اور انہیں سلام عرض کیا۔ ان حضرات نے میرے سلام کا جواب دیا میں نے ان سے کچھ گفتگو بھی کی۔ میں نے ان سے زیادہ خوبصورت کسی کو نہیں دیکھا نہ ان سے زیادہ کسی کو حق میں مشغول پایا۔ پھر فرمایا کہ میں نے ان جیسا کہیں نہ دیکھا ہاں قونیہ (ایک شہر کا نام) میں ایک شخص ضرور ایسا ملا۔

چونسٹھواں نور

اولیاء سے جو بات معمول کے خلاف ظاہر ہو اسے کرامت کہتے ہیں۔ اشاعرہ (ایک فرقہ کا نام) کرامت اولیاء کے قائل ہیں اور معتزلہ (ایک فرقہ کا نام) کرامات کا انکار کرتے ہیں لیکن ابوالحسن بصری معتزلی ہونے کے باوجود کرامت کے قائل ہیں۔ صوفیہ کہتے ہیں کہ آنے والے واقعات کی خبریں دینا۔

زمین کو لپیٹ لینا اور اس قسم کی دوسری باتیں فرشتوں اور جنوں کے ساتھ خاص ہیں اگر کسی ولی کامل سے یہ باتیں ظاہر ہوں تو وہ انہیں فرشتوں اور جنوں کی مدد سے ہوں گی البتہ جن دل کے بھید کی اطلاع نہیں پاتے۔ ملک و ملکوت میں تصرف جیسے زندہ کرنا۔ مار ڈالنا۔ قیدی کو قید سے چھڑا لینا یہ عالم برزخ میں ہوتا ہے۔ عالم ملکوت میں مرید کو داخل کر دینا مرتبہ الٰہیہ ہے۔ ابو عمر دمشقی کا قول ہے کہ جس طرح پیغمبروں پر معجزہ ظاہر کرنا فرض ہے اولیاء پر کرامت کا چھپانا لازم ہے۔ بعض صوفیا نے فرمایا کہ کرامت، اولیاء اللہ کا حیض ہے۔ خواجہ عبداللہ انصاری فرماتے ہیں کہ اگر تم ہوا پر اڑے تو مکھی کے برابر ہوئے اور پانی پر چلے تو تنکے ہوتے۔ دل کو اپنے قابو میں لاؤ تا کہ کچھ ہو جاؤ۔ لوگوں نے حضرت بہاء الدین نقشبند قدس سرہٗ سے کرامت کا مطالبہ کیا۔ ارشاد فرمایا کہ اس سے بڑھ کر کرامت کیا ہوگی کہ اتنے گناہوں کے باوجود زمین پر چل رہا ہوں۔ حضرت ابوالقاسم سمرقندی قدس سرہٗ کچھ لوگوں میں تشریف فرما تھے ایک بزرگ آپ کی زیارت کو آئے اور آپ کو مشغول پا کر حوض میں اپنا مصلیٰ ڈال کر نماز پڑھنے لگے۔ ابوالقاسم نے فرمایا کہ یہ کام تو بچوں کا ہے ارے مرد تو وہ ہے جو مخلوق میں پھنسا ہو اور اس کا دل حق میں پھنسا ہو۔ حضرت شیخ ابوسعید ابوالخیر سے لوگوں نے کہا کہ فلاں شخص پانی پر چلتا ہے فرمایا یہ کچھ مشکل نہیں کہ بطخ اور ممولا (ایک چڑیا کا نام) بھی پانی پر چلتے ہیں۔ لوگوں نے کہا وہ ہوا میں اڑتا ہے فرمایا چیل اور مکھی بھی ہوا میں اڑتے ہیں۔ لوگوں نے کہا وہ پل بھر میں ایک شہر سے دوسرے شہر پہنچتا ہے فرمایا شیطان ایک سانس میں مشرق سے مغرب چلا جاتا ہے لیکن اس کی کوئی قدر و قیمت نہیں۔ مرد تو وہ ہوتا ہے جو مخلوق میں رہ کر اس سے محبت اور تعلق رکھے، شادی بیاہ کرے، اخلاق میں الجھ جائے لیکن پھر بھی اس کا دل خدا سے غافل نہ ہو۔" میں نے اپنے دادا اور مرشد (شاہ آل رسول رضی اللہ عنہٗ) سے بھی یہی سنا صرف الفاظ میں کچھ فرق تھا۔ سب سے زیادہ جلالت اور عظمت والی کرامت یہ ہے کہ آدمی اکیلے اور مجمع دونوں جگہ اللہ کی عبادت میں لطف اٹھائے اور تمام حالات میں

اللہ سے راضی رہے۔ سبحان اللہ جو ان باتوں کو سمجھ لے وہی اس کی مٹھاس اور لذت سے واقف ہو سکتا ہے۔

پینسٹھواں نور اے عزیز یاد رکھ کہ ولایت ولا سے نکلی ہے جس کے معنی قرب کے ہیں اور اس کی دو قسمیں ہیں ایک ولایت عام جیسا کہ رب عزوجل فرماتا ہے اللہ دوست دار ہے ایمان والوں کا اور دوسری ولایت خاص جس کے معنی ہیں بندے کا حق میں فنا ہو جانا اور حق سے باقی رہنا۔ تو ولی وہی ہے جو فانی فی اللہ اور باقی باللہ ہو۔ فنا کا مطلب ہے سیر الی اللہ کی انتہا اور بقا کے معنی ہیں سیر فی اللہ کی ابتدا۔ ابو علی جرجانی نے کہا کہ ولی وہ ہے جو اپنا حال فنا کر چکا اور مشاہدۂ حق میں باقی ہے۔ اسے نہ اپنے نفس کی خبر ہے نہ غیر اللہ کا اس پر کوئی اثر ہے (نفس الکلمات)۔

چھیاسٹھواں نور شیخ فریدالدین عطار فرماتے ہیں کہ اللہ عزوجل کے ولیوں میں ایک گروہ وہ بھی ہے جنہیں مشائخ طریقت "اویسیہ" کہتے ہیں۔ انہیں بظاہر کسی پیر کی حاجت نہیں ہوتی کیونکہ وہ حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی تربیت گاہ میں بلا واسطہ پرورش پاتے ہیں چنانچہ حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہی بلند مقام تھا اور یہ بڑا اونچا مقام ہے۔ یہ تو فضل الٰہی ہے جسے اللہ چاہے عطا کرے۔ بہت سے مشائخ طریقت کو بھی سلوک کی ابتدا میں اس مقام کی طرف توجہ نصیب ہوتی ہے جیسے شیخ ابوالقاسم گرگانی طوسی، جن سے حضرت نجم الدین کبریٰ کے مشائخ کا سلسلہ ملتا ہے۔ حضرت ابوسعید ابوالخیر اور ابوالحسن خرقانی بھی اسی طبقے سے ہیں کہ آپ اپنے اذکار کے شروع میں ہمیشہ اویس اویس کہتے تھے۔

سڑسٹھواں نور یاد رکھو کہ تمام اولیاء اللہ اگرچہ بحیثیت ولایت برابر ہیں لیکن از روئے فضیلت تلك الرسل فضلنا بعضهم علی بعض کے موافق کئی قسموں میں تقسیم ہو جاتے ہیں اور ان میں ہر گروہ کا ایک

خاص مذہب اور مشرب ہوتا ہے۔ اسی لئے اولیاء اللہ کے ہر طبقے کو ان کے خاص ناموں سے یاد کیا جاتا ہے بعض کو صوفیہ بعض کو متصوفہ۔ بعض کو ملامتیہ بعض کو اویسیہ کسی کو فقیر کسی کو قلندر کسی گروہ کو ابدال کسی کو ابطال۔ کسی جماعت کو سیاح کسی کو اوتاد اور ایسے ہی ناموں سے یاد کرتے ہیں جیسے بیس اولیاء، چالیس بدلاء۔ اولیاء عریف۔ افراد۔ عرائس اللہ۔ نقباء۔ نجباء۔ عمدا۔ اقطاب، قطب الاقطاب، لیکن ان نسبتوں کے اختلاف اور ان فرقوں کی علیحدہ علیحدہ نوعیت کے باوجود یہ سب ایک ہی رشتے میں جڑے ہوئے اور ایک ہی لڑی میں پروئے ہوتے ہیں۔

چوتھا لمعہ

سلوک میں

پہلا نور اللہ تمہیں دونوں جہاں میں بھلائی کی توفیق دے یاد رکھو کہ جب کوئی سچا سالک راہ سلوک کے بیابان میں اپنا قدم رکھتا ہے اور وصال الٰہی حاصل کرنا چاہتا ہے تو اسے حضرت میر سید محمد کالپوی رحمۃ اللہ تعالیٰ کے رسالہ مبارکہ "عمل معمول" پر عمل کرنا چاہیئے۔ یہ رسالہ نوسکھیوں کے لئے بہت فائدہ مند اور کافی ہے میں رسالہ کی نقل کرتا ہوں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم بے حد حمد و صلوٰۃ کے بعد برادران دینی کو نصیحت ہے کہ اپنے عقائد کو پہلے کے نیک بندوں کے مطابق رکھیں اور جنت و دوزخ، ثواب و عذاب حور و قصور اور جو کچھ قرآن اور احادیث نبوی میں ہے جس پر صوفیاء کرام اور علمائے ظاہر کا اعتقاد ہے، ان سب پر اعتقاد رکھیں ہمیشہ باوضو رہیں اور ہر وضو کے بعد دو رکعت نفل تحیۃ الوضو اپنے اوپر لازم کرلیں کہ مشائخ کے نزدیک بڑا کام ہے اور اس سے جڑ مضبوط ہوتی ہے بے وضو کھانا نہ کھائیں اور کھانے کے بعد دو رکعت نفل تحیۃ الطعام ادا کریں جیسا کہ اس ناچیز فقیر (میر سید محمد کالپوی) کا معمول ہے اور کھانے سے فارغ ہو کر یہ دعا پڑھیں الحمد للہ الذی اطعمنی ھذا الطعام الحمد للہ الذی رزقنی ھذا الطعام من غیر حول ولا قوۃ منی الحمد للہ الذی اطعمنی وسقانی وجعلنی

من المسلمین (خدا کا شکر ہے جس نے یہ کھانا کھلایا خدا کا شکر جس نے یہ غذا بخشی، مجھ میں نہ اس کے پھیرنے کی طاقت نہ کمانے کی قوت، خدا کا شکر جس نے مجھے کھانا کھلایا پانی پلایا اور مسلمانوں میں بنایا) صحیح احادیث میں ہے کہ جو شخص کھانے کے بعد یہ دعا پڑھے اس کھانے کا کوئی حساب نہیں لیا جائے گا۔ اس کے بعد سات مرتبہ سورۂ قریش پڑھے۔ دوسرے یہ کہ رات کے آخری حصے میں اٹھ کر نماز تہجد پڑھے اور بارہ رکعت چھ سلام سے اس طرح ادا کرے کہ ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد سورہ اخلاص تین تین بار پڑھے۔ اس نماز کو کبھی نہ چھوڑے کہ اس نماز کی بڑی تاثیر اور بہت فائدے ہیں۔ جب آخری رات میں اٹھے تو سوتے سے اٹھ کر پہلے یہ اشعار پڑھے۔

؎ دردلم افگن کہ پشیمان شوم — بر رہم آور کہ مسلمان شوم
اے کسی ما بیکسی ما ببین — قافلہ شد واپسی ما ببین
رزق من از عالم غیب رساں — واز طمع ہیچو خودم وارہاں
باد تو ز سبزہ و گلزار فارغیم — با چشم تو ز بادہ و خمار فارغیم
خانہ گرو نہادۂ در کوئے تو مقیم — دوکان خراب کردہ و از کار فارغیم
رختے کہ داشتیم بیغما برد عشق — از سود و از زیاں و بازار فارغیم
بر رفت و بر گذشت سر ما ز آسماں — کز ذوق عشق از سر و دستار فارغیم
گرچہ من سر بسر گنہ کردم — نامۂ عمر خود سیہ کردم
تو بریں نامۂ سیاہ مبین — کرم خویش بیں گناہ مبین
یارب بہ رہانیم ز حرماں چہ شود — راہے بدہم بکوئے عرفان چہ شود
بس گبر کہ از کفر مسلماں کردی — یک گبر دگر کنی مسلماں چہ شود
یارب دل پاک و جان آگاہم دہ — آہ شب و گریۂ سحرگاہم دہ
در راہ خود اول ز خودی بیخود کن — وانگاہ ز بیخودی بخود راہم دہ

بر عمل خویش نہ دارم امید — بر کرم تست مرا تکیہ امید
چارہ من ساز کہ بیچارہ ام — گر تو نہ سازی بکہ رو آدرم
جز در تو قبلہ نخواہم نساخت — گر ننوازی تو کہ خواہد نواخت
یک ذرہ عنایت تو اے بندہ نواز — بہتر ز ہزار سال تسبیح و نماز
تنہا غم دل گفتن بایار چہ خوش باشد — سر بر قدمش بردن ہر بار چہ خوش باشد
اگر کار یک کس بسامان شود — ز دریائے رحمت چہ نقصان شود
الٰہی عبدک العاصی اتاکا — مقرا بالذنوب وقد دعاکا
فان تغفر فانت لذاک اہل — وان تطرد فمن یرحم سواکا
بادشاہا جرم ما را در گزار — ما گنہگاریم تو آمرزگار
تو نکو کارے و ما بد کردہ ایم — جرم بے اندازہ بیحد کردہ ایم
سالہا در بند عصیاں گشتہ ایم — آخر از کردہ پشیماں گشتہ ایم
دائما در فسق و عصیاں ماندہ ایم — ہم قرین نفس و شیطاں ماندہ ایم
روز و شب اندر معاصی بودہ ایم — غافل از امر و نواہی بودہ ایم
بے گنہ نگذشت برما ساعتے — با حضور دل نہ کردم طاعتے
بر در آمد بندہ بگریختہ — آبروئے خود ز عصیاں ریختہ
ہست امید مغفرت از لطف تو — زانکہ خود فرمودہ لا تقنطوا
بحر الطاف تو بے پایاں شدہ — نا امید از رحمت شیطان شدہ
نفس و شیطان زد کریما راہ من — رحمتت باشد شفاعت خواہ من
چشم دارم کز گنہ پاکم کنی — پیش ازاں کاندر لحد خاکم کنی
اندراں دم کز بدن جانم بری — از جہاں با نور ایمانم بری

' دیہی اشعار تہجد کے بعد بھی پڑھے۔ تہجد اور مناجات سے فارغ ہو کر ذکر اور

باطن کے اوراد میں مصروف رہے یہاں تک کہ صبح صادق نمودار ہو جائے پھر نماز فجر سے پہلے رزق حلال کی زیادتی کے لئے یَارَزَّاقُ سو بار پڑھے اول آخر درود شریف اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِکْ وَسَلِّمْ پڑھیں۔ پھر نماز فجر ادا کریں پھر ذکر میں مشغول ہوں پھر کشائش رزق اور مغفرت کے لئے سو بار یَاغَفُوْرُ اور سو بار یَاغَفَّارُ پڑھیں اول آخر درود شریف۔ پھر اسی جگہ بیٹھے رہیں اور جب آفتاب ایک نیزہ بلند ہو جائے تو دو رکعت نماز اشراق پڑھے کہ ہر رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد تین تین بار سورۂ اخلاص۔ نماز کی نیت یوں کرے کہ نیت کی میں نے دو رکعت نماز اشراق کی واسطے اللہ تعالیٰ کے تقرب الٰہی کے لئے منہ میرا کعبہ شریف کی طرف اَللّٰہُ اَکْبَرُ۔ پھر باطن کے سبق کی طرف مشغول ہوں اور کوئی وقت بھی سبق باطن سے خالی نہ جانا چاہیے۔ کھڑے بیٹھے لیٹے اس میں مشغول رہیں اور جب چاشت کا وقت آئے تو بارہ رکعت تین سلام کے ساتھ پڑھیں اور یہ نیت کرے کہ نیت کی میں نے چار رکعت نماز چاشت واسطے اللہ تعالیٰ کے تقرب الٰہی کے لئے۔ منہ میرا کعبہ شریف کی طرف اَللّٰہُ اَکْبَرُ۔ اور ہر رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد سورۂ اخلاص تین تین بار پڑھیں اور اس نماز کو بھی قضا نہ ہونے دیں کہ اس میں کثیر ثواب اور بے شمار فائدے ہیں اور مغرب کے بعد چھ رکعت نماز اوّابین تین سلام سے پڑھے۔ نیت یوں کرے کہ نیت کی میں نے دو رکعت نماز اوّابین کی واسطے اللہ تعالیٰ کے تقرب الٰہی کے لئے منہ میرا کعبہ شریف کی طرف اَللّٰہُ اَکْبَرُ اور ہر رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد تین تین بار سورۂ اخلاص پڑھیں اس کے بعد پھر دو رکعت نماز نفل حضرت فریدالدین گنج شکر کی روح کو ایصال ثواب کی نیت سے پڑھیں۔ نیت یوں کریں کہ نیت کی میں نے دو رکعت نماز نفل واسطے اللہ تعالیٰ کے حضرت فریدالدین گنج شکر کی روح کو ہدیہ اور تقرب الٰہی کے لئے منہ میرا کعبہ شریف کی طرف اَللّٰہُ اَکْبَرُ۔ پھر دو رکعت نماز نفل حضرت خواجہ بہاءالدین نقشبند کی روح کو ہدیۂ ثواب کی غرض سے اس نیت سے پڑھیں کہ نیت

کی میں نے دو رکعت نماز نفل واسطے اللہ تعالیٰ کے خواجہ بہاءالدین نقشبند کی روح کو ہدیہ ثواب اور تقرب الٰہی کے لئے منہ میرا کعبہ شریف کی طرف اَللّٰہُ اَکْبَرُ۔ پھر دو رکعت نماز نفل حضرت پیران پیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، کی روح پر فتوح کو ہدیہ ثواب کی غرض سے اس نیت سے پڑھیں کہ نیت کی میں نے دو رکعت نماز واسطے اللہ تعالیٰ کے 'غوث اعظم حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی کی روح کو ہدیہ ثواب اور تقرب الٰہی کے لئے منہ میرا کعبہ شریف کی طرف اَللّٰہُ اَکْبَرُ۔ اس کے بعد دو رکعت نماز اپنے ایمان کی سلامتی کی نیت سے پڑھیں اور ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد سورۂ اخلاص کی جگہ پانچ پانچ یہ آیۃ پڑھیں رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ ھَدَیْتَنَا وَھَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْکَ رَحْمَۃً اِنَّکَ اَنْتَ الْوَھَّابُ پھر سلامتی ایمان کے لئے دو رکعت اور پڑھیں پہلی رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد سورۂ اخلاص سات مرتبہ اور ایک مرتبہ سورہ فلق اور دوسری رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد سورہ اخلاص سات مرتبہ اور سورۂ ناس ایک بار پڑھیں اور عشا کی نماز کے بعد دونوں جہاں میں فراخی رزق کے لئے سو مرتبہ یَا فَتَّاحُ پڑھیں اور اس کے معنی کا دل میں تصور جمائیں اس لئے کہ اسمائے الٰہیہ میں سے کسی اسم کو اس کے معنی کا تصور کئے بغیر پڑھنا کوئی فائدہ و نفع نہیں رکھتا۔ ہاں اول آخر درود شریف بھی ہو اور عشا کی نماز کے بعد دونوں جہاں میں فراخی رزق کے لئے ایک بار افتح رزقی یا فتاح (اے فتاح میرا رزق کھول دے) اور سو مرتبہ ھوالحق ھوالباسط پڑھیں اور اس کے معنی کا دل میں تصور رکھیں۔ یہ اسم اس خاکسار (میر سید محمد کالپوی) کو عالم باطن سے الہام ربانی کے ذریعہ پہنچا ہے اس کے بعد سو مرتبہ لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم پڑھیں اول آخر درود شریف اس کے بعد سورہ مزمل اس ترتیب سے پڑھیں کہ اول دس مرتبہ درود شریف پھر ایک مرتبہ آیۃ الکرسی اور تین مرتبہ یہ دعا پڑھیں استغفر اللہ الذی لا الٰہ الا اللہ ھوالحی القیوم واتوب الیہ (میں مغفرت چاہتا ہوں اس اللہ کی جس کے

سوا کوئی سچا معبود نہیں، وہی حیّ و قیوم ہے اور میں اس کی جناب میں توبہ کرتا ہوں) اس کے بعد مع اعوذ باللہ اور بسم اللہ تین مرتبہ سورہ مزمّل پڑھیں اور اعوذ باللہ اور بسم اللہ ہر بار پڑھیں، اس سے تمام دینی و دنیوی حاجتیں پوری ہوں گی۔ جب سونے کا وقت آئے تو سو مرتبہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھے اور سو مرتبہ لا الٰہ الا اللہ الحلیم العظیم اور پچیس مرتبہ سورۂ اخلاص اور دس مرتبہ سبحان اللہ والحمد للہ و لا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر اور پھر کلمۂ طیبہ کافی تعداد میں پڑھکر سو جائے۔ کبھی کبھی اس ذکر میں بھی مشغول ہو اس ذکر کو خواص کا ذکر کہا جاتا ہے۔ بڑی تاثیر اور برکت والا ہے۔ دائیں جانب کہے حق پھر بائیں جانب کہے حق پھر سامنے کہے حق پھر دل پر حق کی ضرب لگاتے اور اس ذکر کے وقت یہ خیال رکھے دائیں، بائیں، سامنے اور دل میں حق ہے اس کے سوا کچھ نہیں۔ یہ ذکر بہت نفع بخش اور فائدہ مند ہے جو اس ذکر میں مشغول ہوا محروم نہیں رہا اور ایک دوسرا ذکر ہندی زبان میں حضرت فریدالدین گنجشکر سے منقول ہے اس ذکر میں بھی مشغول رہیں۔ دائیں طرف کہیں "اُونہا تو" بائیں طرف کہیں "اُونہا تو" سامنے کہیں "اُونہا تو" اور پھر دل پر ضرب لگائیں "اینہا تو"۔ یہ ذکر چار ضربی ہے اس ذکر سے دل میں ذوق پیدا ہوتا ہے۔ یہ ذکر ہندی زبان میں بڑا لطف دیتا ہے اور حضوریٔ دل لاتا ہے اس کا ناغہ نہ کرے اور آخر شب میں نماز تہجد کے بعد اگر اس ذکر میں مشغول ہوں اور دن میں بھی غیروں سے وقت خالی پاکر اسے کرتے رہیں تو پورا پورا فائدہ ملے گا اور ہاں قرآن پاک کی تلاوت روز کریں کم و بیش ایک پارہ روز پڑھیں اور جو کچھ اس میں کہا گیا اور لکھا گیا ہے اس پر ہمیشہ قائم رہیں کبھی غفلت نہ برتیں نمائش اور شہرت کا ارادہ نہ کریں کہ جب نمائش اور شہرت کا دخل ہوتا ہے تو سارے اعمال خراب ہو جاتے ہیں۔ سلام ان پر جو حق کی پیروی کرتے ہیں۔ یہاں پر حضرت سید محمد کالپوی کا رسالہ ختم ہوا۔

اب یہ فقیر (ابوالحسین احمد نوری) عرض کرتا ہے کہ اس رسالے کے مطابق اوقات

کی پابندی بہت مشکل اور دشوار ہے اس کی وجہ ظاہر ہے بیان کرنے کی ضرورت نہیں میں ایک مختصر خاکہ لکھتا ہوں اس پر اپنی کوشش بھر عمل کریں تو فائدے سے خالی نہ رہیں گے۔ فرض نمازوں کی پابندی اور با جماعت ادائیگی کے بعد ایسی روش اختیار کریں کہ تہجد کی عادت پڑ جائے اور یہ راہ سلوک کی اہم چیز ہے اور اس وقت سے طلوع آفتاب تک نماز اشراق ادا کرنے کے بعد کچھ اذکار سے اذکار کرتے رہیں یہاں تک کہ چار گھڑی دن چڑھ آتے۔ اب نماز چاشت ادا کرکے روزی حاصل کرنے کی طرف توجہ کریں یہاں تک کہ دوپہر ہو جائے۔ اب کچھ کھا پی کر تھوڑی دیر قیلولہ کریں۔ قیلولہ کے بعد ظہر کی نماز سے فارغ ہو کر پھر کچھ قرآن اور درود شریف پڑھیں اور پھر گزارے کے قابل کمانے کی فکر کریں یہاں تک کہ عصر کا وقت آجائے اور عصر کی نماز ادا کریں پھر باطنی سبق کی طرف توجہ کریں یہاں تک مغرب کا وقت آجائے۔ نماز مغرب کے بعد اوابین پڑھیں اور اپنے اہل وعیال کی طرف متوجہ ہوں یہاں تک کہ عشا کا وقت آجائے تو عشا کی نماز پڑھ کر کچھ کھانا کھا کر باوضو درود پڑھتے ہوئے سو جائیں۔ اگر نماز تہجد نہ پڑھ سکتے ہوں تو صبح جلدی اٹھیں اور جو اوراد میں نے لکھے ہیں انہیں پورا کریں۔ اس زمانے میں یہی کافی ہے البتہ ہمارے مرشد نے فرمایا کہ عصر اور مغرب کے درمیان کا وقت ذرا مشکل ہوتا ہے اسے نباہنے میں حد بھر کوشش کریں۔

دوسرا نور

ذکر الٰہی اتنا کرو کہ دوسرے تمہیں مجنوں کہیں اگرچہ خیر الامور اوسطھا (بہترین کام میانہ روی ہے) کے اعتبار سے زیادتی کسی کام میں درست نہیں مگر ذکر الٰہی میں اس کی اجازت اور چھوٹ ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ ذکر الٰہی کی کثرت کرو یہاں تک لوگ کہیں کہ یہ مجنون ہے۔ یہ روایت "معجم الطبرانی الکبیر" اور "ابن السنی" کی کتاب عمل الیوم واللیل میں حضرت معاذ بن جبل سے مروی ہے۔

تیسرا نور

عبادت میں دکھاوا نہ کرو اس لئے کہ دکھاوے سے عمل برباد ہو جاتے ہیں کسی کے دیکھنے نہ دیکھنے کی طرف توجہ ہی

نہ دو۔ عبادت خدا کے لئے ہی کرو یہی بارگاہ خداوندی میں قابل قبول ہے۔ نفلی عبادتیں سب کے سامنے نہ کرو بلکہ چھپ کر کرو۔

چوتھا نور اہل سلوک کیلئے راہ سلوک میں سات قسم کی غلطیاں ہو سکتی ہیں پہلی اعراض یعنی طالب کی مطلوب سے ذرا سی بے توجہی، دوسری حجاب یعنی طالب و مطلوب کے درمیان ایک پردہ سا آجائے اور طالب مطلوب کو نہ دیکھے، تیسری انفاصل یعنی طالب و مطلوب کے درمیان جدائی، چوتھی سلب یعنی طالب کو مطلوب سے جو نسبت حاصل تھی اس میں کمی ہو جائے، پانچویں سلب قدیم یعنی نسبت سلب ہوتے عرصہ گزر چکا اور اب بھی گذر رہا ہے، چھٹی تسلی یعنی مطلوب کو طالب کی طلب کی کوئی پرواہ نہیں اور اس سے کوئی رشتہ نہ رہا۔ طلب کرے یا نہ کرے، ساتویں عداوت یعنی طالب و مطلوب میں دشمنی پیدا ہو گئی اور مطلوب، طالب کی طلب کو برا جانتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے اس غضب اور محرومی سے پناہ اس عداوت کا کوئی علاج نہیں بلکہ ایمان کے سلب ہونے کا ڈر ہے اور اگر اس کا علاج نہ کیا جائے تو ہوتے ہوتے آخر میں یہی نوبت آتی ہے تو ضروری ہے کہ پہلی بھول پر ہی ہوشیار ہو جائے تاکہ بعد والی غلطیاں نہ ہوں ورنہ دین و دنیا دونوں کا کھلا ہوا نقصان ہے۔ اللہ ہماری حفاظت کرے، اللہ ہمیں محفوظ رکھ الٰہی ہمیں اپنی حفاظت میں لے۔

پانچواں نور آنے والے حالات کا اگر کشف ہو جائے تو جب تک وہ واقع نہ ہو جائیں، اُن پر نہ تو خود اعتبار کرے نہ مخلوق کو بتلائے کیونکہ وہ واقعہ نہ ہونے کی صورت میں جھوٹا مشہور ہو جائے گا اس لئے کہ شان خداوندی ایک ہی عنوان پر نہیں ہے بلکہ کل یوم ھو فی شان (وہ ہر روز ایک نئی شان میں ہے)۔ تو جس وقت وہ بات تجھے کشف سے معلوم ہوئی ہو سکتا ہے وہی صحیح اور درست ہو اور اب شان پروردگار لطف سے قہر کی طرف یا قہر سے لطف کی طرف آگئی اور تیرے علم کے خلاف ظاہر ہوا تو تو اس کے اظہار کی وجہ سے نادم اور شرمندہ ہو گا اور جھوٹا قرار پائے گا اور چھوٹے بڑے تجھ پر ہنسیں گے۔ یہ نصیحت حضور غوث اعظم کی ہے۔ واللہ اعلم بالصواب والیہ المرجع و

والمعاب۔

چھٹواں نور

اتنا کھاؤ کہ زندہ رہکر عبادت کر سکو۔ اتنا نہ کھاؤ کہ بیمار ہو جاؤ۔ ایک قابل حکیم کسی شہر میں ایک سال رہا اس دوران وہاں کوئی بیمار نہ ہوا۔ لاچار حکیم وطن واپس آگیا۔ لوگوں نے پوچھا کہ کیوں لوٹ آئے؟ جواب دیا میں نے وہاں قیام کرنے کی ضرورت نہ سمجھی اس لئے کہ وہاں کے آدمی خوب بھوک کا لحاظ رکھتے ہیں یعنی جب بھوک غالب آتی ہے، کھانا کھا لیتے ہیں اور تھوڑی سی بھوک باقی رہتی ہے تو ہاتھ سمیٹ لیتے ہیں اس لئے وہ بیمار نہیں ہوتے۔ بعض تاریخ داں یہ واقعہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس کا بیان کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ روم کے کسی بادشاہ نے اس حکیم حاذق کو صحابہ کرام کے علاج معالجہ کے لئے بطور نذرانہ روانہ کیا تھا، یہ حکیم تقریباً ایک سال مقیم رہا لیکن وہاں کوئی بیمار ہی نہ ہوا تو یہ واپس روم چلا گیا اور صحابہ کرام کی یہ حالت اور عادت بادشاہ کو بتائی تمام حاضرین دربار کو حیرت ہوئی اور سب نے اسلام کی خوبیوں کا اعتراف کیا۔

ساتواں نور

ہمیشہ باوضو رہو تاکہ تمہاری روزی میں برکت ہو اور اگر ہمیشگی نہ کر سکو تو اکثر اوقات باوضو رہو اور اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو کم از کم پانچوں وقت تازہ وضو کرو اور اگر کسی بیماری کی وجہ سے یہ بھی نہ کر سکو تو اپنی طاقت اور کوشش بھر ضرور اس پر عمل کرو تاکہ رزق میں ترقی اور برکت کا باعث ہو۔

آٹھواں نور

اس بات سے ہمیشہ ڈرتے رہو کہ خاتمہ برا نہ ہو۔ خاتمہ کی برائی دو طرح کی ہوتی ہے ایک تو یہ کہ معاذاللہ ایمان ہی سلب ہو جائے اور دوسری یہ کہ دنیا کے خیال اور محبت میں مر جاتے یعنی آخری وقت میں دنیا کے مال و متاع، بیوی بچوں اور دوستوں کی محبت کا خیال ہو اور یہی دنیا ہے۔ یہ بھی خاتمہ کی برائیوں سے ہے اور اس صورت میں آدمی گنہگار مرتا ہے اور اس خیال کی وجہ سے

وہ کچھ سختی اٹھاتا ہے اور پھر نجات پا جاتا ہے۔ خدا کے خاص بندے اس برے انجام سے ڈرتے ہیں تو تم کیا چیز ہو کہ بے فکر پڑے ہو۔ یا اللہ ہمیں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور سیدنا غوث اعظم کے طفیل دونوں برائیوں سے محفوظ رکھ۔

نواں نور

ابلیس لعین کی ذریت میں دو شیطان ہیں جب انسان بالغ ہوتا ہے تو وہ دونوں آتے ہیں اور اس کے دل میں بس جاتے ہیں ایک اس کے ایمان میں عقائد ایمانیہ کی طرف سے خدشے پیدا کرتا ہے اور اسے بہکاتا ہے کہ تو (آدمی) بن دیکھے خدا پر ایمان کیسے لایا کہ وہ ایک ہے، ہو سکتا ہے کہ دو یا زیادہ ہوں اور ہونا بھی چاہیئے کہ اتنے وسیع عالم کے کام ایک خدا کیسے پورے کر سکتا ہے اور تو نے انبیاء کی بغیر دیکھے تصدیق کیسے کر دی، ہو سکتا ہے کہ انہوں نے اپنی عظمت کی بنا پر یہ دعویٰ کیا ہو اور معجزات کوئی اہم چیز نہیں ایسے کام تو جادوگروں سے بھی ظاہر ہوتے ہیں شاید یہ بھی اسی جنس سے ہوں اور تو نے بلا دیکھے فرشتوں پر کیسے یقین کر لیا۔ غرض اسی طرح کے خطرے اور وسوسے اس کے اسلامی عقیدہ دل میں ڈالتا ہے اور دوسرا شیطان دین کی شاخوں نماز روزہ وغیرہ میں شک اور وسوسہ پیدا کرتا ہے کبھی کہتا ہے نماز ادا نہیں ہوئی فلاں رکن بھول گیا۔ وضو صحیح نہیں ہوا تو نے مسح نہیں کیا یا تعدہ کیوں کرتا ہے یہ تو پہلی یا تیسری رکعت ہے، روزہ میں تو نے نیت ہی نہیں کی یا پانی حلق سے اتر گیا اور اسی طرح کی واہی تباہی باتیں دل میں ڈالتا ہے اس لئے انسان دین سے دور جا پڑتا ہے یہاں تک کہ پاگل ہو سکتا ہے اور معاذ اللہ بعض تو الحاد اور بد دینی تک پہنچ جاتے ہیں۔ اللہ ہمیں ان دونوں شیطانوں کے شر سے بچائے آمین۔ تو انسان کو چاہیئے کہ ان دونوں دشمنوں کی باتوں اور وسوسوں پر عمل نہ کرے بلکہ اس کے خلاف عمل کرے۔ اگر شیطان رات کہے تو یہ دن کہے اور اگر وہ دن کہے تو یہ رات کہے تاکہ وہ شرمندہ ہو کر لوٹ جائیں۔ ان مردودوں کی یہ عادت ہے کہ ذرا ان کی طرف دھیان دیا یا غور کیا تو ان کی ہمت بڑھ جاتی ہے اور ان کی طرف سے لاپروائی اختیار کر کے ذکر الٰہی کی طرف متوجہ ہوا

جائے تو یہ مجبور ہو کر بھاگ جاتے ہیں۔ تو جس وقت انسان کے دل میں کوئی وسوسہ آئے تو یہ سمجھ لے کہ یہ میرے دل سے نہیں بلکہ دل میں کوئی اور آدھمکا ہے اور ایسا کہہ رہا ہے اور میں اس کو اللہ کی مدد کے بغیر دور کرنے کی طاقت نہیں رکھتا۔ میں تو اپنے خدا کا ایمان دار اور فرماں بردار اور خدا کے آگے سر جھکانے والا بندہ ہوں جو پہلے تھا۔ اس خیال کی وجہ سے یہ اپنے دین پر مضبوط رہے گا۔ اور عبادت گزار رہے گا اور شیطانی وسوسوں سے چھٹکارا پائے گا۔ بدی سے پھیرنے اور نیکی کی طرف رغبت دینے کی طاقت اور طاقت صرف اللہ کی طرف سے ملتی ہے جو بلندی اور عظمت والا ہے۔

دسواں نور

رب عزوجل تک رسائی نہ خاص ذکر و شغل سے ہے نہ اس کا راستہ ذکر و شغل پر منحصر ہے۔ اللہ تک رسائی کی بہت سی راہیں ہیں تو جس راہ سے خدا تک رسائی ہو جائے اور اس سے اطمینان ہو جائے وہی تیرے لئے ذکر اور شغل ہے اسی کو اللہ تک رسائی کا راستہ سمجھو اور اسی پر عمل کرو۔ صوفیاء کرام فرماتے ہیں کہ خدا تک رسائی کے راستے مخلوق کی سانسوں کے برابر ہیں (یعنی بے شمار ہیں)۔ اگر کسی شخص کو یہ راستہ دینی کتابوں کے مطالعہ سے حاصل ہو اور اسے اطمینان نصیب ہو تو اس شخص کے لئے یہی راستہ ذکر اور شغل ہے اور اگر کسی کو نیک بندوں کی صحبت سے نصیب ہو جائے تو یہی صحبت اس کے لئے ذکر اور شغل ہے چنانچہ علماء کرام فرماتے ہیں کہ ذکر کی فضیلت صرف تسبیح تہلیل میں منحصر نہیں بلکہ کسی کام میں رب عزوجل کی اطاعت کرنے والا ذاکر ہے۔ میں نے یہ بات اپنے شیخ رضی اللہ عنہ کی تعلیم سے لکھی اور اس ولی (شاہ آل رسول) نے یہی ارشاد فرمایا۔

گیارہواں نور

ہمارے مشائخ کا اس میں اختلاف ہے کہ قیام اور سفر میں کون بہتر ہے۔ ایک جماعت وطن میں قیام کو پسند کرتی ہے اور دوسرا گروہ سفر کو ترجیح دیتا ہے۔ اب اس میں حکمت کیا ہے تو ہمارے مشائخ رضی اللہ

اللہ تعالیٰ عنہم فرماتے ہیں کہ یہ کچھ ہمارے قابو کی چیز نہیں بلکہ خدا کے حکم اور الہام خداوندی سے ہے اور حالات کے بدلنے سے اس بات میں اختلاف ہو جاتا ہے اگر مخلوق کی ہدایت اور ان کی بھلائی سفر میں ہو تو سفر، وطن کے قیام سے بہتر ہے اور اگر معاملہ برعکس ہو تو وطن میں رہنا سفر سے بہتر ہے اور اگر قیام کرنے اور سفر کرنے دونوں میں مخلوق کی ہدایت برابر ہو تو بھی قیام کرنا، سفر سے بہتر ہے اس کے سفر کے مقابلے قیام کرنے میں سکون ہوتا ہے اسی لئے میرے مرشد و آقا شاہ آل رسول احمدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجھے میری مرضی کا اختیار دیا تھا اور فرمایا تھا کہ میں تمہیں وطن میں قیام کرنے پر مجبور نہیں کرتا اور نہ اس معاملے میں تمہیں کسی پریشانی میں چھوڑتا ہوں بلکہ تمہارے کام پر تمہیں اختیار دیتا ہوں اس لئے کہ میں تمہارے قرابت داروں کا حال خوب جانتا ہوں ان میں کچھ تمہارے دشمن ہیں اور کچھ تم سے کینہ رکھتے ہیں۔ کسی کا حال ظاہر ہے اور کسی کا چھپا ہوا ہے ہاں ایک چھوٹی سی جماعت تمہارے موافق ہے ان کے علاوہ جو ہیں تو ان کی حالت یہ ہے کہ اگر تم وطن سے باہر رہو تو تم سے دشمنی رکھیں اور وطن میں رہو تو تمہیں تکلیف پہنچائیں اور تمہیں تمہارے شہر میں نہ رہنے دیں۔ اس حالت میں میں تمہیں وطن میں رہنے پر مجبور نہیں کرتا بلکہ تمہیں اقامت اور ترک اقامت کا اختیار دیتا ہوں۔

بارہواں نور

رات دن کے اوقات اس طرح مقرر کریں کہ جب رات کا کچھ حصہ باقی رہ جائے تو اٹھ بیٹھیں اور بات کئے بغیر فوراً کلمۂ طیبہ پڑھیں اس لئے کہ مسلمان کا دل سونے سے اٹھنے کے بعد تمام نفسانی اور شیطانی باتوں سے پاک ہوتا ہے تو جب کلمہ کا ذکر اس پر نقش کیا جائیگا تو یہ نقش جم جائیگا ورنہ کچھ ہی دیر میں یہی خطرے دوبارہ دل میں داخل ہو جائیں گے اور کلمہ کی تاثیر برباد ہو گی اور اس میں کلمہ کا نقش نہ ٹھہرے گا لہذا کلمہ طیبہ پڑھکر بستر سے اٹھنا چاہیئے تاکہ سالک کا دل یاد الٰہی سے روشن رہے۔ پھر اس کے بعد طہارت استنجا اور وضو سے فارغ ہو کر نماز تہجد ادا کرے یہ چھ سلام سے بارہ رکعتیں ہیں اور ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد سورۂ اخلاص تین تین بار پڑھیں اور اس کے بعد مرشد

کی تعلیم کے مطابق ذکر و شغل اور مراقبہ میں مشغول ہو جائیں یہاں تک کہ صبح صادق ظاہر ہو جائے اب پھر دوبارہ طہارت وغیرہ کر کے فجر کی نماز باجماعت مسجد میں ادا کر کے بات نہ کرے اور اپنے باطن کی طرف متوجہ ہو جائے یہاں تک کہ سورج ایک نیزہ بلند ہو جائے اب نماز اشراق ادا کرے یہ چار رکعتیں دو سلام سے ہیں اور ہر رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد سورہ اخلاص تین تین بار پڑھے۔ اس کے بعد اپنے خاندان کے زبانی معمولات اور وظائف اپنی قیام گاہ پر پڑھے جب چوتھائی دن یعنی دن کا کچھ حصہ گزر جائے اس وقت نماز چاشت ادا کرے۔ یہ چار رکعت دو سلام سے ہیں اور ہر رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد سورہ اخلاص تین تین بار پڑھے پھر درگاہ معلی میں حاضر ہو کر وہاں کچھ وظیفہ پڑھے اور اس کا ثواب بزرگوں کی روحوں کو نذر کرے اس کے بعد دوسرے کاموں مثلاً پڑھنا پڑھانا، محنت مزدوری نوکری جو بطور حلال ہو ان کی طرف متوجہ ہو اور جب دوپہر ہو جائے تو کچھ کھا پی کر سو جائے تاکہ شب بیداری کی تھکن دور ہو جائے اس کے بعد قیلولہ سے اٹھ کر طہارت اور وضو وغیرہ کر کے نماز ظہر با جماعت ادا کرے اور اب قرآن عظیم کی تلاوت کم از کم سوا پارہ کریں اور دلائل الخیرات اور حصن حصین پڑھیں اور اب کچھ دیر کے لئے دینی علوم حدیث و تفسیر کے پڑھنے پڑھانے کی طرف توجہ دے۔ دنیاوی کوئی کام باقی ہو تو اس سے نپٹ کر عصر کے وقت عصر کی نماز با جماعت پڑھ کر خاموش رہیں تاکہ عصر اور مغرب کے درمیان کا وقت بیدار مغزی سے گزرے کہ عاشقوں کی عید یہی ہے اور اس عرصے میں باطن کی طرف توجہ کرے قلب کی طرف توجہ کرے اور ذکر و شغل میں مصروف رہے یہاں تک کہ آفتاب میں زردی آجائے اور غروب کے قریب ہو اس وقت اس دن کے اوقات ضائع ہو جانے پر حسرت کرے اور کہے کہ پورا دن گزر گیا اور میں نے اللہ عزوجل کی کوئی فرمانبرداری اور بندگی نہیں کی اور کیفیت طاری ہو تو رو دئیے اور کوشش کرے کہ رونا بناوٹی نہ ہو اور اس میں دکھاوا نہ ہو۔ اس کے بعد نماز مغرب با جماعت ادا کر کے نماز اوابین چھ رکعت تین سلام سے پڑھے۔ ہر رکعت میں الحمد شریف کے بعد تین تین بار سورہ اخلاص اپنے مرشدان طریقت

کی روحوں کو ہدیۂ ثواب کی نیت سے ادا کرے اور اس کے بعد اپنے گھر آکر اہل و عیال کے ساتھ گزر بسر کرے یہی عادت ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تھی۔ اب اگر وہ طالب علم ہے تو اپنی کتابوں کا مطالعہ کرے۔ اس کے بعد نماز عشا با جماعت ادا کرکے گزارے کے قابل کھائے پیئے اور با وضو کلمہ اور درود شریف پڑھتے ہوئے سو جائے اور جب سوتے سے اٹھے تو اسی طرح عمل کرے اور باطن کی صفائی کے لئے ہمیشہ ان اوقات کا پابند رہے۔ یہ فقیر اپنے مرشد کے حکم سے نوسال کی عمر سے کامل دس برس تک ان اوقات کا پابند رہا ہے۔

تیرہواں نور نماز ظہر کے بعد قرآن شریف کی تلاوت کرے اور حصن حصین حزب البحر اور دلائل الخیرات کی منزل ضرور ادا کرے۔ ہمارے بزرگوں کی ان اوقات میں یہی عادت تھی۔ قرآن عظیم کی تلاوت کا کم از کم درجہ سوا پارہ ہے اور حدیث و تفسیر وغیرہ کی کتابوں کی درس و تدریس بھی اسی وقت یعنی بعد ظہر ہمارا معمول ہے۔ اس کی عادت ڈالے۔

چودہواں نور اپنے خاندان کے تمام شجروں کی فاتحہ خوانی خصوصاً وہ شجرہ جس میں مرید ہے اس کی عادت ڈالے کہ اول گیارہ بار درود غوثیہ اللھم صل علے سیدنا محمد معدن الجود والکرم وآلہ وسلم پھر ایک ایک مرتبہ سورہ فاتحہ، آیۃ الکرسی اور سورۂ اخلاص تین یا سات بار مع بسم اللہ اور پھر یہی درود غوثیہ تین یا سات بار پڑھ کر اس قرات کا ثواب نام بنام اپنے سلسلے کے مرشدوں کو ہدیہ کرے اس کے بعد اگر اپنا پیر زندہ ہو تو اس کی سلامتی کی دعا کرے ورنہ فاتحہ میں اس کا نام بھی شامل کرلے اور ان اولیاء کرام کے وسیلے سے اپنے حق میں دعائے خیر مانگے۔ یہ فاتحہ فجر کے بعد یا مغرب کے بعد نماز اوابین کا ثواب ملا کر ضرور پڑھتا ہے۔

پندرہواں نور یہاں میں خاندان برکاتیہ کے بعض مخصوص اوراد و اشغال اور تسبیحات اس خاندان کے متوسلین کے لئے لکھتا ہوں

ان پر عمل کرنا چاہیے کہ ان میں محنت کم اور فائدہ زیادہ ہے۔

سولہواں نور ان میں سے ایک پنج گنج صغیر ہے۔ نماز فجر کے بعد یَا عَزِیْز یا اللہ۔ نماز ظہر کے بعد یَا کَرِیْم یا اللہ نماز عصر کے بعد یَا جَبَّار یا اللہ۔ نماز مغرب کے بعد یَا سَتَّار یا اللہ اور نماز عشا کے بعد یَا غَفَّار یا اللہ ہر ایک سو مرتبہ۔

سترہواں نور دوسرا پنج گنج کبیر ہے۔ بعد نماز فجر "یاحی یاقیوم لا الہ الا انت سبحانک انی کنت من الظلمین" ایک سو گیارہ بار اول آخر درود شریف تین تین بار۔ اس کے بعد آیہ کریمہ "فاستجبنا لہ ونجینٰہ من الغم وکذالک ننجی المومنین" گیارہ بار پڑھیں۔ بعد ظہر "یاحی یاقیوم برحمتک استغیث" ایک سو گیارہ بار اول آخر درود شریف تین تین بار۔ بعد عصر "حسبنا اللہ ونعم الوکیل" ایک سو گیارہ بار اول آخر درود شریف تین تین بار بعد مغرب "رب انی مسنی الضر وانت ارحم الراحمین" ایک سو گیارہ بار اول آخر درود شریف تین تین بار۔ بعد عشا "وافوض امری الی اللہ ان اللہ بصیر بالعباد" ایک سو گیارہ بار درود شریف اول آخر تین تین بار۔

اٹھارہواں نور (تیرہ اوراد میں سے دس کا ذکر ہو چکا) اب ہم باقی تین کا ذکر کرتے ہیں پہلا "فسہل یا الٰہی کل صعب بحرمۃ سید الابرار سہل" ایک سو گیارہ مرتبہ اول آخر درود شریف تین تین بار۔ دوسرا "اللہ صمدی من عندک مددی وعلیک معتمدی" دس بار اور نادعلی ایک سو دس بار۔ اول آخر درود شریف تین تین بار۔ اسی طرح "یا شیخ عبد القادر شیأ للہ" ایک سو گیارہ بار اول آخر درود شریف تین تین بار اور تیسرا درود غوثیہ "اللھم صل علی سیدنا محمد معدن الجود والکرم والہ وسلم" تین بار اور

اسی وقت اسی طرح یہی درود شریف مع درود اویسیہ ساٹھ بار پڑھیں درود اویسیہ یہ ہے "اللّٰھم صل علی سیدنا محمد بعدد ما عند لکمن العدد فی کل لمحۃ من الازل الی الابد وآلہ وسلم"۔

انیسواں نور

چوتھے ان میں سے اشغال خمسہ (پانچ اشغال) ہیں اور وہ پانچ پنجگانہ نمازوں کے بعد ہیں اور یہ سب ایسی سانس میں ہو کہ زبان کو اس کی خبر نہ ہو (یعنی صرف سانس سے ادا کیا جائے زبان شامل نہ ہو) یہ سب گیارہ مرتبہ کہا جائے۔ ان کے بعد سلام ہو، درمیان میں کوئی کلام نہ کیا جائے۔ پھر جب تم فارغ ہو جاؤ تو کھڑے ہو جاؤ۔ فجر کے بعد تم ہیلہ شانی کا نصف حصہ زور سے ادا کرو (یعنی 'لا الہ الا اللہ' اس قدر بلند آواز سے کہو کہ قریب والے کو سنائی دے سکے) قلب نیلفری سے ام المدوری تک تم اپنے سر کو اٹھاتے ہوئے ہو اور تم مثبت حصہ (الا اللہ) کو سانس نکالتے ہوئے پہلے کے برعکس اپنے سر کو جھکاتے ہوئے ہلکی سی ضرب لگاؤ فجر کی نماز کے بعد ظہر کی نماز کے بعد صرف اس کے مثبت حصہ (الا اللہ) کو اسی طرح تقسیم کرتے ہوئے۔ اول لام معرفہ ہے اور دوسرا لام اصل کلمے کے لام سے آخر تک اس کو ساکن کرتے ہوئے اور پیش کو ظاہر کرتے ہوئے پڑھو (اور بعد نماز عصر) صرف مقدس علم (اللہ) اسی طرح تقسیم کرتے ہوئے معروف حالت میں اور معروف مذکورہ بالا طریقے یعنی ساکن کرتے ہوئے۔ بعد نماز مغرب اسی طرح مگر پیش کو ظاہر کرتے ہوئے۔ بعد نماز عشاء الجمہ کی طرح ضمیر کو اسم ظاہر کی جگہ رکھتے ہوئے اور واؤ پر وقف کرتے ہوئے۔

بیسواں نور

ہر فرض نماز کے بعد شجرۂ چشتیہ کی رعایت سے گیارہ بار نفی و اثبات دو ضربی کی ضربیں زور سے لگانی چاہئیں اس طرح کہ لا الہ ناف سے بہ آواز بلند اٹھاتے اور دماغ تک لے جاتے وہاں سے الا اللہ دوسرے سانس میں نیچے لاتے ہوئے بلند آواز اور پوری طاقت سے دل پر ضرب لگائے بس کے بعد دعا کرے۔ بزرگان مارہرہ کا ان سب پر عمل تھا۔

اکیسواں نور

اشراق کے بعد ایک وقت حویلی سجادگی میں دعائے حزب یمانی ایک بار دعائے حزب البحر اور پنجہل اسماء بطور خمسہ کو بھی اپنے اوپر لازم جانیں اور درگاہ شریف میں بزرگوں کی ارواح طیبہ کو ایصال ثواب کے لئے پنجسورہ اور ۹۹ اسمائے حسنیٰ اور تراسی ۸۳ آیت الحروف تسبیح معہ موکلات پڑھیں اور چہل اسماء کا درگاہ شریف میں پڑھنا بہت اچھا ہے اور درود غوثیہ کلاں اور درود مستغاث بھی پڑھیں۔

بائیسواں نور

بیعت لینے اور طالب کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ جب کوئی طالب سامنے آئے اور مرید ہونے کی التجا کرے تو پہلے یہ دیکھو کہ وہ بیعت کے قابل بھی ہے یا نہیں، اگر اس میں بیعت کی شرطیں پائی جائیں تو اس سے معلوم کریں کہ اس سے پہلے کسی کے ہاتھ پر بیعت تو نہیں کی؟ اگر وہ کہے کہ میں اب تک بیعت نہیں ہوا ہوں تو پھر اس کے باپ دادا کے بارے میں معلوم کریں کہ وہ کس خاندان میں بیعت ہوتے آئے ہیں پھر جو کچھ وہ بتائے اسی خاندان میں اگر اجازت ہو مرید کرلیں اور اگر خود کو اس خاندان کی اجازت نہ ہو تو اس سے عذر کرکے پوچھیں کہ مجھے اس خاندان کی اجازت نہیں البتہ فلاں فلاں خاندان کی اجازت رکھتا ہوں اب تم کس خاندان میں مرید ہونا چاہتے ہو اب وہ جس خاندان کو کہے اسی خاندان میں بیعت کرلیں۔ ایک شخص بیعت کے لئے ہمارے مرشد (شاہ آل رسول) کے پاس حاضر ہوا حضور نے اس سے مصافحہ کرکے فرمایا کہ میں تجھے مرید نہ کردوں گا کہ تم خاندان صابریہ سے ہو اور مجھے اس خاندان کی اجازت نہیں اور حضرت مخدوم صاحب سے مجھے اس کام میں حجاب آئے گا۔ اس نے جواب دیا کہ میں حضور کے سوا کسی اور کا مرید نہ ہونگا۔ آپ نے اسے ٹھہرالیا اور تین روز کے بعد فرمایا کہ اس طالب کو لاؤ جب وہ حاضر ہوا تو فرمایا آؤ اب تمہیں مرید کرلوں کہ مجھے حضرت مخدوم سے اجازت مل گئی۔ یہ حکایت میں نے اپنے دادا (شاہ آل رسول) سے سنی اور مجھے یہ یاد نہیں کہ آپ نے اسے کون سے سلسلے میں مرید فرمایا صابریہ میں یا قادریہ میں۔ بہرحال جب بیعت کرنا ہو تو اسے غسل کا حکم دیں اور وہ توبہ کی نیت سے دو رکعت

نفل پڑھے ہر رکعت میں الحمد کے بعد تین مرتبہ سورہ اخلاص پڑھے اور اس کے بعد ختم بیعت تک کوئی بات نہ کرے اور جتنی مٹھائی کی اس کی حیثیت ہو پیر کے سامنے حاضر کرے اور صدق ارادت سے وہیں کھڑا ہو جائے۔ شیخ اس مٹھائی پر سلسلے کے بزرگوں کی فاتحہ پڑھ کر مرید کے حق میں استقامت کی دعا کرے اور اسے اپنے پاس بٹھا کر اس کے ہاتھ مصافحہ کی طرح پکڑے اور بسم اللہ اور کلمۂ طیبہ اور کلمۂ استغفار اور یا اللہ اس طالب سے کہلوائے اور پھر طالب کی زبان سے اس کے گناہوں سے توبہ کرائے اس کے بعد قینچی سے اس کی پیشانی کے دو تین بال تراش لے کہ یہ بزرگوں کی رسم ہے اور اس کے بعد دوبار اپنے ہاتھ سے اسے مٹھائی دے اور تاکید کرے کہ اس مٹھائی کو وہ خود کھائے اور کسی کو اس میں سے کچھ نہ دے۔ یہ مرید کرنے کا طریقہ ہے۔

تیئسواں نور

اگر کوئی شخص کسی اور پیر کا مرید ہو تو اسے مرید نہ کرے طالب کر لینے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے اور طالب بنانے میں شیرینی اور نفل اور مصافحہ ضروری نہیں ہے۔ جس سلسلے میں طالب بنانا ہے اس کی فاتحہ پڑھ کر اجازت دے کہ وہ سلسلہ کو پڑھے اور تبرک کے طور پر کلمۂ طیبہ و استغفار اور یا اللہ کہلوا دے اس کے بعد اس کی قابلیت کے مطابق نفی و اثبات اور اسم ذات کا ذکر اسے تعلیم کرے کیونکہ یہی شروعات ہوتی ہے۔ نماز روزہ اور شریعت پر ڈٹے رہنے کی تعلیم مرید اور طالب دونوں کو بطور نصیحت دے۔ دوسری اور تیسری مرتبہ تجدید بیعت کا فائدہ جائز نہیں ہاں اگر سخت ضرورت آگئی تو خیر کوئی مضائقہ نہیں پہلے کے بزرگوں نے اس بارے میں سختی سے منع کیا کہ بلا ضرورت کسی دوسرے شیخ کے ہاتھ پر بیعت نہ کریں چنانچہ وہ فرماتے ہیں کہ کتاب سلوک کی شرائط بیعت میں چھٹی شرط یہ ہے کہ پیر اپنے مریدوں کو دوسرے پیر کے پاس نہ بیٹھنے دے اور نہ وہ دوسرے پیر کے مریدوں کی صحبت میں رہیں، ممکن ہے کہ اس مرید کی خواہش اس ایک کے مخالف ہو اور پیروں پر لازم ہے کہ مرید کی خواہش کے خلاف چلائیں اور جب یہ ایک دوسرے کے

پاس بیٹھیں گے اور رہیں گے اور ان کی خواہشیں مختلف ہیں اور اُن کے شیخ کا حکم ان کی مرضی کے خلاف تو دوسرے پیر کا کوئی کام اپنی خواہش کے مطابق پاکر ہوسکتا ہے کہ اُدھر اس کی رغبت ہو جائے اور یہ رغبت اس گروہ کے نزدیک "ارتداد معنوی" ہے اور یہ "ارتداد طریقت" کے احکام کے مطابق دوری اور قطع نسبت کی وجہ ہے کہ جب اُس کی رغبت دوسرے شیخ کی طرف ہوگی تو اس کا اپنا شیخ اس کی نظر سے گر جائے گا اور دوسرے شیخ کی صحبت کی طرف اس کی رغبت بڑھے گی بلکہ وہ اپنے شیخ کو چھوڑ کر دوسرے شیخ کا ہو جاتے گا اور اگر دوسرا شیخ حقیقت دانوں میں ہے تو اپنی پیری کے مقام کے مطابق اسی چیز کا حکم دے گا جو پہلے شیخ نے فرمائی تھی اور مرید جب دوسرے شیخ کے حکم کو اپنی خواہش کے خلاف پائے گا تو پھر اپنے پہلے شیخ کی طرف واپس ہوگا۔ تو اب معلوم ہوا کہ وہ مرید سچا نہیں تھا اور وہ مشہور کہاوت "دھوبی کا کتا نہ گھر کا نہ گھاٹ کا" کا نمونہ ہو کر ذلیل وخوار اور پریشان ہوگا۔ ہم اللہ کی پناہ مانگتے ہیں اس فتنہ اور رسوائی سے۔

سوال:۔ دوسرے شیخ سے تجدید بیعت جائز ہے یا نہیں؟

جواب:۔ کسی شیخ کامل سے بیعت کا نتیجہ اگر بخیر وخوبی انجام کو پہنچا تو دوسرے سے تجدید کی ضرورت نہیں یعنی اگر پہلے شیخ کی بیعت سے کامل سکون حاصل ہو گیا اور فنا وبقا کا مرتبہ اسے حاصل ہو چکا تو کیا ضرورت ہے کہ تجدید کرے اور اگر ایسا نہیں تو تجدید بیعت کا اختیار اسے حاصل ہے۔

چوبیسواں نور

پیر اور مرید اگر ایک جگہ بیٹھے ہوں تو مریدوں کو باادب رہنا چاہئے اور پیر کو بھی اپنا وقار یاد رکھنا چاہئے اور فضول اور فالتو باتیں اور بے تکلفی نہ کرے ورنہ پیر مریدوں کی نظر میں حقیر ہو جاتے گا اور پیر کی عظمت وہیبت اور بزرگی اور قدر ومنزلت محفوظ نہ رہے گی۔ اس قسم کے مریدوں کو ایسے پیروں سے بے تکلفی کے باعث ہرگز فیض نصیب نہ ہوگا اسی لئے کہتے ہیں کہ چونکہ شوہر کی نصیحت اس کی

بیوی کے حق میں کچھ خاص مفید نہیں ہوتی لہذا عورتیں اپنے شوہروں سے بیعت نہ کریں حالانکہ یہ کوئی شرط نہیں ہے۔

پچیسواں نور

توجہ دینے میں خاندان قادریہ کا معمول یہ ہے کہ مرشد کلیتہً اپنی توجہ مرید کی طرف کرے اور مرید کو حکم دے کہ اپنے گھٹنے بچھا کر پیر کے گھٹنوں سے ملا لے اور اپنے دل کی طرف توجہ دے کہ اس کا منہ کھلا ہوا شیخ کے دل کے نیچے ہے اس کے علاوہ اپنے دل میں کوئی خطرہ نہ آنے دے اور بارگاہ الٰہی میں خشوع قلب سے التجا کرتا رہے یہاں تک کہ ذکر کی روشنی پیر کے دل میں جاگزیں ہو اور اس سے مرید کے دل میں ٹپکنے لگے۔ پیر اپنی باطنی قوت سے مرید کا دل اپنی طرف کھینچا رکھے اور اول و آخر اس تصرف میں اپنے سلسلے کے مشائخ کی روحوں سے فیض لینے کو تیار رہے۔ یہ فائدہ خاص حضور اچھے میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے دست مبارک سے لکھا اور میں نے وہیں سے نقل کیا ہے۔

چھبیسواں نور

اجنبی عورت بیعت سے محروم نہیں ہو جاتی۔ اس کے ساتھ تنہائی دوسرے امور کی طرح حرام رہتی ہے۔ وہ شیخ کا چہرہ دیکھے یا شیخ اس کا منہ دیکھے اس کا حکم وہی ہے جو غیر عورتوں کو دیکھنے کا ہے تو ہرگز یہ ایک دوسرے کا منہ نہ دیکھیں۔ یہاں تک کہ اگر شغل برزخی" میں بھی اس کے تصور کی حاجت ہو تب بھی نہ دیکھیں نہ اس کے چہرے کا عکس پانی یا آئینہ میں اور نہ اس کی تصویر۔ بلکہ اس کی تصویر اپنے خیال کے آئینہ میں باپ یا سگے بھائی یا اپنے کسی اور محرم کے مشابہ تصور کر کے اپنے شغل برزخ کو درست کرے یہی سلامتی کا راستہ ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔ ایک روز میں نے اپنے شیخ سے عرض کیا کہ مجھے اشغال وغیرہ آخری اشغال تک تعلیم فرما دیں تو ارشاد فرمایا کہ یہ دو شغل اپنے ورد میں رکھنا چاہئے کہ ہمارے مرشد (حضور اچھے میاں قدس سرہٗ) انہیں دو شغلوں سے سلوک کے آخر مرتبہ تک پہنچے تھے ان میں پہلا یہ ہے کہ اللھم صل علی سیدنا محمد وآلہ۔ عطف کو چھوڑ کر پہلا جملہ نیلو فری سے مدوری تک لے جاؤ اور وہاں سے صنوبری

تک معطوف کے ساتھ نزدل کرو اور اس پر ایک ہلکی سی ضرب لگاؤ۔ دوسرا شغل یہ ہے کہ تم اپنے دل میں ان دائروں کو سفید نورانی دائرے کی طرح نقش کرلو اور اپنی نگاہوں کے سامنے یوں رکھو گویا تم اسے دیکھ رہے ہو۔



ستائیسواں نور راہ سلوک میں اپنے دل کو مستقیم رکھنے کے لئے ہر فریضے کے بعد گیارہ مرتبہ پڑھے "یا اللہُ یا رحمٰنُ یا رحیمُ دل ما راکن مستقیم بحق ایاک نعبد وایاک نستعین" یہ حضرت مرشد کی خاص عنایت تھی کہ نصف النہار کے وقت حویلی سجادگی میں قیلولہ کے لئے تشریف رکھتے تھے، میں نے عرض کیا کہ کوئی ایسا عمل ارشاد فرمایئے کہ زبانی وظیفوں کی وجہ سے قلبی شغل میں کوئی حرج واقع نہ ہو اس وقت ۱۲۶۷ھ کے آخر یا ۱۲۶۲ھ کے شروع میں یہ دعا تعلیم فرمائی۔

اٹھائیسواں نور اس فقیر کے خاندان والوں میں اگر کسی کو توفیق الٰہی نصیب ہو اور اسے راہ سلوک پر چلنے کا شوق ہو تو اسے چاہیئے کہ اپنے سلسلے اور خاندان میں، جو بحمدہ تعالیٰ نجات و کامیابی کا صحیح اور درست مسلک ہے، داخل ہو کر اپنی تعلیم کے لئے حضرت میر سید محمد کالپوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے رسالہ "عمل معمول" پر عمل کرے اور یوں ہی جد بزرگوار سیدنا شاہ حمزہ نور اللہ مرقدہٗ کی کتاب مستطاب "کاشف الاستار شریف" اور حضور صاحب البرکات قدس سرہٗ کے رسالہ "چہار انواع" اور "عوارف ہندی" وغیرہ اور حضور سیدنا آل احمد اچھے میاں صاحب قدس سرہٗ کا رسالہ مبارکہ "تربیت مریداں" کا مطالعہ کرے اور راہِ سلوک میں ان کے مطابق عمل کرے۔ بفضلہ تعالیٰ علم باطنی سے کافی حصہ پائے گا اور کسی اور شیخ کی تلاش کی اسے حاجت نہ ہو گی۔ فقیر کی نصیحتوں میں سے یہ نصیحت

بھی یاد رکھنے کے لائق ہے اسے بیکار نہ سمجھیں۔

انتیسواں نور

اگر اللہ تعالیٰ کسی بندے کو نوازے اور کسی بلند مرتبے تک پہنچا دے تو بندہ کو چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ کا شکر بجا لائے اور اپنی چادر سے زیادہ پاؤں نہ پھیلائے۔ مثل مشہور ہے کہ ایاز کو اپنی قدر خود پہچاننا چاہیئے۔ مخلوق میں اپنے آپ کو کسی خاص عزت اور نمائش کے لئے ظاہر نہ کرے بلکہ اس طرح رہے کہ مخلوق اسے ناکارہ اور نکما سمجھے اسی وقت وہ بندہ، بندہ کہے جانے کا مستحق ہوگا۔ یہاں اس بارے میں ایک حکایت یاد آگئی کہ ایک درویش دوسرے درویش سے ملاقات کے لئے شیر پر سوار ہو کر چلا۔ جب اس درویش کی قیام گاہ آئی تو کہا السلام علیکم، اس درویش نے جواب دیا وعلیکم السلام اے شوخ ظالم۔ پہلے درویش نے پوچھا کہ تم نے مجھے شوخ اور ظالم کیوں کہا؟ دوسرے درویش نے جواب دیا کہ تیرا ظلم یہ ہے کہ تو ایک حیوان کی پیٹھ پر جسے اللہ نے بوجھ سے آزادی دی ہے بیٹھتا اور بوجھ لادتا ہے اور تیری شوخی یہ ہے کہ تو مخلوق کو اپنی نمائش کراتا ہے۔

تیسواں نور

شغل دونیم جو ہمارے خاندان کا راز ہے، لکھے دیتا ہوں اگرچہ میرا دل اس کی اجازت نہیں دیتا کہ یہ شغل بہت نادر ہے اور سوائے خاندان مارہرہ کے کسی جگہ نہیں پایا جاتا، لیکن اس خیال سے کہ جاننے والے رخصت ہو گئے ایسا نہ ہو کہ اسے پوشیدہ رکھنے سے ضائع ہو جانے کا سبب بنے لہٰذا نوک قلم پر لاتا ہوں تاکہ فقیر کی یہ ایک یادگار رہ جائے۔ یقین کرو کہ اس شغل میں محنت کم اور فائدہ زیادہ ہے۔ اسے شغل دونیم اس لئے کہتے ہیں کہ یہ فجر اور ظہر کے دونوں شغلوں اور عصر کے اشغال خمسہ میں سے نصف سے مل کر بنا ہے۔ میرے دادا اور پیر سید شاہ آل رسول احمدی نور اللہ مرقدہٗ نے یہی بتایا اور صورت اس کی یہ ہے کہ تم پہلے فجر، ظہر اور عصر کا شغل پورا کرو اور ھــــو کو قطع کرو، اسی وجہ سے یہ دونیم ہے۔ اب کچھ حضرات تو صنوبری پر ضرب لگاتے ہیں حالانکہ درست تر یہ ہے کہ یہ ضرب نیلوفری پر ہو تاکہ اشغال خمسہ کے مطابق رہے، اس لئے کہ وہی اس کی

اصل ہیں اور یہ انہیں اشغال سے ماخوذ ہے۔

اکتیسواں نور

ایک روز حضرت فرماتے تھے کہ میں نے اپنے والد بزرگوار (سید آل برکات ستھرے میاں قدس سرہٗ) سے پوچھا کہ وہ کون سی پانچ ترکیب ہیں جو ہمارے خاندان سے مخصوص ہیں؟ فرمایا پنج گنج صغیر و کبیر، اوراد خمسہ اشغال خمسہ، شغل دو نیم اور نسخۂ کیمیا کہ جب تین دن بغیر کھانے پانی کے گزر جائیں اس وقت کیمیا تیار کرے اور اپنی گزر کے قابل حاصل کرے۔ تو میں نے چار اسرار اپنے ذہن میں محفوظ کر لئے اور نسخۂ کیمیا کو چھوڑ دیا۔ میں نے نسخۂ کیمیا سے پرہیز تو نہیں کیا لیکن نہ ہونے کے برابر اور فراموش سا کر دیا اور پھر دوبارہ اس کا ذکر بھی نہ کیا اور نہ میرے والد ماجد نے اپنے آپ مجھے اس کی تعلیم کا ارادہ کیا۔ ایک روز اس فقیر (ابوالحسین احمد نوری) نے اپنے مرشد سے پوچھا کہ ترکیبیں بڑی التجاؤں خوشامد اور اشتیاق کے بعد تعلیم فرمائی جاتی ہیں اس کا کیا سبب ہے؟ فرمایا کہ ایک وجہ تو یہی ہے کہ اس میں محنت کم اور فائدہ زیادہ ہے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ طالب ان ترکیبوں کی تعلیم کے شوق میں کسب باطن کی طرف زیادہ توجہ دے اور یہ سوچ کر ذکر اور شغل میں بڑی محنت کرے گا کہ آخر وہ کون سی نعمتیں ہیں جو اتنی چھپا کر رکھی جاتی ہیں۔ جن کو سچی طلب تھی انہوں نے یہی کیا اور پیر کا دروازہ نہیں چھوڑا۔ اس سے پیروں کا مطلب بھی حل ہوا کہ طالب کی تعلیم اُسی طرح کی جیسی ہونا چاہیئے۔ اپنی آنکھوں کے سامنے رکھ کر تعلیم دی، اب نہ ایسے طالب ہیں نہ ایسے پیر، تو جو کوئی پوچھے اُسے سکھا دو کہ شاید وہ اسی کو آسان اور بلا مشقت حلوا سمجھ کر ذکر الٰہی کی طرف متوجہ ہو جائے اور ہوتے ہوتے مجاہدہ میں پڑ جائے۔

بتیسواں نور

پہلے کے بزرگ خلافت عطا کرنے میں بھی بہت تاخیر کرتے تھے جب تک انہیں یقین نہ ہو جاتا کہ سلوک مکمل ہو گیا خلافت نہ دیتے تھے اور اب بھی یہی کرنا بہتر ہے مگر کوئی ضد کرے تو اسے سلوک کی تکمیل کا انتظار کئے بغیر دے دینا چاہیئے اس لئے کہ اب زمانہ کے حالات بگڑ گئے ہیں، ممکن ہے کہ وہ بد دل ہو کر تصوف

کو چھوڑ بیٹھے۔ پھر خلافت ملنے کے بعد کم از کم اتنا تو خیال کرے گا کہ میں فلاں کا خلیفہ ہوں اگر مجھ میں زیادہ لیاقت نہیں تو اپنا ظاہر تو شریعت کے مطابق کر لوں تاکہ مخلوق پر اعلانیہ کچھے۔ تو گویا خلافت دینا اُسے ایک ذمہ داری دینا ہے اور یہ بھی فائدہ مند ہے۔ یہ سب گفتگو حضرت (شاہ آل رسول) اور اس فقیر کے درمیان سوال و جواب کی صورت میں ہوئی جسے میں نے لکھ دیا۔

تینتیسواں نور

فقیر کے بزرگ نماز فجر یا چاشت کے بعد مکان سجادگی میں زبانی اوراد مثلاً حرز یمانی، حزب البحر، دافعہ قریشیہ، برہتی اور دعائے کبیر وغیرہ پڑھتے تھے پھر درگاہ شریف میں جا کر مزاروں پر فاتحہ خوانی کے بعد پنجسورہ اور ۹۹ اسمائے حسنیٰ اور ۲۲ آیتیں اور حروف تہجی مع موکلات اور چہل اسماء اور درود غوثیہ کلاں اور درود مستغاث اور سیفی حرز یمانی کلاں خانقاہ میں پڑھتے تو ہمیں بھی انہیں بزرگوں کی پیروی کرنا چاہیے گو کہ ہم ناکارہ ہیں اور پنج سورہ سے فراغت کے بعد اس کا ثواب سلسلہ قادریہ اور چشتیہ اور سہروردیہ نقشبندیہ ابو العلائیہ اور مداریہ وغیرہ کے مشائخ رضی اللہ عنہم کی ارواح کو نذر کرے اور مرشد اگر زندہ سلامت ہے تو اس کی سلامتی کی دعا کرے ورنہ اس کا نام بھی فاتحہ میں شامل کر کے اپنے حق میں دعائے خیر کرے۔

چونتیسواں نور

اس فقیر کو صفائی قلب اور تزکیہ اور اسمائی اور صفاتی تجلیوں کے حاصل کرنے کے لئے بعض اسموں اور دعاؤں کی دعوت کا کافی اتفاق ہوا ہے۔ میں نے بیس سال کی عمر میں تنہائی اختیار کی اور تین سال تک اکثر خلوت ہی میں روزہ دار رہا۔ میں نے کبھی لمبی مدت کے لئے روزے نہیں چھوڑے اور اس دوران میں نے دو تین بار بلکہ اس سے زیادہ دعوت اسماء اور حسب ذیل دعائیں ورد میں رکھیں۔ ۱۔ حزب البحر ۲۔ سورہ واقعہ۔ ۳۔ سورہ مزمل، ۴۔ اسماء اصحاب کہف، ۵۔ آیت اللہ لطیف بعبادہ ۶۔ دعوت چہل اسماء بطور خمسہ خاندان کی مختصر ترکیب کے مطابق، ۷۔ اسم بدوح سادہ، ۸۔ اسم بدوح باموکل، ۹۔ آیۂ کریمہ، ۱۰۔ اسم انہ ولی الاجابۃ، ۱۱۔ اسم یا بدیع العجائب،

۱۰۔ اسم یا شیخ عبدالقادر شیا للہ، ۱۳۔ عمل شجرہ زر، ۱۴۔ عمل دعائے حیدری اور عمل یا مقلب القلوب۔ ان اسماء اور دعاؤں کو میں نے سالہا سال بار بار عامل کی شرطوں کی ادائیگی اور زکات کے لئے معمول بنایا اور ان کی روحانیات اور تجلیات سے فیض پایا اور جلالی وجمالی غذاؤں اور مکروہات کو ترک کیا اور روزہ نہیں چھوڑا اور گوشہ نشین رہا اور علوی روحوں پر غلبہ اور برتری حاصل کی اور بارہ سال اسی طرح بسر کئے اور ان دعاؤں کے علاوہ حرز یمانی، دعائے شیخ، برہتی، دافع قرشیہ، بانت العظمۃ، عمل چہار شنبہ، حروف تہجی معہ موکلات، ۹۹ اسمائے حسنیٰ اور ۳۲ آیتیں برسوں سے ہر وقت ورد میں رکھتا ہوں اور اب کمزوری کی وجہ سے ان میں سے چند چھوڑ دی ہیں ان کی جگہ ورد کبریت احمر، دلائل الخیرات اور حصن حصین بڑھائے ہیں۔ اور سینکڑوں مرتبہ قرآن شریف کا ختم کر چکا ہوں اور تعجب نہیں کہ ایک ہزار مرتبہ سے زیادہ کیا ہو۔ مجھے اس سے دینی اور دنیوی روزی ملی۔ دنیاوی روزی کا اندازہ پانچ سو روپیہ سالانہ سے کم نہیں اسے اللہ تعالیٰ نے عمل شجرۂ زر کی برکت سے اپنے خزانۂ غیب سے پہنچایا یہ عمل ۳۵ برس سے میرے اعمال میں شامل ہے کبھی ناغہ نہیں ہوتا میں نے ان سب کی ترکیب "مجموعۂ وظائف" میں لکھ دی ہے جو اس کا اہل ہو اسے اجازت عام ہے۔ میں اذکار واشغال میں اور مراقبوں میں نو سال کی عمر سے بیس سال کی عمر تک مشغول رہا۔ ذکر جہر سے کلمۂ طیبہ اور ذکر نفی واثبات بطور چہار ضربی، چھ ماہ خلوت میں سینکڑوں ضرب روزانہ کے حساب سے لاکھوں ضربیں لگا چکا ہوں اور علوم کی باریکیوں اور حقیقتوں سے واقف ہوا ہوں جسے میرا دل جانتا ہے یا میں جانتا ہوں یا پھر میرا دل ہی جانتا ہے۔ نفی واثبات کا شغل اور اسم ذات سانس روک کے اور بلا سانس روکے پورا کر چکا ہوں۔ برزخ شیخ کی مشق اور آورد وبرد، زدو برد اور شغل خمسہ اور شغل دو نیم برسوں کئے ہیں شغل آئینہ اور ملکوت وملک اور جبروت ولاہوت چاروں مقامات کے شغل اور کئے بلکہ اسم ذات وغیرہ کے مراقبے بھی کئے ہیں۔ جلالی اور جمالی ہر طرح کے عمل کئے ہیں۔ برزخ شیخ سے اس راہ کی آخری سیر تک اپنی مرشدوں کی عنایات سے کر چکا ہوں اور اب حسن خاتمہ کی تمنا

دل میں ہے کہ اللہ تعالیٰ خاتمہ بالخیر ہو۔ اس کے علاوہ مجھے کوئی فکر نہیں۔ اس تمام دولت اور نعمت کے باوجود میں نوسکھیوں سے بھی برابری کا دعویٰ نہیں کرتا۔ اللہ تعالیٰ مجھے اس قابل کر دے کہ میں بندہ ہو جاؤں ابھی تو بندہ کہے جانے کی قابلیت بھی نہیں ہے۔ میں ہر وقت سوء خاتمہ کے ڈر سے خوفزدہ اور گھبرایا رہتا ہوں کہ ابھی تو سگ و خنزیر سے بدتر ہوں۔ اللہ ہی توفیق دینے والا اور اللہ پر ہی بھروسہ ہے۔ تمام اذکار و اشغال اور مراقبات جو "کشف القلوب" میں لکھے ہیں وہ اس فقیر کے تجربہ میں آچکے ہیں اب تو میں "لطیفۂ غیبی" کا منتظر ہوں۔ اللہ تعالیٰ مجھے ایمان پر اٹھائے۔ آمین۔

پینتیسواں نور

کسی ولی کے مزار سے فیض حاصل کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اس بزرگ کے مزار پر حاضر ہو کر پہلے فاتحہ پڑھے اور اس کا ثواب صاحب مزار کو ہدیہ کرے پھر قبلہ کی طرف پیٹھ اور مزار کی طرف منہ کر کے ان کے سینہ کے مقابل پالتی مار کر یا دو زانو آنکھ بند کر کے بیٹھے اور اپنے دل کو ان بزرگ کی روح کے "جو آفتاب کی طرح روشن ہے" سامنے کرے اور یہ خیال کرے کہ میرا دل ان بزرگ کی روح کے نیچے ہے اور اس سے فیض روحانی نور کے فوارے یا سورج کی کرنوں یا بارش کے قطروں یا نسیم سحر کے جھونکوں کی شکل میں منتقل ہو کر میرے دل میں آرہا ہے اور میرا دل اس روح کی ذاتی صفت لے رہا ہے۔ یہ تصور کر کے خاموش بیٹھ جائے، اب شروع ریاضت میں خاموشی کے وقت وسوسے زیادہ آئیں تو اس وقت انہیں دور کرنے کی نیت سے دل کو اللہ اللہ کے شغل میں مصروف رکھے اب کچھ دیر بعد دل میں وہی کیفیت پیدا ہو جائے گی جس کا برزخ شیخ میں ذکر کیا گیا ہے۔ اگر وہ روح کسی صاحب نسبت بزرگ کی ہے تو اس کے فیض سے اللہ جل جلالہ کا ذوق و شوق، دل کھل آنا اور سکون پیدا ہو گا۔ اگر ان بزرگ کو زندگی میں دیکھ چکا ہے تو دل کو روح سے ربط دیتے وقت، اسی برزخ انسانی کا جو دنیا میں دیکھ چکا ہے، تصور کرے اور اس کے بعد باقی ترکیب بدستور پوری کرے۔ انشاء اللہ فیض حاصل ہو گا۔ اولیاء کرام کے مزارات سے فیض حاصل

کرنے کا یہی طریقہ ہے اور اس کا بہترین وقت عصر اور مغرب کا درمیانی وقت ہے یا پھر نماز فجر سے اشراق تک۔ ورنہ جو وقت بھی میسر آسکے۔

چھتیسواں نور

قبر میں میت پر عذاب یا ثواب پہچاننے کا طریقہ یہ ہے کہ بیٹھنے، آنکھیں بند کرنے اور روح کی طرف اپنا دل متوجہ کرنے میں وہی طریقہ اختیار کرے جو نور ۲۵ میں لکھا گیا ہے پھر کچھ خاموش رہے۔ کچھ دیر بعد اگر دل میں خوشی مسرت، دلچسپی فرحت، شگفتگی اور بشاشت کے آثار دل میں موجود ہوں تو سمجھ لے کہ میت مرحوم و مغفور ہے اور نعمت و عشرت میں خوش اور مسرور ہے اور اسے کوئی عذاب، وبال یا تکلیف نہیں ہے اور اگر اس کے برخلاف بری کیفیت پیدا ہو اور فرحت و مسرت کے بجائے گھبراہٹ، خوف، ہیبت، دہشت اور تنگ دلی وغیرہ پیدا ہوں تو سمجھ لے کہ میت عذاب میں ہے اور اس کے لئے دعائے مغفرت کرے۔ یہ کیفیت کا آغاز ہے آئندہ اسی قاعدہ کی مشق سے عذاب اور ثواب کی تفصیل معلوم ہو گی۔ یہ جو کچھ لکھا گیا ہے ایک دو روز میں معلوم ہو جاتا ہے۔ ہماری روح کو ان باتوں کی آگاہی دو جگہ سے ہوتی ہے پہلی جگہ تو خاص مقام برزخ ہے جو روح کا حقیقی مقام اور ٹھکانہ ہے، مگر یہاں سے آگاہی اقطاب کو ہوتی ہے جو اس مقام تک پہنچتے ہیں، عوام کا دخل نہیں۔ دوسری جگہ عالم مثال ہے جس کا ذکر پہلے کر چکے ہیں۔ وہاں ثواب یا عذاب برزخی اصلی کا پر تو نظر آتا ہے اور روحیں اس کا مشاہدہ کر کے معلوم کر لیتی ہیں۔ پہلا مقام عقل سے قریب ہے اور دوسرا اس سے کم، اس لئے کہ پہلے مقام والے فرد کامل ہیں۔ اگر میت کو عذاب میں دیکھے تو کسی سے اس کا ذکر نہ کرے۔ ہاں اگر میت کسی مشہور بد مذہب جماعت والے کی ہو تو اس وقت عذاب کا حال ظاہر کر دینا چاہیئے تاکہ دوسرے لوگ ایسوں سے دور دور رہیں۔

سینتیسواں نور

وہ انوار جو اذکار و اشغال میں پیدا ہوتے ہیں، کسی صورتوں میں ظاہر ہوتے ہیں۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ دل کا نور سبز

مائل چاند کی طرح ہوتا ہے۔ وہ نور جو سفید آفتاب کی طرح ہو اور جو دل میں تجلی ڈالے وہ روح کا نور ہے۔ دل کا نور، روح کے نور سے تجلی حاصل کرتا ہے کہ چاند کی روشنی بھی تو سورج ہی سے فیض یاب ہے۔ وہ نور جو قبلہ کی طرف سے ظاہر ہوتا ہے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی روح پاک کا نور ہے اور سالک کی رہنمائی کرتا ہے۔ وہ نور جو دائیں کاندھے سے ظاہر ہو، اچھے کاموں کے لکھنے والے کا نور ہے اور بائیں کاندھے سے ظاہر ہونے والا نور گناہوں کے لکھنے والے کا نور ہے۔ وہ نور جو دائیں طرف گز دو گز کے فاصلے پر نظر آتا ہے، سالک کے مرشد کی روح کا نور ہے جو سالک کو راستہ دکھاتا ہے۔ بائیں طرف ایک دو گز کے فاصلے پر جو نور ہوتا ہے وہ ابلیس لعین کا ہے جو سالک کو بہکاتا ہے اور شیطانی نور کے ظاہر ہونے کی ایک پہچان یہ بھی ہے کہ اس کے ظاہر ہونے سے دل میں گھبراہٹ، وحشت اور ڈر پیدا ہوتا ہے اور اس سے نفرت ہوتی ہے۔ وہ نور جو سینہ اور ناف کے سامنے دھوئیں اور آگ کی شکل میں ہوتا ہے خناس کا نور ہے۔ وہ نور جو کسی خاص طرف سے نہیں ہوتا بلکہ تمام سمتوں کو گھیرے ہوتا ہے اور اس کے ظاہر ہونے سے حضوری قلب، سرور اور انس پیدا ہوتا ہے اور اطمینان وسکون ظاہر ہوتا ہے اور ایک ایسی کیفیت طاری ہوتی ہے کہ سالک آپے میں نہیں رہتا اور ذوق وشوق کا غلبہ ہو جاتا ہے، وہ نور کسی مخصوص سمت سے نہیں ہوتا بلکہ ہر سمت برابر ہوتا ہے۔ وہ نور احدی ہے۔ یہی نور سالک کا مقصد ہے اور سالک کو محبوب ومطلوب ہے اور نور احدی میرے لکھے ہوئے تمام انوار سے پہلے نمودار ہوتا ہے جیسے چمکنے والی آسمانی بجلی جو کبھی روشن ہوتی ہے کبھی چھپ جاتی ہے یا پھر کبھی نور احدی شمع وقندیل اور چراغ یا آسمان کے تاروں کی طرح ہوتا ہے۔ عالم مثال کی شروعات میں سالک کی طہارتیں وضو وغسل وغیرہ یا عبادتیں روزہ نماز وغیرہ کا نور ہوتا ہے یا پھر ملاء اعلیٰ کے فرشتوں کا نور ہوتا ہے۔ یہ وہ انوار ہیں جو مجاہدۂ قادریہ میں ظاہر ہوتے ہیں اور باقی عمل کے وقت سالک کو خود بخود معلوم ہو جائیں گے۔ ان انوار کو خوب یاد کرے اور محفوظ کرلے تاکہ ابلیس لعین کے بہکاوے سے نجات پا سکے۔

اڑتیسواں نور سماع کے وقت جو وجد کی حالت طاری ہوتی ہے وہ سننے والوں کی مختلف طبیعتوں کی وجہ سے مختلف حالت میں ہوتی ہے۔ کسی کو رونا آتا ہے کسی کو ہنسی آتی ہے، کوئی خاموش رہتا ہے کوئی آہ آہ کرتا ہے۔ وجد کے معنی ہیں کہ دل پر جو خوشی یا غم ہو بلا تکلف سامنے آئے اور تواجد کے معنی ہیں کہ آدمی اس قسم کے اسباب پیدا کرے کہ وجدِ اصلی پیدا ہو جائے۔ یہ بھی درست ہے بشرطیکہ خیر کی نیت سے ہو کہ اعمال کا دارومدار نیت پر ہے۔ طالب پر اس حالت کے طاری ہونے کے وقت صوفیہ اس کی تعظیم لازمی جانتے ہیں اس لئے کہ دراصل یہ اس تجلی کی تعظیم ہے اس شخص کی ذاتی تعظیم نہیں۔ اگر طالب کی یہ حالت مکاری سے ہے تو بھی کوئی مضائقہ نہیں اور اگر حالت اصلی ہے اور کسی نے اس کی تعظیم نہیں کی تو اس کی نسبت سلب ہو جاتی ہے اور اسے بڑا نقصان اٹھانا پڑتا ہے۔ بہر صورت تعظیم ضروری ہے اگرچہ وجد اصلی نہ ہو کیونکہ دل کی برائیوں کا حال صرف اللہ ہی جانتا ہے۔ صرف اپنے خیال سے طالب کے وجد کو بے اصل نہ جانے کہ بدگمانی حرام ہے اور طریقت میں اور زیادہ حرام۔ "مسلمانوں سے نیک گمان رہو۔" اس پر عمل ہونا چاہیئے۔

انتالیسواں نور ابلیس لعین رات کو ایک بڑے دریا کے بیچ اپنے تخت پر بیٹھا اور اس کی تمام نسل جمع ہوئی اور اپنے اپنے کارنامے بیان کرنے لگی کہ میں نے فلاں انسان کو چوری پر ابھارا اور فلاں کو زنا پر اور فلاں کو قتل پر۔ اسی طرح ہر ایک نے اپنی بدکرداری بیان کی۔ ان میں سے کوئی بولا کہ میں نے فلاں طالب علم کو سبق پڑھنے سے روک دیا یا میاں بیوی میں لڑائی کرا دی تو یہ سنکر ابلیس اٹھا اور اسے چپٹا کر اپنے پاس بیٹھالیا۔ دوسرے شیطان بولے کہ یہ کون سا ایسا کام تھا جو اس کی عزت افزائی کی گئی اور ہم نے ایسے بڑے بڑے گناہوں پر انسان کو آمادہ کیا مگر ہمیں کوئی عزت نہ دی۔ ابلیس نے کہا تم نہیں جانتے اس کا یہ کام تم جیسوں کے سیکڑوں کاموں سے بڑھکر ہے آؤ میں تمہیں اسکا [illegible] بتاؤں پھر وہ انہیں ساتھ لیکر ایک عبادت گزار کے دروازے پر گیا اور خو[illegible]ت گزار

سے کہا کہ میں جبریل ہوں مجھے اللہ تعالیٰ نے تمہارے پاس یہ پیغام دیکر بھیجا ہے کہ میں نے تیری عبادت قبول کر لی میرے پاس چلا آ۔ وہ بے چارہ سیدھا سادا جاہل اس جھوٹی خبر سے خوش ہو گیا۔ ابلیس اس کی آنکھیں بند کر کے پیشاب پاخانہ کے گھورے پر لے گیا اور اسے وہاں چھوڑ کر خود غائب ہو گیا۔ اس کے بعد ابلیس ایک عالم کے دروازے پر پہنچا انہیں آواز دی اور سلام کیا اور کہنے لگا حضرت آپ کا درس دینا اور فتویٰ لکھنا بارگاہ خداوندی میں قبول ہوئے اب اللہ تعالیٰ آپکو اپنے پاس بلاتا ہے تاکہ آپ کو لباس قربت اور عزت سے سرفراز فرمائے اور عزت دے۔ عالم صاحب نے اپنے ہاتھ میں کچھ ہتھیار لیکر اس پر حملہ کیا اور کہا کہ اے بے حیا کیا تو نہیں جانتا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد معراج نہیں ہو سکتی جبریل آکر کسی کو نہ لے گئے، تو شیطان ہے کہ مجھے ہلاکت کی طرف بلاتا ہے یہ کہکر لاحول پڑھی۔ شیطان نے اپنی ذریت سے کہا کہ تم نے دیکھ لیا عالم کا معاملہ جاہل کے مقابلے میں کیسا ہے؟ اس کے بعد میاں بیوی میں لڑائی والی بات چھیڑی اور کہا کہ اس میں بھی بڑی مصلحتیں ہیں پہلی تو یہ کہ اولاد آدم کی نسل، جو ہماری دشمن ہے، ختم ہوتی ہے دوسرے جب شہوت کی آگ بھڑکتی ہے اور میاں بیوی میں لڑائی ہے تو وہ ایک دوسرے سے نہیں ملیں گے لاچار حرام کاری کرینگے اور مجہول النسب اولاد پیدا ہو گی اور ترکہ غیر مستحقوں کو پہنچے گا اور رحمت نازل نہیں ہو گی کیونکہ رحمت تو میل جول سے نازل ہوتی ہے اور آدمی کی خیر و برکت ختم ہو گی اور بھی اسی طرح کے بہت سے فائدے ہیں جو تم نہیں جان سکتے۔ میں (ابوالحسین احمد نوری) نے یہ حکایت اس لئے لکھی کہ آج کل دو باتیں زیادہ پھیلی ہوتی ہیں پہلی تو یہ کہ لوگ علم دین حاصل کرنے کی طرف بالکل توجہ نہیں دیتے بلکہ بالکل نہیں پڑھتے اور دوسرے میاں بیوی میں لڑائی ہوتی رہتی ہے۔ دینی بھائیوں کو خدا کی مرضی تلاش کرنا چاہئے۔ جو شیطان کے قابو میں آجاتے ہیں وہ صورت بس تو انسان کی طرح ہوتے ہیں مگر سیرت میں گدھے جیسے ہو جاتے ہیں۔

چالیسواں نور انبیاء و اولیاء اور علماء فضلاء اور شہداء و صالحین کے مزارات پر زیارت کو حاضر ہوتے وقت باوضو ہے اور ادب سے جائے اور اسی طرح حاضر ہو جیسے ان کی زندگی میں حاضر ہوتا تھا اور فاتحہ پڑھ کر ان کے وسیلے سے اپنے لئے دعا کرے تاکہ اپنی مراد کو پہنچے۔

اکتالیسواں نور فقیر کو یاد ہے کہ محرم ۱۲۹۰ھ کے شروع میں کانپور میں ایک شخص کو میرے دادا اور مرشد سید شاہ آل رسول احمدی رحمۃ اللہ علیہ کی توجہ سے سیر الی اللہ ختم ہو گئی اور ان پر بے ہوشی طاری ہو گئی کبھی ہنستے تھے کبھی روتے تھے۔ ہر وقت شیخ کی صورت ان کے سامنے رہتی تھی اور ان کو تسلی دیتی تھی۔ ایک دوسرے بزرگ سید علی شاہ قادری فتحپوری مرحوم بھی حضرت (شاہ آل رسول) کی توجہ اور تصور میں مصروف تھے اور ان کو حضرت سے جو بے پناہ محبت تھی اس کی وجہ سے اس وقت کے کاملین میں تھے۔ چونکہ اولیاء اللہ پر اپنے حال اور کرامات کا چھپانا واجب ہے۔ جہاں تک ممکن ہو ظاہر نہ کریں، مگر مجبور ہونے کی حالت میں چھوٹ ہے۔ اس کے برخلاف انبیاء علیہم السلام پر نبوت کا دعویٰ کرنا اور معجزات کا ظاہر کرنا ضروری ہے۔ اس مسئلہ کے خیال سے اب میں ان صاحب کا واقعہ لکھتا ہوں جن کی سیر الی اللہ ۱۲۹۰ھ میں بمقام کانپور ختم ہوئی تھی۔ یہ واقعہ ان کی زندگی میں بیان کرنا مناسب نہیں تھا اب وہ اس دنیا سے رخصت ہو گئے ہیں لہذا دوسرے لوگوں کو فائدہ پہنچانے کی غرض سے مقام سیر الی اللہ کی کچھ کیفیت لکھتا ہوں۔ جب ان بھائی کی سیر الی اللہ ختم ہو گئی اور سیر فی اللہ شروع ہوتی تو میں نے اس مقام کے ختم ہونے کی کیفیت پوچھی کہ آپ کو کیا معلوم ہوا اور کیا حال ہے۔ انہوں نے کہا کس طرح بتاؤں؟ میں نے کہا مثالوں کے ذریعہ، بولے کوئی مثال اس کیفیت کے مطابق نہیں ملتی۔ میں نے کہا کہ جس قدر ہو سکے اتنا بتائیے۔ وہ بولے اب میرا حال میرے نزدیک ایسا ہے کہ کسی کے دماغ سے کوئی ایسی ضروری چیز نکل جائے جس کی صورت خیال اور حافظہ میں بھی

محفوظ نہ رہے اور غور کرنے کے باوجود یاد نہ آئے۔ اسی طرح میری ذات مع سارے موجودات کے میرے شعور سے دور ہو چکی ہے اور ہر طرف ایک نور ہی نور پھیلا ہوا معلوم ہوتا ہے کہ ساری چیزیں اس میں گم ہیں یہاں تک کہ میری لوحِ دماغ پر بھی کوئی نقش نہیں ہے اور یہ کیفیت خواب کی طرح بھی نہیں ہے کیونکہ خواب کا واقعہ تو جاگنے کے بعد صرف نظر سے غائب ہوتا ہے اور ذہن میں باقی رہتا ہے مگر میری نظر اور ذہن میں خدائے واحد کی ذات کے سوا کچھ موجود نہیں بس اسی ذات کی محبت پوری طرح دل پر غالب ہے جس طرح بھوکے کو کھانا، پیاسے کو پانی اور عاشق کو معشوق درکار ہوتا ہے کہ اس کے بغیر نہیں رہ سکتا ایسی ہی میری کیفیت ہے اسی لئے کبھی ہنستا ہوں کبھی روتا ہوں اور ایک عجیب طرح کی خوشی چھائی ہوئی ہے جیسے میرا دل ہی جانتا ہے کہ ہر وقت امید بڑھتی جاتی ہے۔ جس طرح پیاسا پانی تلاش کرے اور اسے پانی نہ ملے یا پانی مل گیا مگر ابھی پیا نہیں ہے تو بھلا پانی دیکھ کر بھی وہ کیا خوش ہوگا۔ پانی کے سوا وہ کسی دوسری چیز کی طرف رغبت نہ کرے گا۔ دوسری مثال یہ ہے کہ عاشق کو حالتِ جدائی میں بغیر کوشش کئے یکایک محبوب کا وصل ہو جائے تو اس وقت عاشق کا کیا حال ہوگا۔ غرض یہ کہ میں عجیب حیرت میں ہوں کہ کیا کروں یہاں تک کہ اپنے آپ کو اس کی ذات پر قربان کر کے خود فنا ہو جاؤں بہرحال میرا حال دیوانے کی طرح ہے اس سے زیادہ کیفیت بیان نہیں کر سکتا کہ یہ ایسی بات ہے جو کہی نہیں جا سکتی۔ ان صاحب نے محرم سنہ ۱۲۷۹ھ کے شروع میں سیر الی اللہ شروع کی تھی اور محرم سنہ ۱۲۸۰ھ کے شروع میں یہ سیر ختم ہو کر آگاہی ہوئی پھر وہ آخر تک سیر فی اللہ میں رہے اور ماہ محرم الحرام سنہ ۱۲۰۶ھ میں انتقال ہوا۔ خدا مغفرت فرمائے اور اعلیٰ مرتبے بخشے۔ بڑے خوش نصیب بزرگ تھے اس فقیر سے بہت محبت فرماتے تھے اور ملاقات کے وقت ہمیشہ اسی طرح کا تذکرہ کرتے تھے۔ ان کا حال ان کے وصال کے بعد میں نے مختصر طور پر ظاہر کیا ہے۔ اگر وہ زندہ ہوتے تو اتنا بھی نہ کہنے دیتے جب دانہ زمین میں چھپ جاتا ہے تبھی باغ کی شادابی کے قابل ہوتا ہے۔

بیالیسواں نور

مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ جس وقت میں نے ریاضت شروع کی تو میرے مرشد نے فرمایا تھا کہ اشغال میں جو بھی غیبی کیفیت ظاہر ہو اسے میرے علاوہ کسی سے نہ کہنا کہ کہیں زائل نہ ہو جائے۔ مجھے یاد ہے کہ ایک دن اسم ذات کے شغل میں ایک کیفیت پیدا ہوئی کہ اپنی بھی خبر نہ رہی۔ یہ کیفیت صبح سے ظہر تک مسلسل رہی۔ میں نے خدمت عالی میں عرض کیا تو حضور نے فرمایا ٹھیک ہے اس کو "ناسمان" کہتے ہیں۔ ایک دن شیطانی وسوسہ ظاہر ہوا جس کی تفصیل اس وقت یاد نہیں۔ میں نے خدمت عالی میں عرض کیا فرمایا یہ شیطان دور ہونے سے جسے "ولہان" کہا جاتا ہے۔ کسی سے ذکر نہ کرنا کہ کہیں پھر نہ آجائے۔ ایسا ہی ہوا کہ وہ وسوسہ پھر کبھی نہیں آیا۔ اللہ کا شکر ہے کہ حضرت شیخ کی برکت سے سارے وہم دور ہو گئے۔

تینتالیسواں نور

راہ سلوک میں بارہ عقبات (دشواریاں) ہیں جو سالک کی راہ میں رکاوٹ ڈالتی ہیں۔

(الف) عقبۂ شرک و کفر:۔ کہ جب تک ایمان نہ لائے اور شرک نہ چھوڑے معرفت کی دولت ہرگز نہیں پا سکتا۔ اس دشواری کا علاج اپنے ہاتھ میں ہے یعنی اسلام قبول کر کے شرک کو چھوڑ دینا۔

(ب) عقبۂ معصیت:۔ جب تک گناہ سے نہ بچے اور فرماں برداری نہ کرے اس نعمت سے محروم رہے اس دشواری کا علاج سچی اور خالص توبہ ہے۔

(ج) عقبۂ عدم بیعت:۔ یعنی جب تک کسی شیخ کامل و مکمل کے ہاتھ پر بیعت نہ ہو دولت عرفان حاصل نہیں ہو سکتی۔

(د) عقبۂ والدین:۔ ماں باپ کی محبت، محنت اور مجاہدہ سے روکتی ہے اس دشواری کا علاج یہ ہے کہ والدین کو راضی رکھے اور جس طرح بھی ہو سکے خفیہ مجاہدہ کرے۔

(ہ) عقبۂ عدم اطمینان معیشت:۔ یعنی اگر سالک فکر معاش میں مبتلا ہے

تو دل کس طرح مطمئن ہو کر کسبِ باطنی میں مصروف ہو سکتا ہے؟ روزی کی پریشانی سے دل بھی پریشان رہتا ہے۔ اس پریشانی کا علاج یہ ہے کہ پہلے کوئی ہنر سیکھے کہ اس کے ذریعہ بقدر ضرورت حلال روزی کما سکے یا کوئی دوسرا طریقہ اختیار کرے کہ اس پریشانی سے محفوظ رہے۔

(ز) **عقبۂ محبتِ دنیا:۔** یعنی عزت دولت اور بیوی بچوں کی محبت کہ اُن کی فکر اور حفاظت میں انسان اتنا مصروف رہتا ہے کہ اسے کسی بات کی سدھ بدھ نہیں رہتی اس پریشانی کا علاج یہ ہے کہ عزت و مرتبہ اور دنیوی دولت حاصل کرنے کے بجائے صرف ضروری روزی پر اکتفا کرے، بیوی بچوں کی تیمارداری اور خبر گیری اس طرح کرے کہ ظاہری اعضا اہل و عیال کی خبر گیری میں رہیں اور دل خدا کی طرف لگا رہے۔

(ح) **عقبۂ شہوت:۔** یہ دشواری جوانی میں ایسی غالب ہوتی ہے کہ کسی اور چیز کی پرواہ ہی نہیں ہوتی۔ اس کا علاج یہ ہے اگر ممکن ہو تو نکاح کرلے ورنہ زیادہ تر روزے رکھے اور کھانا تھوڑا کھائے۔

(ح) **عقبۂ مجاہدات بیقاعدہ:۔** یعنی اپنی مرضی سے شروع کے مجاہدات بعد میں اور بعد کے مجاہدات شروع میں اور صبح والے شام کو اور شام والے صبح کو، بغیر شیخ کی تعلیم کے عمل میں لائے تو ان مجاہدات سے کوئی نتیجہ ظاہر نہیں ہوتا۔ اس پریشانی کا علاج یہ ہے کہ جو کچھ مرشد بتائے اُسی پر عمل کریں اور اپنی طرف سے کوئی قدم نہ اٹھائے کیونکہ پیرانِ طریقت اپنے مریدین کی طبیعت سے واقف ہوتے ہیں اس لئے وہ بے قاعدہ اور بے فائدہ علاج کبھی نہیں کریں گے۔

(ط) **عقبۂ رجوع خلق:۔** جب بندہ عبادت و ریاضت میں مصروف ہو جاتا ہے تو لوگ اس کو ولی سمجھ کر گھیر لیتے ہیں اور اس کے وقت کو خراب کرتے ہیں اور یہ ان کی صحبت میں پڑ کر برباد ہو جاتا ہے۔ اس پریشانی کا علاج یہ ہے کہ یہ سوچے کہ میں اس سے پہلے

کیا تھا جب کوئی میری طرف توجہ نہیں کرتا تھا۔ اب لوگوں کی رغبت کی وجہ میری اطاعت اور عبادت ہے تو مجھے لازم ہے کہ پوری طرح عبادت اور اطاعت کرتا ہوں اور لوگوں کی بھیڑ کو نہ دیکھوں۔

(ی) **عقبۂ خود بینی و غرور و تکبر**:۔ یہ عبادت سے پیدا ہوتا ہے۔ اس پریشانی کو دور کرنے کا علاج یہ ہے کہ تصور کرے کہ میں اس سے پہلے مشت خاک اور ناپاک پانی کا قطرہ تھا یعنی کچھ نہیں تھا اور اب اطاعت و عبادت سے مجھے یہ بلند مرتبہ حاصل ہوا اس لئے بہتر یہی ہے کہ میں اطاعت اور عبادت کی کثرت کروں اور خدا کی عنایت کا شکر ادا کروں۔ یہ نہیں کہ غرور اور گھمنڈ میں گرفتار ہو جاؤں جو بربادی کا سبب ہے۔

(ک) **عقبۂ کشف و کرامات**:۔ جب سالک مقام ملکوت میں ترقی کرتا ہے تو اس سے کشف و کرامات ظاہر ہونے لگتے ہیں۔ یہ کم عقل سمجھتا ہے کہ میں کامل ہو گیا اور مجاہدات کو بیکار کر بیٹھتا ہے۔ اسے یہ معلوم نہیں کہ ابھی دلی دور ہے۔ ابھی ولایت کہاں، ولایت کے دروازے تک نہیں پہنچا ہوں۔ اس پریشانی کو دور کرنے کا علاج یہ ہے کہ یہ تصور کرے کہ یہ حالت عارضی ہے جو ملکوت کے مشاہدہ سے حاصل ہوئی ہے اور ملک ملکوت میرا اصل مقصد نہیں ہے۔ مجھے تو اصل مراد کی طرف متوجہ ہونا چاہیئے، بچوں کی طرح اس تماشا گاہ میں نہ ٹھہرنا چاہیئے۔

(ل) **عقبۂ ابلیس لعین**:۔ یہ سب پریشانیوں سے بڑی پریشانی ہے بلکہ ساری پریشانیوں کی جڑ ہے جو بار بار میں سالک کو بلندی سے جہنم کی گہرائی میں پہنچا دیتی ہے اور نزدیکی کو دوری میں بدل دیتی ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنی حفاظت میں رکھے۔ اس پریشانی کا علاج صرف یہی ہے کہ اپنے مرشدان کرام سے مدد چاہے اور خدائے جل شانہ کی بے پناہ قوت و طاقت کی پناہ مانگے۔

چوالیسواں نور

اگر کسی شخص کا بہت زیادہ ذکر کرنے کے باوجود صوفیائے کرام جیسا حال نہ ہو تو مایوس ہونے کی ضرورت نہیں کہ خوش

نصیبی صرف اس بات پر منحصر نہیں۔ جب دل ذکر کے نور سے روشن ہوگیا تو وہ خوش قسمت بن گیا۔ جو کچھ اس جہاں میں ظاہر نہیں ہوا وہ موت کے بعد ظاہر ہوگا۔ اسے چاہیئے کہ ہمیشہ ذکر کرتا رہے اور اپنا دل خدا سے لگائے رکھے اور کبھی غافل نہ ہو کہ لگاتار ذکر کرنے سے قرب الٰہی نصیب ہوتا ہے

پینتالیسواں نور

سوال:۔ وہ کون سی نماز و تلاوت ہے جو ذکر و شغل میں داخل ہے اور مسلسل ذکر و شغل سے دل کی صفائی حاصل ہوتی ہے؟

جواب:۔ وہ نماز و تلاوت جو حضور قلب سے ہو اور اگر دونوں حضور قلب سے ادا ہوں تو کسی ذکر و شغل کی حاجت نہ رہے صرف صفائی قلب کی وجہ سے وہی نماز و تلاوت کافی ہے حضوریٔ قلب کے بغیر ذکر و شغل بھی کچھ نہیں ہے کہ اس سے کوئی نتیجہ برآمد نہیں ہوتا۔

چھیالیسواں نور

جان لو کہ جسم میں کچھ مقامات ہیں جن میں سے ہر ایک حقائق و دقائق و سرائر کے ذکر و کشف کی ان ضربوں کا ٹھکانہ ہے جو اسی پر موقوف ہیں۔ ان میں سے پہلا قلب صنوبری ہے اور وہ گوشت کا ایک لوتھڑا ہے جو سینے کے الٹی طرف ہوتا ہے اور وہی روح کی اصل سواری ہے اور دوسرا قلب مدوّری ہے اور وہ دماغ ہے۔ تیسرا نیلوفری ہے اور وہ ناف ہے تو اکثر ذکر کی ابتدا اس کی بائیں طرف سے کی جاتی ہے پھر اس کو دماغ تک چڑھا کر قلب تک اتارا جاتا ہے۔ اس کی ضرب اس پر لگائی جاتی ہے تو ملک و ملکوت اور جبروت و لاہوت کی چیزوں کی حقیقتیں ظاہر ہونے لگتی ہیں:

سینتالیسواں نور

ذکر و شغل و مراقبہ، ذکر سے مراد زبان کا فعل اور شغل سے مراد قلب کا فعل ہے۔ مراقبہ کسی چیز کے تصور کرنے اور اس کے خیال باندھنے کو کہتے ہیں۔

اڑتالیسواں نور

سالک کے چند آداب، پہلا جہاں تک ہو سکے خدا سے خدا کے سوا کچھ نہ مانگے، مجھے حیرت ہے کہ تو اس کا ہو کر اس سے غیر کو طلب کرتا ہے، جب خدا ہی بندہ کا ہو جائے گا تو ساری مخلوق اس کے حکم کو مانے گی جس کو خدا مل گیا اس کو سب کچھ مل گیا۔ دوسرا جو کچھ بولے ادب سے بولے، زبان سے کوئی بے ادبی کی بات نہ نکلے کہ خدا اور محبوبان خدا کی تعظیم ہی ایمان ہے، تیسرا اپنے نفس کو خدا کی نعمتیں ظاہر کرنے سے بچائے یعنی قرب الٰہی سے جو مرتبہ فرائض اور نوافل کے ذریعہ حاصل ہو اس کو ظاہر نہ کرے بلکہ اس طرح پوشیدہ رکھے جیسے اس کا علم ہی نہیں رکھتا، چوتھا جس طرح حق تعالیٰ کی ذات کو اپنے ظاہری اور باطنی حال سے باخبر سمجھتا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بہ عطائے الٰہی ویسا ہی سمجھے تاکہ کوئی بات اور کوئی کام اللہ جل جلالہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت میں نہ ہو۔ اپنے شیخ کو، جو اللہ کی عنایت کا مظہر اور حضرات انبیاء علیہم السلام کا نائب ہے، اپنے احوال کا دانا و بینا سمجھے تاکہ شیخ کے احکام کے خلاف نہ ہو۔ ان سب سے حیا پیدا ہوتی ہے اور حیا مکمل نیکی ہے، پانچواں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کو عبادات، عادات، افعال و اقوال تمام حالات میں اپنے اوپر لازم قرار دے کر پورا کرے، چھٹا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ کے مقبولوں جیسے سادات کرام، مشائخ اور علمائے اہل سنت کو حضور علیہ السلام کا وارث جان کر ان کی تعظیم و توقیر کرنے میں لگا رہے۔ کبھی کسی طرح کسی حال میں ان حضرات کی توہین گوارہ نہ کرے، ساتواں اپنے پیر کو اپنے حق میں زمانے کے تمام پیروں سے افضل سمجھے اور اس کے حکم کو اپنے حق میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی تبلیغ شمار کرے اور پیر کے کسی قول و فعل کو حقیر نہ جانے اگر پیر کی کوئی بات اپنی عقل میں نہ آئے تو اسے اپنی ہی غلطی سمجھے۔ آٹھواں مرید کو چاہئے کہ اپنے اختیار کو اپنے مرشد ہی کے سپرد کر دے، پیر کے سامنے اس مردے کی طرح ہو جائے جو غسل دینے والے کے ہاتھ میں ہوتا ہے اور ظاہر و باطن کا کوئی کام مرشد کے حکم کے بغیر نہ کرے۔ ہر کام میں جتنی اجازت

مرشد نے دی ہو اس سے کم یا زیادہ نہ کرے کہ مرشد اپنے مرید کے حال سے واقف ہوتا ہے اور مرید کو خطروں اور وسوسوں سے بچاتا ہے۔ خراب مادّوں کو نکال باہر کرنا بھی مرشد کے اختیار میں ہوتا ہے۔ مرید کو اس بات کا یقین رکھنا چاہیئے کہ مرشدان کرام کے ہاتھوں پر اللہ تعالیٰ کا یدِ قدرت ہے! نواں۔ جب کبھی تجلیات کے غلبہ سے باطنی جوش ابھرے جو عقل و وہم سے باہر ہے تو اپنے مقام کو نہ بھولے اور بزرگوں کی برابری نہ کرے۔ بہتر تو یہ ہے کہ اپنے کو ساری مخلوقات سے کم تر جانے یہاں تک کہ کتے اور سوّر سے بھی زیادہ ذلیل و خوار سمجھے اور یہ کمال انسانی کا وہ مرتبہ ہے جو امداد الٰہی کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتا۔ ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سلطنت عظمیٰ اور خلافت کبریٰ اور خطاب لولاک لما خلقت الدنیا (اے محبوب اگر آپ نہ ہوتے تو میں دنیا کو پیدا نہ فرماتا) حاصل ہونے کے باوجود بھی بارگاہ الٰہی میں مناجات فرماتے کہ یا اللہ مجھے مسکین رکھ کر زندہ رکھ اور بحالت مسکینی ہی موت دے اور گروہ مساکین کے ساتھ ہی میرا حشر فرما۔ اسی سے اندازہ لگالو کہ عاجزی کا مرتبہ کس قدر بلند و بالا ہے خلاصہ یہ ہے کہ سارے کاموں اور تمام اوقات میں اپنے آپ کو خدا کے سپرد کر دینا چاہیئے اور کسی جگہ بھی غرور اور گھمنڈ ظاہر نہ کرنا چاہیئے کہ یہ نفس کے بہکانے سے ہوتا ہے جو دل اور روح کی ہلاکت کا سبب ہے، دسواں ظاہر میں خلق کے ساتھ رہے اور باطن میں ان سے دور رہ کر حق کے ساتھ رغبت رکھے۔ گیارہواں خلق سے تنہائی اور اپنے آپ سے گوشہ نشینی اختیار کرے یعنی خلق سے دور رہ کر اور اپنے آپ سے غرور کو اس طرح دور کرے کہ دسوں حواس (پانچ ظاہری اور پانچ باطنی) کو جمع کر سکے۔ یہ سب تدبیریں کرنے سے دل کو سکون ملتا ہے پریشانی دور ہوتی ہے اور خدا سے واصل ہونے کے لئے مناسب ہے۔ بارہواں کھانے پینے، سونے اور بولنے میں جتنی بھی ہو سکے کمی کر دے کہ اس میں بہت سے فائدے ہیں۔ پہلے کے بزرگوں نے عرصہ دراز تک کھانے پینے سے ترک تعلق کر لیا تھا یہاں تک کہ نور باطن اور روحانی قوت کو ترقی دیکر فرشتہ صفت ہو گئے اور کھانے پینے کی ضرورت نہ رہی مگر سنت پر عمل

کرنے اور اپنے بندہ ہونے کے انحصار کو ظاہر کرنے کے لئے کچھ غذا لے لیا کرتے تھے۔

سلوک کے یہ بارہ آداب جو مختصر طور سے لکھے گئے ہیں، سالک کے لئے کافی ہیں۔ زیادہ تر مرشد کے حکم کے مطابق عمل کرے تاکہ منزل مقصود تک پہنچے۔ ان جملہ آداب میں سے حسن ادب اور سچی عقیدت کے ساتھ مرشد کی صحبت زیادہ فائدہ مند اور بہتر ہے اس لئے کہ مرشد کی خدمت میں حاضر رہنے سے ہزاروں دشواریاں اور لاکھوں رکاوٹیں ایک ہی مجلس میں دور ہو جاتی ہیں۔

انچاسواں نور

فنا کے تین درجے ہیں جب تک تم ان کو حاصل نہ کرو گے سلوک میں کامیابی نہ ملے گی پہلا درجہ فنا فی الشیخ کا ہے یعنی اپنے مرشد کے تصور میں اپنے کو اس قدر محو کرے کہ اپنے نفس کو مرشد سے الگ نہ سمجھے اور اپنے اعضائے جسم سے جو حرکات و سکنات ظاہر ہوں تو یہ سمجھے کہ یہ شیخ کے اعضاء ہیں اور یہ حرکت و سکون مرشد ہی کے افعال و اختیار سے ہے اور اپنے آپ کو قطعاً موجود ہی نہ سمجھے نہ بطور حقیقت نہ بطور تصور دوسرا درجہ فَنَا فِي الرَّسُول کا ہے۔ فَنَا فِي الشَّيخ والے مضمون کو حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے سمجھے اور اپنے وجود کو ہرگز وہم و گمان میں بھی نہ لائے تو فَنَا فِي الرَّسُول حاصل ہو جائے گی اس لئے کہ مرید اپنے شیخ میں فانی ہو گیا اور شیخ ذات رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں فانی ہے تو اس طرح فَنَا فِي الرَّسُول بہ آسانی حاصل ہو جائے گی۔ تیسرا درجہ فنا فی اللہ کا ہے۔ یہ فنا جب اپنی حد تک پہنچ جاتی ہے تو بقا کی ابتدا ہوتی ہے۔ جب یہ فنا حضرت جنید علیہ الرحمہ کو حاصل ہوئی تو فرمایا کہ چالیس سال سے میں خدا سے باتیں کرتا ہوں اور لوگ سمجھتے ہیں کہ ان سے کلام کر رہا ہوں۔ اس قسم کے بہت سے اقوال بزرگوں سے منقول ہیں۔ یہ فنا حاصل ہو جانے کے بعد سالک موحد بالذات ہو جاتا ہے کہ شرک کا وجود بھی باقی نہیں رہتا۔

پچاسواں نور

عارفین کے قلوب سجدوں کے حکم میں ہیں جیسا کہ مولانا رومی علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ نادان لوگ مسجد کی تعظیم کرتے ہیں، یہ اہل دل حضرات پر ظلم ہے۔ مسجد تو اولیاء کرام کے دل کے اندر ہے، یہ وہ سجدہ گاہ ہے جہاں خدا ملتا

اکیانواں نور

ہمارے شیخ (شاہ آل رسول) کے معمولات میں تھا کہ حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق جمعہ کی رات اور جمعہ کے دن میں ایک ایک بار سورۂ کہف تلاوت فرماتے تھے اور عشا کے بعد آرام فرمانے سے پہلے مسبحات ستہ سورۂ حدید، سورۂ حشر نصف، سورۂ جمعہ، سورۂ تغابن، سورۂ اعلیٰ، سورۂ الٓم سجدہ، سورۂ ملک، سورۂ بنی اسرائیل اور سورۂ زمر تلاوت فرماتے تھے اور زیادہ تر اوراد ماثورہ اور حصن حصین میں جو منگل کے دن چھٹی منزل لکھی ہے اس کو پڑھا کرتے تھے اور خاص طور سے سُبْحَانَ اللہِ وَبِحَمْدِہٖ پڑھا کرتے تھے۔ جمعہ کی صبح پہلی اور دوسری رکعت میں سورۂ الٓم سجدہ پڑھا کرتے تھے اور اکثر وتر کی پہلی دو رکعتوں میں سورۂ فاتحہ کے بعد سورۂ اعلیٰ اور سورۂ کافرون اور تیسری میں سورۂ اخلاص پڑھا کرتے تھے اور وتر کے بعد دو نفل ادا فرماتے جس کی پہلی رکعت میں سورۂ اذا زلزلت الارض اور دوسری میں سورۂ کافرون، اور رات کو سوتے وقت سورۂ فاتحہ اور سورۂ اخلاص پڑھنا حضرت کا معمول تھا کہ پڑھ کر اپنے اوپر دم فرماتے پھر سو جایا کرتے تھے، پھر گفتگو نہ فرماتے اور تہجد کے وقت جاگ جاتے تھے۔

بانواں نور

ربیع الاول شریف ۱۲۶۶ھ کی سترہویں رات کو مرشد اعلیٰ سیدنا آل احمد عرف اچھے میاں صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فاتحہ سے فارغ ہو کر، میرے دادا اور مرشد سیدنا شاہ آل رسول احمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ مجھے ساتھ لیکر سجادہ کے مقام پر تشریف لاتے میری عمر اس وقت بارہ برس تھی، سجادہ پر تشریف لا کر مجھے مسند طریقت پر چار زانو بیٹھنے کا حکم دیا چنانچہ میں بیٹھ گیا۔ حضرت نے خود میرے سامنے دو زانو بیٹھ کر ایک روپیہ بطور نذرانہ پیش فرمایا اور کہا کہ مبارک ہو۔ کم عمر ہونے کی وجہ سے میں اس راز کو نہ سمجھ سکا۔ روپیہ کو کمر بند میں رکھ کر بڑے دالان میں آرام کرنے کے لئے آ گیا۔ صبح کو جب اٹھا تو میں نے اپنی دادی جان سے عرض کیا کہ گزشتہ رات دادا اور مرشد

نے مکان سجادگی میں ایک روپیہ نذر فرمایا تھا وہ روپیہ نہیں مل رہا۔ دادی جان نے میری دودھ پلائی ماں کو تلاش کرنے کا حکم دیا وہ بہت ڈھونڈا گیا مگر نہ ملا۔ اس کے بعد جب بیس برس یا اس سے بھی زیادہ عرصہ گزر گیا تو حضرت نے ایک دن تنہائی میں وصیت فرمائی کہ اگر میرے پاس مریدین و متوسلین باادب بیٹھے ہوں تو اس وقت ایک طرف بیٹھنا چاہیئے۔ اس وصیت کو کئی بار دہرایا۔ چنانچہ ویسا ہی ہوا جیسا فرمایا تھا اور نذر کے غائب ہو جانے کا راز یوں کھلا کہ دنیا کی دولت ہاتھ آتی ہے اور جلد چلی جاتی ہے باقی نہیں رہتی۔ دنیا کی دولت جمع کرنے کی نوبت نہیں آتی اور نہ کبھی ضرورت ہی پیش آتی ہے۔ یا اللہ ہمیں اپنے کرم سے دنیا و مافیہا سے محفوظ رکھ۔

پانچواں لمعہ

مسائل فقہیہ کے بیان میں

پہلا نور

صرف ایک شخص کی خبر کا یقین نہ کرو اگرچہ وہ عادل ہی کیوں نہ ہو کیونکہ شریعت مطہرہ میں دو عادل گواہوں سے کم کی گواہی معتبر نہیں۔ اگر کوئی اللہ کا ولی بھی گواہی دے کہ زید کے عمر پر اتنے دام باقی ہیں تو قاضی کو صرف اسی گواہی پر فیصلہ کر دینا جائز نہیں اگرچہ اس ولی کی سچائی کا دل کو یقین ہے۔ ایک واقعہ بیان کرتا ہوں کہ ایک دن حضرت عثمان ابن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے امیر المومنین حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں درخواست پیش کی کہ حکم ابن عاص کا قصور میں نے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ سے معاف کرا دیا تھا اب میں چاہتا ہوں کہ اس کو مدینہ منورہ آنے کی اجازت مل جائے۔ صدیق اکبر نے جواب میں فرمایا کہ آپ کے انصاف اور سچائی کا مجھے پورا یقین ہے لیکن قانون شریعت کے مطابق دوسری گواہی درکار ہے۔ عثمان غنی نے یہ عذر صحیح سنا اور خاموش ہو گئے۔ پھر جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا دور خلافت آیا تو وہی درخواست سیدنا عثمان غنی نے پھر پیش کی اور پھر وہی جواب ملا۔ پھر جب خود سیدنا عثمان غنی کا دور خلافت آیا تو حکم بن عاص کو بلایا اور مدینہ منورہ میں آنے کی اجازت دے دی یہ اس لئے کہ وہ خود حکم کو معاف کرا چکے تھے لہذا علم الیقین تھا اور گواہی کی کوئی ضرورت نہیں تھی تو سمجھ لو کہ عقلمند کو اشارہ کافی ہوتا ہے۔

دُوسرا نور فاسق معلن کو پہلے سلام نہ کرے اور اس کے ساتھ نہ بیٹھے اور اس سے بات نہ کرے نہ اس سے رشتہ کرے اور اس کو اپنے سے دور رکھو چاہے وہ تمہارا عزیز ہی کیوں نہ ہو کہ یہ شریعت کا حکم ہے۔ افسوس کہ تو روزانہ وتر کی نماز میں پڑھتا ہے ونخلع ونترک من یفجرک (اور ہم چھوڑتے ہیں اور ترک تعلق کرتے ہیں اس سے جو تیرا نافرمان ہے) اور پھر بھی عمل نہیں کرتا۔ تو کیا روزانہ اپنے مالک کے سامنے جھوٹ بولنے کو آسان سمجھتا ہے۔ ارے بھائی اگر تم عمل کر دگے تو جھوٹ سے محفوظ رہو گے ورنہ تم گمراہ ہو کر مصیبت میں مبتلا ہو جاؤ گے۔ دوسرے تو اپنے برابر والوں سے جھوٹ بولتے ہیں اور تم خدا سے جھوٹ بولنا گوارہ کرتے ہو۔ تمہارے قول اور فعل میں کتنا فرق ہے۔ ہر کام اپنی طاقت کے مطابق کرو اگر تمہیں قدرت ہے تو فاسقوں کو نصیحت کرو اور جس قدر ممکن ہو ڈانٹ ڈپٹ کرو اور اگر یہ بھی ممکن نہیں تو انہیں اپنے دل سے گرا کر تعلقات ختم کر لو اور یہ ایمان کا کمتر درجہ ہے۔

تیسرا نور وضو کرتے وقت منھ اور ناک کو خوب صاف و پاک کرے اور پانچوں وقت مسواک کرے کہ میل اور بدبو دور ہو جائے اور یہ سنّت ہے کہ فرشتے پاکیزہ منھ سے محبت کرتے ہیں ورنہ وہ اور دوسرے انسان گندے منھ سے تکلیف پاتے اور نفرت کرتے ہیں۔

چوتھا نور کسی کے گھر میں داخل ہونے سے پہلے اس گھر والوں کو سلام کرکے آنے کی اجازت لے لو۔ اگر اپنا بھی گھر ہو تو اس میں اس طرح داخل ہو کہ گھر والے تمہاری آمد سے باخبر ہو جائیں بس اتنا کافی ہے۔ اس حکم میں بہت سے فائدے ہیں۔ تمہیں کیا معلوم کہ گھر والے کس حال میں ہیں ہو سکتا ہے کہ اس وقت کوئی غسل کر رہا ہو یا کوئی بے پردہ بیٹھا ہو اور قرآن مجید میں بھی ہے یا ایھا الذین آمنوا لا تدخلوا بیوتا غیر بیوتکم حتٰی تستانسوا وتسلموا علٰی اھلھا ذالکم خیر لکم

لعلکم تذکرون (اے ایمان والو اپنے گھروں میں نہ جاؤ جب تک اجازت نہ لے لو اور ان کے ساکنوں پر سلام نہ کر لو یہ تمہارے لئے بہتر ہے کہ تم دھیان کرو۔)

پانچواں نور ماں، باپ، استاد اور پیر کو ان کے نام لے کر پکارنا بے ادبی ہے۔ اسی طرح بیوی کو بھی اپنے شوہر کا نام لیکر پکارنا ہمارے شہروں کے رواج کے مطابق شوہر کو بھی اپنی بیوی کا نام لیکر پکارنا بے حیائی سمجھا جاتا ہے اور ایسے کاموں میں رسم کی پابندی چھوڑی نہیں جا سکتی۔

چھٹواں نور ایسا مذاق نہ کرو جو فضول، بے ہودہ، بیکار اور بے فائدہ ہو خلص طور سے ایسا مذاق ہرگز نہ کرو جس میں جھوٹ، تہمت، کسی کی تکلیف رسانی اور بد تہذیبی پائی جائے۔ یہ حرام ہے لیکن ایسا مذاق جو ممنوعات شرعیہ سے پاک ہو کبھی کبھی اپنے دوستوں کا دل اور اپنی طبیعت خوش کرنے کے لئے ہو تو اس میں حرج نہیں، مباح و جائز ہے مگر اس کی عادت نہ ڈالے کہ ہزل اور بے ہودہ گوئی سے رعب و وقار کو ٹھیس لگتی ہے۔

ساتواں نور واضح ہو کہ ہنسی تین طرح کی ہوتی ہے ۱۔ تبسم، ۲۔ ضحک اور ۳۔ قہقہہ۔ تبسم وہ ہے کہ نہ خود آواز سنے اور نہ دوسرا بلکہ ہونٹوں میں ایک خفیف سی حرکت ہو جس سے دانتوں کی سپیدی چمک جائے، ضحک وہ ہے کہ جس کی آواز صرف ہنسنے والا ہی سنے دوسرا نہ سن پائے۔ قہقہہ وہ ہے جس کی آواز ہنسنے والا بھی سنے اور دوسرے بھی سنیں یہاں تک کہ پاس پڑوس والے بھی سنیں تو تبسم جائز بلکہ مسنون ہے اور قہقہہ مکروہ ہے اور ضحک سے دل مردہ ہو جاتا ہے۔ حدیث پاک میں ہے کثرۃ الضحک یمیت القلب (ہنسی کی کثرت دل کی موت ہے)۔

آٹھواں نور جو کچھ قرآن سے حفظ کیا ہے اس کو یاد رکھے ورنہ قیامت کے دن اندھا اٹھے گا۔ قرآن بھول جانا بڑا گناہ ہے۔

نواں نور

واضح ہو کہ سجدہ دو طرح کا ہوتا ہے پہلا سجدۂ عبادت دوسرا سجدۂ تحیت یعنی سجدۂ تعظیم وتکریم جو کسی کی بزرگی اور بڑائی کے لئے بغیر عبادت کی نیت کے ہوتا ہے جیسا سیدنا یوسف علیہ السلام کو ان کے والدین اور بھائیوں نے کیا تھا یا وہ سجدہ جو فرشتوں نے حضرت آدم علیہ السلام کو کیا تھا لیکن اب یہ شریعت محمدیہ میں حرام ہو گیا ہے۔ اسی طرح بیت اللہ شریف کے علاوہ کسی چیز کا طواف حرام ہے مگر یہ کہ یہ چیزیں بے خودی و بے ہوشی کی حالت میں واقع ہوں یعنی کسی پر کسی کی ملاقات سے وفور شوق میں اضطرابی کیفیت طاری ہو جائے کہ ہوش ہی میں نہ رہے اور اس حالت میں وہ سجدۂ تحیت کر لے یا طواف کرے تو بے اختیار ہو جانے کی وجہ سے مؤاخذہ نہ ہو گا جیسے دیوانوں کے افعال پر گرفت نہیں ہوتی۔ بادشاہ اس سے خراج نہیں لیتا جو برباد ہو جاتا ہے۔

دسواں نور

قرآن مجید مجمع میں آہستہ آہستہ پڑھو خصوصاً اس وقت جب سننے والے متوجہ نہ ہوں اور آیہ کریمہ واذا قری القرآن فاستمعوا له وانصتوا لعلکم تفلحون سے ناواقف ہوں یا غفلت میں ہوں یا جان بوجھ کر غفلت میں پڑے ہوں یا دنیا کی باتوں میں مشغول ہوں۔ اس صورت میں پڑھنے والا اور سننے والا دونوں گنہگار ہوں گے لیکن قرآن مجید کو سیکھنے سکھانے یا حفظ کرنے کی غرض سے، خصوصاً بچوں کو زور زور سے پڑھانے میں حرج نہیں۔ تلاوت کرنے میں جہاں تک ممکن ہو احتیاط برتے۔ ایسے لوگوں سے دور بیٹھے جن کے بارے میں قرآن ارشاد فرماتا ہے اولئك کالانعام بل هم اضل (وہ لوگ چوپایوں کی طرح ہیں بلکہ ان سے زیادہ گمراہ)۔ تنہائی میں بیٹھ کر پورے ادب و احترام کے ساتھ قرآن مجید کی تلاوت کرے۔

گیارہواں نور

مشرک مردوں اور عورتوں، کافر مردوں اور عورتوں اور فاسق معلن مردوں اور عورتوں اور ان جیسوں کی تعریف اور بڑائی نہ کرے۔ جیسی کہ بے پرواہ جاہلوں کی عادت ہے کہ سماع حرام سنتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم نے کیا خوب قوالی سنی اور طوائف کی آواز بہت اچھی تھی اور بہتر گانے والی تھی۔ بعض بے حیا تو سبحان اللہ وغیرہ بھی شامل کر لیتے ہیں جو حد کفر تک پہنچتے ہیں اس گندی حرکت سے جو حرام ہے توبہ کرنا چاہیے اور معاذ اللہ بعض جگہ تو کفر کا اندیشہ ہے۔ ایسے نالائقوں کو برا کہنا چاہیے اور اپنی طاقت کے مطابق انہیں ان کے منہ پر ڈانٹنا چاہیے کہ شاید وہ شرمندہ ہوں مگر ان کے سامنے انہیں برا بھلا نہیں کہہ سکتے تو ان کے پیچھے کریں، اگر یہ بھی ممکن نہ ہو تو دل میں کریں کہ یہ سب سے کم تر درجہ ہے۔ اگر یہ بھی نہ کیا تو خود کا بھی انہیں نالائقوں کے گروہ میں شمار ہو گا اور انھیں کے ساتھ حشر ہو گا۔ اس سے خدا اپنی پناہ میں رکھے۔

بارہواں نور

اپنے نسب کو چھپانا اور دوسروں کے ساتھ نسبت کرنا نہایت سخت ممنوع ہے۔

تیرہواں نور

کسی عورت کے ساتھ تنہائی میں نہ بیٹھو کہ تیرا دشمن شیطان تجھے تکلیف پہنچانے کی کوشش میں لگا رہتا ہے۔ ایسا نہ ہو کہ تجھے تباہ کر دے اور گناہ کبیرہ سرزد کرا دے۔ ایک دن ابلیس لعین نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ آپ میرے حق میں دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ مجھے بخش دے اور میری غلطی معاف فرما دے۔ موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے عرض کی، حکم ہوا کہ آپ اس مردود سے کہدیں کہ اب آدم علیہ السلام کی قبر کو سجدہ کر لے ابلیس نے جب اللہ کا یہ حکم موسیٰ علیہ السلام سے سنا تو پھر اپنی طبیعت کی خباثت کی وجہ سے انکار کر دیا اور بولا کہ اے موسیٰ جب میں نے آدم ہی کو سجدہ نہیں کیا تو اس کی قبر کو کیا کروں گا۔ میں اگرچہ اپنی بدقسمتی سے محروم رہا مگر مجھ پر تمہارا ایک حق ثابت ہو گیا۔ اس لئے تین

باتیں بتاتا ہوں جو تم اپنے امتیوں کو بتا دینا کہ تین موقعوں پر میں (ابلیس) ضرور آجاتا ہوں پہلا جب اجنبی مرد اور اجنبی عورت تنہائی میں ایک جگہ بیٹھیں دوسرا غصہ کے وقت تیسرا کافروں سے جنگ کے وقت، تنہائی میں اجنبی مرد عورت پر ایسا غالب آتا ہوں کہ میری گرفت سے چھوٹنا مشکل ہو جاتا ہے اور شاید ہی کوئی ایسا ہو جو میرے ورغلانے سے زنا میں مبتلا نہ ہو جائے یا زنا کے قریب نہ ہو جائے۔ غصہ کے وقت عقل زائل کر دیتا ہوں، باپ کو بیٹے سے اور بیٹے کو باپ سے الگ کر دیتا ہوں یہاں تک کہ مار پیٹ کی نوبت آجاتی ہے۔ کافروں سے جنگ کے وقت اس طرح بیوی بچوں اور رشتہ داروں کی یاد دلاتا ہوں کہ لوگ بے چین ہو کر گھر بھاگ جاتے ہیں۔

چودہواں نور مسلمان کو کافر کہنا اس کے قتل کر دینے سے بھی زیادہ برا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے الا باء بہ احدھما یعنی کفران دونوں میں سے ایک پر ضرور واقع ہو گا یا تو اس پر جسے کافر کہا گیا اور اگر وہ کافر نہیں ہے تو وہ کفر کہنے والے پر واقع ہو گا۔ اسی طرح مسلمان کو لعین کہنا بڑا سخت گناہ ہے خدا تعالیٰ اپنی پناہ میں رکھے۔

پندرہواں نور اپنی دو بیویوں کے درمیان انصاف کرو، ورنہ دوسری بیوی کی خواہش نہ کرو۔ یہی قطعی حکم ہے۔

سولہواں نور خدا کے حرام کئے ہوئے کو حلال نہ جاننا ورنہ کفر کی بلا میں پھنس جاؤ گے کیونکہ جس چیز کا حرام ہونا قطعی اور ضروری ہے اسکو حلال سمجھنا کھلا ہوا کفر ہے۔ گناہ کو حرام سمجھ کر بھی گناہ کرنا گناہ اور گناہ کو حلال سمجھ کر گناہ کرنا دُہرا گناہ ہے کہ اس سے آدمی کفر کی طرف چلنے لگتا ہے۔

سترہواں نور سچی گواہی کو چھپانا دل کا گناہ ہے اور جھوٹی گواہی کفر و بت پرستی کے ہم پہلو اور اس سے ملی ہوئی ہے۔ اللہ تعالیٰ

فرماتا ہے لا تکتموا الشھادۃ ومن یکتمھا فانہ اثم قلبہ اور فرمایا فاجتنبوا الاوثان واجتنبوا قول الزور حنفاء للہ (گواہی کو نہ چھپاؤ اور جو اس کو چھپائے تو بے شک وہ دل کا گناہ گار ہے۔ تو بتوں سے اجتناب کرو اور جھوٹی بات سے بچو خالص اللہ کے ہو کر)۔

اٹھارہواں نور

شہادت کی ادائیگی قاضی مسلم دعادل کے سامنے واجب ہے ورنہ نہیں۔

انیسواں نور

نابالغوں اور غیر مکلفوں پر گناہ نہیں لکھا جاتا۔ اگر ان سے ان کے ولی کی لاپرواہی یا چشم پوشی یا اجازت سے جو کچھ گناہ سرزد ہوں تو وہ اُن کے ولی پر لکھے جاتے ہیں مثلاً اگر کوئی ولی چھوٹے بچے کو شراب پینے سے نہ روکے یا خود پلائے تو اس صورت میں گناہ بچے پر نہیں بلکہ اس کے ولی پر ہے۔ لہٰذا اس مسئلہ کو یاد رکھنا چاہیے کیونکہ اس زمانہ میں بے علمی کی وجہ سے اکثر ایسا ہوتا ہے۔ لوگ سمجھتے ہیں کہ یہ تو بچے ہیں ان کے لئے معافی ہے جو چاہیں کریں روکنا نہیں چاہیے، بلکہ وہ ولی خود ان بچوں سے گناہ کراتے ہیں مثلاً ناچ گانے کی محفلوں سے بچوں کو نہیں روکتے بلکہ خوشی سے بچوں کو وہاں بھیجتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ بچوں پر کوئی گناہ نہیں اس لئے کیوں روکا جائے۔ اے نادانو اگرچہ یہ بات تو صحیح ہے کہ وہ بچے گناہ گار نہ ہوں گے مگر تمہارے لئے معافی کہاں سے آگئی۔ تم تو گنہگار ہو گے۔

بیسواں نور

اولاد کی پرورش بالغ ہونے تک باپ پر فرض ہے اس کے بعد نیکی اور احسان ہے۔

اکیسواں نور

شریعت مطہرہ نے عورت کو جو سر سے پاؤں تک مستور (پوشیدہ) ہے، پردہ کا حکم دیا ہے۔ پردہ کی دو قسمیں ہیں پہلی حجاب دوسری ستر۔ حجاب وہ ہے کہ گھر میں بیٹھے اور پوری طرح نامحرم کی نظر سے دور

رہے۔ ستر وہ ہے کہ چہرہ کی گولائی اور دونوں ہتھیلیوں کے سوا سارا جسم موٹے کپڑے سے چھپا رہے کہ بال کی نوک کے برابر بھی عورت کا جسم بے پردگی یا کپڑے کے باریک ہونے کی وجہ سے ظاہر نہ ہو۔ پہلا یعنی حجاب وہ اہلبیت نبوت پر فرض تھا اور تمام مسلمان عورتوں پر مستحب اور دوسرا یعنی ستر وہ تمام آزاد مسلم خواتین پر فرض ہے لیکن علمائے شریعت نے زمانہ کے فساد کی وجہ سے ہر عورت کے لئے حجاب کو لازم قرار دیا ہے۔ ہمارے قرب وجوار کے شہروں میں باعزت اور شریف لوگوں میں یہ طریقہ بہت اچھا ہے کہ عورتوں کو بے پردہ گھروں سے نکلنے نہیں دیتے اس کے باوجود لباس اور پردے میں بے ہودگی آتی جا رہی ہے جس نے فرماں برداری اور شرم وحیا دونوں کو برباد کر دیا ہے۔ عورتیں اپنے چچا زاد اور پھوپھی زاد اور خالہ زاد اور ماموں زاد بھائیوں، دیور، جیٹھ، بہنوئیوں وغیرہ سے پردہ نہیں کرتیں۔ یہ سب نامحرم ہیں۔ ان کے سامنے بے پردہ بلکہ بے ستر آتی ہیں۔ چست اور باریک لباس پہنتی ہیں کہ پیٹھ، پیٹ، گلا اور سر کھلا رہتا ہے بلکہ پیٹ، پنڈلیاں، پہنچا، بازو اور گلا کھلا رہے تو اس کی پرواہ بھی نہیں کرتیں، یہ مقامات اکثر بالکل کھل جاتے ہیں۔ پیٹھ اگرچہ کھلی نہیں رکھتیں لیکن باریک لباس ہونے کی وجہ سے پردہ نہیں رہتا۔ دربانوں نائیوں اور جلاہوں کی عورتیں ان شریفوں کی عورتوں سے اچھی حالت میں رہتی ہیں کہ اگرچہ وہ گھر سے باہر نکلتی ہیں اور بازاروں میں جاتی ہیں لیکن ان کا لباس میلا اور تنگ ہوتا ہے اور چھپانے کے سب اعضا خوب چھپے رہتے ہیں، ان کا دوپٹہ اور غلالہ اتنا تنگ نہیں ہوتا کہ سر یا پیٹھ اور پیٹ ظاہر ہو نہ ان کا پائجامہ اتنا ڈھیلا ہوتا ہے کہ پائنچہ اونچا کرنے سے پنڈلی کھل جائے اور نہ اتنا چست ہوتا ہے جو بدن سے چپک جائے اور جسم کا موٹا یا دبلا ہونا ظاہر ہو جائے اور ان سے بھی اچھا ان غریب عورتوں کا طریقہ ہے جو خوف الٰہی رکھتی ہیں اور عزت ووقار والی ہیں۔ ان کا حال ایسا ہے جیسے جسم میں جان اور بدن میں دل نظروں سے پوشیدہ ہیں۔ جب وہ باہر نکلتی ہیں تو برقع، دستانہ اور موزہ پہن لیتی ہیں تو

ان کی نیکی خدا کے لئے ہے اور خدا تعالیٰ ہی ان کو ثواب دیتا ہے۔ ہم خدا سے معافی چاہتے ہیں اور بھلائی مانگتے ہیں۔

بائیسواں نور

عورت کو چاہئے کہ اپنی آواز بھی غیر مرد کو نہ سنائے کیونکہ عورت کی صورت اور آواز دونوں پوشیدہ رکھنے کی چیزیں ہیں۔

اس زمانہ میں ہندوستانی عورتیں نامحرموں سے باتیں کرتی ہیں اور بالکل نہیں ڈرتیں۔ اندھے آدمی کے سامنے بلا تکلف آجاتی ہیں۔ میں نے مانا کہ مرد اندھا ہے مگر کیا عورت بھی اندھی ہے؟ جس طرح مرد غیر عورت کو نہیں دیکھ سکتا اسی طرح عورت غیر مرد کو نہیں دیکھ سکتی۔ دونوں کا حکم ایک جیسا ہے۔ اسی طرح آواز کا حکم ہے کہ غیر کو اپنی آواز نہیں سنانی چاہئے۔ اگر دونوں اندھے ہوں تو وہاں آواز چھپانا ضروری ہے کہ نامحرم اندھے سے بات نہ کرے۔

تیئسواں نور

مسلمان عورت کے لئے حکم ہے کہ جس طرح غیر مردوں سے پردہ کرے اسی طرح کتابیہ، آتش پرست اور کافر عورتوں سے بھی پردہ کرے جیسا درمختار وغیرہ فقہ کی کتابوں میں صاف صاف لکھا ہے۔ اسی طرح فاسقہ، فاجرہ گانے والی عورتوں سے بھی پردہ کرنا ضروری ہے تاکہ کفر، شرک اور فسق کے اثر سے، جو ان کی بری صحبت سے پیدا ہوتا ہے، بچنا ضروری ہے۔ عضو تناسل کٹے ہوئے مرد اور ہیجڑوں سے بھی پردے کا حکم ہے۔ عورت کو اپنے محرم سے پیٹ، پیٹھ اور ناف سے زانو تک چھپانا فرض ہے باقی اعضا ظاہر کرنا جائز ہے۔ ننگے سر رہنا اور دوپٹہ کاندھوں پر ڈالے رہنا محرموں کے سامنے جائز ہے لیکن شرم و حیا کا یہ تقاضہ نہیں اور ان کے سامنے سینہ اور پستان ظاہر کرنا اور بھی برا ہے۔ ہندوستانی عورتوں کا یہ طریقہ کتنا اچھا ہے۔ کہ پستان کے چھپانے میں پوری کوشش کرتی ہیں۔ اگر ان کو پیٹھ اور پیٹ چھپانے کی بھی توفیق ہو جائے تو بہت اچھا ہو کہ محرموں سے ان کا چھپانا واجب ہے۔ جہالت تو دیکھو کہ رسم و رواج کی اتنی سختی سے پابند ہیں اور فرض کو کمتر سمجھ کر چھوڑ دیتے ہیں۔ پھر خوب سمجھ لو کہ محرم اس

کو کہتے ہیں جس کے ساتھ عمر بھر کسی وجہ سے بھی نکاح حلال نہیں ہو سکتا، محرم تین طرح کے ہوتے ہیں پہلا محرم نسبی جیسے باپ بیٹا بھائی بھتیجا بھانجہ، دوسرے محرم رضاعی کہ دودھ کے رشتے کی وجہ سے یہ سب تعلقات رکھتا ہے، تیسرے محرم صہری جیسے خسر اور داماد۔ محرم نسبی سے پردہ نہیں کرنا چاہئیے کیونکہ ایسا کرنا قطع رحم ہے اور وہ جائز نہیں۔ محرم رضاعی اور محرم صہری سے جوان عورتوں کو ہمارے اس زمانہ میں پردہ کا حکم دیا گیا ہے۔ یہی سلامتی کا طریقہ ہے، لیکن نامحرموں کے سامنے عورتیں ہرگز ہرگز بے پردہ نہ ہوں کہ یہ زہر قاتل ہے۔

چوبیسواں نور عورت کو دوسرے اجنبیوں کی طرح اپنے پیر طریقت سے بھی پردہ کرنا فرض ہے حالانکہ شیخ باپ کے حکم میں ہوتا ہے مگر یہ بات اور ہے۔ جس طرح باپ جسم کی پرورش کرتا ہے پیر روح کی پرورش کرتا ہے اور دین میں اس کا احترام سگے باپ کا سا ہے مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ تمام احکام میں پیر اور باپ برابر ہوں۔ یہ بے حیائی آج کل اکثر جاہلوں میں رائج ہو گئی ہے اس سے بچنا چاہیئے۔ اسی طرح علم ظاہری کے استاد سے بھی پردہ فرض ہے۔

پچیسواں نور وہ جو مشہور ہے لا نکاح بین العیدین یعنی دو عیدوں کے بیچ نکاح نہیں، اس سے مراد نماز عید اور جمعہ ہے یعنی اگر عید الفطر یا عید الاضحیٰ بروز جمعہ واقع ہوں تو نکاح نماز جمعہ سے فارغ ہو کر کرنا چاہئیے کیونکہ عید اور جمعہ کے درمیان وقت بہت کم ہوتا ہے، پھر اگر کوئی پوری پھرتی سے یہ کام کر سکے تو کوئی شرعی ممانعت نہیں ہے۔

چھبیسواں نور شعر کہنے میں مرتبہ کا لحاظ رکھے یعنی اشعار کی مثالیں بیان کرنے میں ملائکہ، انبیاء اور اولیا کی شان میں گستاخی نہ ہونے پائے جیسے حسن کی تعریف میں سیدنا یوسف علیہ السلام کے حسن کی خامی اور عیب جوئی یا حکمت کی تعریف میں حضرت لقمان علیہ السلام کی شان میں اعتراض یا ذوالفقار

کی صفت میں یہ کہنا کہ اس سے حضرت سیدنا جبرائیل علیہ السلام کے پَر کاٹے گئے یا طب کی تعریف میں سیدنا عیسٰی علیہ السلام کی شان میں گستاخی کرنا۔ اشعار میں اس طرح کی مثالیں نہیں ہونا چاہئیں۔ اسی طرح نعتیہ اشعار میں خیال رکھے کہ نعت، حمد کے درجے کو نہ پہنچ جائے یعنی وہ وصف جو خالق عزّوجل کی ذات کے ساتھ خاص ہیں مخلوق کے لئے ثابت نہ کرے جیسے الوہیت، معبودیت، خالقیت وغیرہ اللہ کے وصف ہیں۔ اصحاب کرام، اہل بیت اور اولیاء کرام کی منقبت میں انبیاء کرام کی نعت کے مضامین بیان نہ کرے اور دنیا کے بادشاہوں اور امیروں کی تعریف اتنی بڑھا چڑھا کر بیان نہ کرے جو صحابہ کرام اور اہل بیت کی تعریف سے ٹکرا جائے۔ کسی امیر کے مکان اور باغ کی تعریف عرش و کرسی اور جنت کے مکانوں اور باغات کی توہین نہ بن جائے۔ اسی طرح وہ اشعار جن کا مضمون بے ہودہ اور بے حیائی کا ہو اور جس سے شہوت ابھرے، حرام و ممنوع ہے۔ شعر بالکل سماع کا حکم رکھتا ہے۔ جس طرح سماع میں اہلیت ضروری ہے اسی طرح شعر میں بھی، اگر شعر کہنے اور شعر پڑھنے سے کسی کی شہوت جوش مارتی ہو تو ایسے شخص کے حق میں وہ ممنوع ہے۔ حمد، نعت، اولیاء اللہ کی تعریف، کفار کی توہین، ہجو اور تذلیل کے اشعار جائز، مباح اور پسندیدہ ہیں۔ ایسے اشعار خود حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے منبر پر حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سنے ہیں اور ترغیب دیکر کافروں کی مذمت بیان کرائی ہے۔

ستائیسواں نور

کسی کی موت پر سوگ منانا اور زینت (بناؤ سنگھار) ترک کر دینا تین دن سے زیادہ جائز نہیں سوائے شوہر کی موت کے کہ اس کے لئے بیوی کو حکم ہے کہ چار ماہ دس دن تک اس کے غم میں بیٹھے اور اس مدت میں بناؤ سنگھار نہ کرے۔ حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی تعزیہ داری جو ماہ محرم الحرام میں ہندوستانی جاہل کرتے ہیں کہ دس دن تک اور پھر چالیس دن تک زینت اللہ شادی، بیاہ تقریبات ترک کر دیتے ہیں یہ رافضیوں کی نکالی ہوئی بدعت ہے اور ممنوع ہے

ہاں ان دنوں حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی روح پاک کو ثواب پہنچانے کے لئے صدقہ اور خیرات کرنا اچھا ہے اور شرعاً مستحب ہے اور صحیح روایات سے ان کے حالات سن کر ان کی مصیبتوں پر افسوس کرنا بھی۔ الغرض مباح و مستحب ہے۔ تکلف اور بناوٹی رونا پیٹنا ماتم کرنا، منہ کھسوٹنا، حجامت نہ کرنا، غسل نہ کرنا، کپڑے نہ بدلنا، پان اور کھانا چھوڑ دینا، عورتوں کا چوڑیاں توڑ ڈالنا، سیاہ نیلا اور ہرا لباس پہننا یہ سب حرام، بدعت اور ممنوع ہے ہاں اگر ان کے مصائب کو یاد کر کے رونا آجائے تو وہ رحمت و برکات کا سبب ہے۔

اٹھائیسواں نور حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی گیارہویں کی فاتحہ مال و اولاد میں برکت، مقصد پورا ہونے اور مراد حاصل ہونے کے لئے خاص طور سے گیارہ ربیع الثانی کو جائز اور مستحب ہے کہ بزرگانِ دین کے تجربہ میں آچکی ہے اور اس میں کوئی مانع شرعی نہیں بشرطیکہ محفل ممنوعات شرعیہ جیسے ناچ گانا جھوٹی روایات سے پاک ہو بس یہی درود و کلمہ تلاوت قرآن مجید سیدنا غوث اعظم کے پاکیزہ حالات اور ذکر و کرامات کا بیان ہو۔ گیارہویں شریف کی ایسی مجلس ہم قادریوں کا عین ایمان ہے۔ خدا تعالیٰ قادریوں کو توفیق دے کہ جاری رکھیں۔

انتیسواں نور محفل میلاد شریف جس دن بھی چاہیں خصوصاً ربیع الاول شریف کے مہینے میں پہلی سے بارہویں تاریخ تک اور خاص طور سے بارہویں کے دن اور رات میں تمام ممنوعات شرعیہ سے پاک ہو کر منعقد کرنا لاکھوں خیر و برکت کا سبب ہے۔ اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو توفیق دے کہ اس راہ میں مردانہ وار بڑھیں اور محبوب خدا علیہ السلام کی محبت میں جان و مال کی بازی لگائیں۔ ذکر ولادت شریفہ کے وقت قیام بھی جائز و درست اور شوق و محبت کی نشانی ہے اور اس نیک کام سے انکار کرنا بدبختی اور سنگ دلی کی علامت ہے۔ یارب ہمیں اس سے محفوظ رکھ۔ جو اس ذکر خیر کا انکار کرے وہ آیہ خسر الدنیا والآخرۃ (اس نے دنیا اور آخرت دونوں میں

نقصان پایا) کا مصداق ہے۔

تیسواں نور

میت پر نوحہ کرنا حرام ہے۔ نوحہ وہ ہے کہ بلند آواز سے روئیں، سینہ پیٹیں۔ بال نوچیں منہ کھسوٹیں اور میت کی خوبیاں اور طور طریقے بلند آواز سے بیان کئے جائیں۔ یہ سب ممنوع اور حرام اور بلائے عظیم ہے۔ ہندوستان کے کچھ شہروں میں دیکھا گیا کہ ایک عورت جسے نائحہ کہتے ہیں جو ڈوم اور میراثی کی طرح ہوتی ہے، وہ آکر بیٹھ جاتی اور اس کے پیچھے میت کے تمام رشتہ دار جمع ہو کر نماز کے مقتدیوں کی طرح صفوں میں بیٹھ جاتے۔ نائحہ بلند آواز سے میت کے اوصاف جیسے عطا اور سخاوت وغیرہ بیان کر کے نعرہ لگاتی اور سینہ پیٹتی اور اس کے پیچھے بیٹھے ہوئے تمام اعزہ اور اقارب اسی طرح سینہ پیٹتے اور گھنٹہ دو گھنٹے کے بعد خاموش ہوتے پھر نائحہ میت کا دوسرا وصف بیان کرتی اور پھر سب سینہ پیٹتے۔ اسی طرح گھنٹوں ہوتا رہتا اور میت کے چالیسویں تک یہی سلسلہ جاری رہتا۔ چالیسویں کے بعد نائحہ کو میت کے مال میں سے کچھ پیسہ اس سخت محنت کے بدلے دیا جاتا۔

یہ کفر و جہالت کے زمانہ کی سی بدعتِ مذمومہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اور ہماری پیروی کرنے والوں کو اس سے محفوظ رکھے۔ جب حضور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت جعفر طیار کی شہادت کی خبر ملی تو مسجد میں ان کی تعزیت کے لئے نشست فرمائی۔ حضور کے چہرۂ انور سے رنج و ملال کے آثار نمایاں تھے۔ حضرت جعفر طیار کی گھر والیاں بلند آواز سے رو رہی تھیں کسی نے آکر یہ بات حضور علیہ السلام کو بتائی۔ فرمایا ان کو روکو اور منع کرو وہ شخص گیا اور پھر واپس آکر بولا کہ عورتوں نے نہیں مانا۔ فرمایا منع کر، وہ شخص تیسری بار آکر بولا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عورتیں ہم پر غالب آگئیں۔ فرمایا ان کے منہ میں خاک ڈال۔ اب یہ روایت صحت کو پہنچ گئی کہ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے نوحہ کرنے والیوں پر لعنت فرمائی ہے اور دوسری وعید (سزا کی دھمکی) بھی اس بارے میں آچکی ہے جس کا ذکر حدیث کی کتابوں میں تفصیل سے ہے۔

اکتیسواں نور

بیوہ عورتوں کا نکاح ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے اس کو اختیار کرنا چاہیئے۔ عورتوں کو ضرورت ہونے کے باوجود بیوہ رکھنا اور نکاح نہ کرنا مشرکین ہند کا طریقہ ہے اس پر عمل نہ کریں ورنہ من تشبہ بقوم فھو منھم (جو کسی قوم سے مشابہت اختیار کرے وہ انھیں میں سے ہے) کی حدیث اپنے اوپر لاگو کرنا ہے۔ اس سے پرہیز کرنا چاہیئے۔

بتیسواں نور

بدعقیدوں اور گمراہوں سے رشتہ نہ کریں کیونکہ ان کی صحبت میں کھلا ہوا نقصان ہے جو آنے والی نسل میں اثر کرے گا چنانچہ بارہا تجربہ میں آچکا ہے۔ اس کے علاوہ بہت سی صورتوں میں نکاح کے صحیح ہونے میں خلل اور فساد ہوتا ہے اور بہت سے مواقع پر تو نکاح مردود و باطل ہے جیسے خارجی، رافضی اور وہابی اور نیچری وغیرہ بلکہ شیعہ اور تفضیلیوں سے بھی نکاح بہتر نہیں ہے کہ تفضیل رفض میں ہے اور رفض کفر میں ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنی پناہ میں رکھے۔ اگر اس نصیحت پر عمل نہ کروگے تو دنیا میں بھی خرابی ہوگی اور بروز حشر بھی خدائے قہار کے سخت عذاب اور حساب میں گرفتار ہوگے۔ خبر شرط ہے۔

تینتیسواں نور

دسویں محرم کی رات اور دن کو سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا عرس شریف، بزرگوں کے طریقہ کے مطابق کرنا چاہیئے یعنی تمام رات عبادات، قرآن مجید کی تلاوت، حدیث شریف کی تلاوت، کلمہ شریف اور درود شریف پڑھنے میں گزاریں اور اس کا ایصال ثواب شہدا کی ارواح کو کریں۔ امام حسین رضی اللہ عنہ کی روح پاک سے فیض حاصل کریں یعنی اپنے دل کو عالم بالا سے متصل کرکے حضور سیدنا امام حسین کی روح پاک سے رابطہ پیدا کریں اور وہ اس طرح کہ آنکھ بند کرکے تصور کریں کہ میرا دل اپنے پیر و مرشد کے واسطے سے حضور سیدنا امام حسین کی روح پاک سے ملا ہوا ہے اور سیدنا امام حسین کی روح پاک کا فیض میرے دل میں

پہنچ رہا ہے کہ اس سے باطنی عروج اور ترقی حاصل ہوتی ہے۔ اسی طرح پوری رات اسی تصور میں گزارے اور عاشورہ کی صبح جس قدر میسر ہو ثواب کی نیت سے مسکینوں اور فقیروں کو کھلاتے۔ صوفیائے کرام کا طریقہ ہے۔ وہ اس کی برکت سے سال بھر تک قلبی ترقی حاصل کیا کرتے ہیں۔ اس رات کو بدعتوں میں نہیں گزارنا چاہئے کہ تعزیہ بنانے اور دین کے خلاف کام کرکے ثواب کی جگہ عذاب میں گرفتار ہوں اور سیدنا امام حسین کی روح پاک کو بیزار کریں۔ ظاہر ہے کہ ایسے خراب کاموں سے امام حسین رضی اللہ عنہ کے جد کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بیزار اور ناراض ہوں گے تو پھر ایسے کاموں سے حضرت امام کیسے راضی ہو سکتے ہیں، ذکر وعبادت کے بجائے تمام رات لہو ولعب کرنے، تماشے باجے بجانے، رونے چیخنے، سینہ پیٹنے، بال نوچنے، منہ کھسوٹنے، بناوٹی رونا رونے میں گزر جاتی ہے۔ ان سب سے خدا کا عتاب وعذاب، غیظ وغضب نازل ہوگا اور امام عالی مقام کی روح پاک کو تکلیف ہوگی۔ اللہ تعالیٰ اپنی پناہ میں رکھے۔

چونتیسواں نور

جنات کی امامت انسان کو جائز ہے کیونکہ دونوں مکلف ہیں مگر یہ امامت بہتر نہیں۔ فرشتے کی امامت جنات اور انسان کو فرضوں میں جائز نہیں کیونکہ فرشتہ مکلف نہیں ہے یعنی اس پر نماز فرض نہیں ہے نفل کے حکم میں ہے اور جنات وانسان پر فرض ہے اور وہ جو حضرت جبریل علیہ السلام نے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی امامت کی تو وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کام پر مامور تھے تو ان دونوں کی نماز سیدنا جبریل علیہ السلام پر بھی فرض تھی اور یہی بہتر ہے جیسا کہ طحطاوی اور رد المحتار میں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

پینتیسواں نور

مباح کاموں میں والدین کی فرماں برداری واجب ہے اور خلاف شرع کاموں میں حرام وممنوع۔ مثلاً باپ کہتا ہے کہ شراب پی اور نماز نہ پڑھ تو اس حکم میں باپ کی اطاعت نہیں مگر ادب کا تقاضہ یہ ہے کہ سختی سے باپ کو جواب نہ دے بلکہ ایسی اچھی تدبیر کرے کہ اس خلاف شرع کام کے کرنے سے اپنے آپ

کو محفوظ رکھے۔ اگر باپ کہے کہ کل تو نفل روزہ نہ رکھنا تو اس کا یہ حکم مان لے کہ نفلی روزہ واجب نہیں ہے اور غیر واجب امور میں باپ کے حکم سے دیر بھی ہو جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

چھتیسواں نور موذی جانوروں کو ایذا دینے سے پہلے مار دو جیسے شیر، بھیڑیا، ریچھ، سانپ، بچھو، کٹھملا، کتا، پسو، جوں وغیرہ، اسی طرح فلق جانور جیسے چوہا، کوا، چیل اور بندر کہ ان کا مارنا حرم و احرام میں جائز ہے اور غیر موذی جانوروں کو اگر کھانے کے لئے یا دوا کے لئے یا بیچنے کے لئے مارا جائے تو جائز ہے ورنہ ناجائز، جیسے شکاری صرف تفریح طبع اور دل بہلانے کے لئے تیر بندوق وغیرہ سے شکار کرتے ہیں اور ان کو کھانے یا فروخت کرنے سے کوئی سروکار نہیں ہوتا، ایسا شکار باتفاق علما حرام ہے اور اسی طرح اس جانور کا مارنا جو نہ موذی ہو نہ فاسق، نہ اس کا کھانا حلال ہو اور نہ دوا کے لئے ضروری ہو تو ایسے جانور کا مارنا ممنوع ہے کیونکہ بے فائدہ ہے۔ اسی طرح وہ جانور جو قدرتی چراگاہ کے جانور مشہور ہیں ان کا مارنا ممنوع ہے جس طرح شاہان ظاہری کی چراگاہ کے جانوروں کا شکار ممنوع ہوتا ہے۔ اگر قدرتی چراگاہ کے جانور کوئی نقصان کرتے ہوں جیسے گیدڑ جو کھیتی کو برباد کر ڈالتے ہیں ان کو جس طرح بھی ممکن ہو دفع کرنا ضروری ہے۔

سینتیسواں نور ذی روح کی تصویر کھینچنا یا اس کے کھینچنے کا حکم دینا مطلقاً حرام ہے لیکن اپنے پاس یا اپنے گھر میں رکھنا چند شرائط کے ساتھ حرام ہے (الف) جاندار کی تصویر اس کی حیات کی حالت میں ہو یعنی اس کے اعضا میں کچھ اتنی کمی نہ ہو گئی ہو کہ اس کمی سے وہ زندہ نہ سمجھا جائے جیسے صرف چہرہ یا سینے تک یا کمر تک کے ایسے فوٹو رکھنا حرام نہیں کہ اتنے جسم سے زندہ نہیں سمجھا جاتا برخلاف اس کے اگر زانو تک ہو تو حرام ہے کہ پاؤں کٹا ہوا زندہ رہ سکتا ہے۔ (ب) تصویر اتنی چھوٹی نہ ہو کہ زمین پر رکھ کر خود کھڑا ہو کر دیکھے تو اعضا الگ الگ نہ پہچانے جائیں (ج) توہین اور تذلیل کے لئے نہ رکھی گئی ہو جیسے فرش کی تصویریں جو کام والوں کے قدموں سے پامال ہوتی ہیں۔ جب یہ سب شرطیں جمع

ہو جائیں تو اس تصویر کا رکھنا بھی ناجائز و ممنوع ہوگا چاہے وہ تصویر سایہ دار ہو یا کاغذ پر نقش ہو یا دیوار پر بنی ہو سب ناجائز اور بے برکتی اور فرشتوں کو تکلیف دینے اور رحمت کے فرشتوں کے نہ آنے کا سبب ہیں کہ ایسی جگہ رحمت کے فرشتے نہیں آتے۔ ایسی جگہ نماز ادا کرنا جہاں اوپر لکھی گئی شرطوں کے ساتھ جاندار کی تصویر نمازی کے سامنے یا سر کے اوپر یا دائیں بائیں یا سجدہ کی جگہ ہو تو مکروہ ہے قبر کے برخلاف کہ نماز کے وقت نمازی کے دو طرف قبر ہونا ممنوع ہے اور اگر پہلو میں ہو تو ممنوع نہیں۔ کتوں کو گھر میں حفاظت کی غرض سے پالنے میں کوئی حرج اور مضائقہ نہیں ورنہ اجر و ثواب میں نقصان کا باعث ہے (یعنی شوقیہ کتا پالنا) رحمت کے فرشتوں کو گھر میں آنے سے روکتا ہے۔ حفاظت کی غرض سے بھی کتا پالنے میں یہ احتیاط رکھے کہ ایک جگہ بندھا رہے۔ سارے مکان میں اس جانور کو نہ چھوڑے کہ جگہ جگہ گھومتا ہے اور کوئی جگہ بھی پاک نہ رہنے دے۔

اڑتیسواں نور

رہنے کے گھروں میں قبریں نہیں بنانا چاہئیں کہ یہ انبیاء کرام علیہم السلام کے خصوصیات میں سے ہے اس لئے کہ وہ موت کے بعد بھی حیات حقیقی اور دنیوی جسم کے ساتھ زندہ ہیں اور زندہ اپنے گھر میں رہا کرتے ہیں دوسری وجوہ کے علاوہ ایک وجہ یہ بھی ہے کہ انبیاء کرام کا ترکہ وارثوں میں تقسیم نہیں ہوتا کیونکہ ترکہ تو مُردوں کا تقسیم ہوتا ہے زندوں کا نہیں۔ اسی طرح انبیاء کرام کی ازواج مطہرات کا نکاح باقی رہتا ہے اور ان کے پاکیزہ جسموں کو کھانا زمین پر حرام ہے کہ زمین مردہ جسم کو کھاتی ہے زندہ جسم کو نہیں۔ تو انبیاء کرام کی موت کی مثال ایسی ہے کہ کوئی شخص دنیوی زندگی میں سفر کرے تو سفر سے نہ اس کا نکاح ٹوٹے گا نہ اس کا ترکہ قابل تقسیم ہوگا۔ بہرحال انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی موتیں اسی طرح کی آنی (ایک آن یا ایک لمحہ کے لئے) وعدہ الٰہی کو سچا بتانے کے لئے ہوا کرتی ہیں پھر مکان سے منتقل ہونا بھی زیادہ دیر کا نہیں بس اتنا سمجھو کر جیسے مسافر سفر کو گیا اور آگیا۔

انتالیسواں نور

میت کو وہیں کے قبرستان میں دفن کرنا چاہئے جہاں اسے موت آئی ہو، گھروں میں دفن نہ کرو کہ یہ انبیاء کرام کے ساتھ مخصوص ہے۔

مسلم قبرستانوں سے الگ تنہائی کی جگہ بھی دفن نہ کرو کہ میت کی غریب الوطنی اور وحشت میں اضافہ ہوگا بلکہ وہاں دفنائیں جہاں اور دوسرے مسلمان دفن ہیں۔ دفن کے لئے اتنا فاصلہ غالباً میل یا دو میل سے زیادہ نہیں ہوتا جو ہونا بھی چاہئے اور اس سے زیادہ ممنوع ہے۔ اس لئے کہ زیادہ فاصلہ ہونے سے دفن میں تاخیر ہو گی جس سے شریعت نے منع کیا ہے۔ میت کی نماز کے لئے جمعہ کے نمازیوں کے انتظار میں تاخیر کرنا منع ہے۔ علمائے کرام نے فرمایا ہے کہ اگر شہر کے دو قبرستان ہیں ایک پورب میں دوسرا پچھم میں تو میت کو وہاں دفن کرنا بہتر ہے جو اس سے قریب ہو۔ کیا تمہیں معلوم نہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اُحد کے شہیدوں کو احد کے دامن ہی میں دفن فرمادیا اور قریب ہونے کے باوجود مدینہ طیبہ نہیں لے گئے۔ سیدنا عبدالرحمان بن ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے مکہ معظمہ کے قریب مقام حُبشی میں رحلت فرمائی، لوگوں نے ان کی نعش مبارک کو فضیلت کی نیت سے مکہ معظمہ میں لاکر سپرد خاک کردیا۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جب ان کی زیارت کے لئے تشریف لائیں تو فرمایا کہ خدا کی قسم اگر میں آپ کی موت کے وقت موجود ہوتی آپ کو وہیں دفن کرتی جہاں آپ نے رحلت فرمائی۔ آج کل بہت سے نادانوں نے ایران کے رافضیوں کا یہ بڑا چلن اپنا لیا ہے کہ دفن کی فضیلت یا کسی اور وجہ سے لاش کو تابوت میں رکھ کر ایک معینہ مدت کے لئے کربلائے معلّٰی لے جاکر وہاں کی زمین مبارک میں دفن کردیتے ہیں اور پھر وہاں سے اکھاڑ کر دوسری جگہ لے جاتے ہیں۔ طریقہ بے فائدہ، بیہودہ اور خلاف شریعت مطہرہ ہے۔ دفن سے پہلے لاش منتقل کرنے کا حکم تو تم سن ہی چکے، دفن کے بعد نقل و حرکت کس طرح جائز و مباح ہو جائے گی۔ یہ بالاتفاق ممنوع ہے۔ یہ شیعہ فرقہ کی نکالی ہوئی بدعت ہے۔

چالیسواں نور

بعض موقعوں پر شرعی ضرورت کی بنا پر شریعت مطہرہ نے دفن کے بعد لاش نکالنے کی چھوٹ دی ہے۔ مثلاً میت

کسی کی ہتھیائی ہوئی زمین میں دفن ہے یا کسی نے زمین کو حق شفع میں لے لیا ہو اور قبر کے باقی رکھنے پر راضی نہ ہو یا کوئی ظالم کسی کی لاش کو ظلماً و جبراً قبر سے نکال دے۔ ایسی صورت میں لاش نکال کر دوسری جگہ دفن کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں ورنہ سخت ممنوع ہے۔ اگر دفن کرنے والوں کا کچھ مال قبر میں گر گیا اور دفن کے بعد یاد آیا تو قبر کو دوبارہ کھولنا جائز ہے۔ مال نکال کر پھر درست کر دیں چاہیے قبر مکمل ہو گئی ہو۔ اگر غلطی سے میت الٹے پہلو پر دفن کر دی یا قبلہ رو نہیں ہے تو جب تک مٹی نہ دی گئی ہو سنت کے مطابق عمل کریں اور دفن کے بعد قبر کھولنا منع ہے۔

اکتالیسواں نور

قبر کی وصیت واجب التعمیل نہیں ہے یعنی اگر کوئی وصیت کرے کہ جب میں مر جاؤں تو میری قبر فلاں جگہ بنانا، تو بہتر یہ ہے کہ وصیت کے مطابق عمل کریں بشرطیکہ کوئی مجبوری نہ ہو اور اگر وصیت کے خلاف عمل نہ کیا تو بھی کچھ حرج نہیں اس لئے کہ اس وصیت پر عمل کرنا واجب نہیں تھا۔

بیالیسواں نور

قبر کچی رکھنا اور اونٹ کے کوہان کی شکل پر بنانا سنت ہے۔ قبر کی لمبائی میت کے قد کے برابر، چوڑائی نصف قد کے برابر اور گہرائی قد آدم کی مقدار رکھیں اور میت کو پیٹھ کے بل نہ لٹائیں بلکہ سیدھے پہلو پر لٹائیں اور اس کی پیٹھ پر مٹی کا پشتہ لگا دیں تاکہ ہر پہلو قبلہ رو ہے۔ یہ طریقہ مسنون ہے جسے ہندوستان نے بالکل ترک کر دیا ہے مگر جیسے اللہ چاہے۔ پھر لوگ یہ کرتے ہیں کہ میت کا منہ تو قبلے کی طرف کرتے ہیں اور سارا جسم پیٹھ کے بل لٹا دیتے ہیں۔ ایسا نہیں کرنا چاہیئے۔ افضل اور مسنون قبر تو وہ ہے جس کی چھت بھی زمین ہو، صندوقی نہیں کہ جس کی چھت لکڑی یا پتھر کی ہوتی ہے اور پختہ اینٹ کی تو مکروہ ہے۔ ہمارے مرشد (شاہ آل رسول) کی بھی یہی وصیت تھی لیکن لوگ رواج اور وقت کی مصلحت کی وجہ سے عمل نہیں کرتے۔ لاش کے بغیر قبر بنانا ممنوع اور اس کی زیارت کرنا حرام ہے۔

تینتالیسواں نور

میرے دادا اور مرشد ماہ محرم الحرام میں شیعہ فرقہ کی بدعتیں تعزیہ داری اور مرثیہ خوانی کے ارتکاب سے منع کرتے تھے اور

فرماتے تھے کہ ایک روز میں نے اپنے مرشد حضور اچھے میاں رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں عرض کیا کہ میں نے دلّی میں اپنے استاد محترم مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی کو دیکھا ہے کہ ماہ محرم الحرام میں دس دن حضرات حسنین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی شہادت کا بیان فرماتے تھے اور دسویں دن صبح سے شہادت یعنی زوال کے وقت تک شہادت کے فضائل بیان کرکے کھانا تقسیم کیا کرتے تھے۔ حضور والا (حضور اچھے میاں رضی اللہ عنہ) نے سنکر ارشاد فرمایا کہ بہت اچھا اور بہتر کرتے تھے لیکن اگر ان کی مجھ سے ملاقات ہوتی تو میں ان سے کہتا کہ خاص اس مہینے میں ایسا اہتمام مناسب نہیں ہے بس مختصر سے کھانے پر فاتحہ کرکے کسی دوسرے مہینے میں ایسا اہتمام وعظ وغیرہ کیا کریں اس لئے کہ اب اس طرح کی محفلیں منعقد کرنا رافضیوں کا طریقہ ہے اور اس ماہ میں زیادہ اہتمام کرنا رفض کا دروازہ کھولنا ہے آنے والی نسل اپنے بزرگوں کے حالات سن کر گمان کر سکتی ہے کہ وہ شیعہ تھے جو تقیہ کئے ہوتے تھے۔ ہندوستان میں مسلمانوں کے دو فرقے ہیں ایک سُنّی دوسرا شیعہ اور ان میں کوئی بھی حضرات حسنین کریمین کی شہادت اور فضائل کا انکار نہیں کرتا لہٰذا ان اطراف میں اس وعظ کے اہتمام کی کوئی ضرورت نہیں ہے البتہ جہاں خارجیوں کا غلبہ ہو وہاں یہ اہتمام ضروری ہے اور خارجی یہاں ہیں نہیں۔ (یہاں تک حضور اچھے میاں کی تقریر ختم ہوگئی) تو میرے دادا حضرت (شاہ آل رسول) نے فرمایا کہ جس تاریخ سے یہ مسئلہ میں نے اپنے مرشد سے خود سنا، خود بھی اس قسم کے کاموں کے اہتمام میں احتیاط برتی۔ چونکہ آج کل محرم میں یہ بدعات زیادہ ہوتی ہیں اس لئے اپنی پیروی کرنے والوں کے فائدے کے لئے میں نے بیان کردیا۔ اللہ تعالیٰ عمل کرنے کی توفیق دے۔ یہ بھی مشہور ہے کہ میرے دادا پیر (حضور اچھے میاں) نے میرے دادا جان کے علاتی (ماں کی طرف سے سوتیلے) بھائی جمّا میاں صاحب کے تعزیہ کو جو انہوں نے خانقاہ میں بنایا تھا، خانقاہ سے نکال باہر کیا، حالانکہ حضور (اچھے میاں صاحب قدس سرہٗ) کبھی کوئی بات دعویٰ کے ساتھ نہیں فرماتے تھے، لیکن اس وقت غصہ کی شدت میں اپنی داڑھی پر ہاتھ رکھ کر ارشاد فرمایا کہ اے جمّا جس رافضی کو چاہے قبر کھود کر دیکھ لے اگر وہ انسان کے

بجائے سونا نہ ہو تو فقیر کو نقیر نہ کہنا

چوالیسواں نور

من تشبہ بقوم فھو منھم (جو کسی قوم سے شباہت کریں وہ انھیں میں سے ہیں) اس حدیث شریف کا معنیٰ سمجھکر اس پر عمل کرے کہ یہ فتنہ اس زمانے میں بہت رائج ہو گیا ہے اس سے ضرور بچنا چاہیئے تشبہ اس جگہ واقع ہوتا ہے جہاں فعل خود ہی خلاف شرع ہو یا یہ شخص کافروں اور فاجروں کی شباہت کی نیت سے عمل میں لائے ورنہ شباہت نہیں مثلاً کوئی ایسا کام جو دوسری شریعت میں مباح ہو اگر وہ شباہت کا کام بلا نیت اور بغیر شباہت کے ارادے کے واقع ہو تو اس سے کوئی نقصان نہیں ہے کہ وہ تشبہ میں داخل ہی نہیں ہے مثلاً شلوار (پاجامہ) ایرانیوں کا لباس ہے اور عرب کا قدیم لباس نہیں ہے، عرب میں اس کی جگہ تہمد استعمال کیا جاتا تھا لیکن چونکہ شریعت مطہرہ نے شلوار کو منع بھی نہیں کیا بلکہ اس کے بارے میں نعم الستر (کیا خوب لباس ہے) آیا ہے تو اگر کوئی شخص شلوار پہنے اور ایرانیوں سے مشابہت بھی ہو جائے پھر بھی کوئی حرج نہیں اس لئے کہ شریعت کی مخالفت نہیں ہے۔ اسی سے اندازہ لگائیں۔ وہ جو خلاف شرع ہے چاہے اس کے فعل سے واقع ہو یا نہ ہو اس سے پرہیز ضروری ہے مثلاً سر کے بالوں میں مانگ بائیں طرف نکالنا عیسائیوں کی عادت ہے اور شریعت کا اس بارے میں کوئی حکم نہیں بلکہ سر کے بیچ میں مانگ نکالنے کا حکم ہے تو اگر کوئی شخص بائیں طرف مانگ نکالتا ہے تو ضرور تشبہ میں داخل ہو گا۔

پینتالیسواں نور

اولیاء اللہ کی قبروں کی زیارت کرنا مردوں اور عورتوں دونوں کے لئے جائز ہے جیسا کہ درمختار میں ہے لیکن اگر عورتوں کی طرف سے فتنہ کا اندیشہ ہو تو ان کو روکیں کیونکہ مصلحت سے زیادہ ضروری فساد کا مٹانا ہے۔

چھیالیسواں نور

(سوال) وہ کون سا وقت ہے جب انسان شرعاً مکلف نہیں رہتا؟

(جواب) جس وقت عقل بالکل جاتی رہے ورنہ نہیں۔

سینتالیسواں نور

انسان کے علاج کی تین صورتیں ہیں (الف) قطعی ویقینی (ب) ظنی (ج) وہمی۔ پہلی صورت کا چھوڑنے والا گنہگار ہوگا دوسری صورت کا چھوڑنے والا نہ گنہگار ہوگا نہ ثواب پائے گا اور تیسری صورت کو چھوڑنے والا ثواب کا مستحق ہوگا۔ پہلی صورت سے مراد وہ کھانا ہے جو یقینی طور پر تندرست رہنے اور زندگی برقرار رکھنے کے لئے مفید ہے اس کو چھوڑ دینے کی حالت میں گنہگار رہے گا۔ دوسری سے مراد دوائی کے ذریعہ علاج ہے کہ اس کا فائدہ ظنی ہے یقینی نہیں، تو اگر علاج نہ کرے تو اس پر کچھ وبال نہیں جواب طلب نہ ہوگا اور اگر علاج کرے تو بھی کوئی مضائقہ نہیں لیکن اس صورت میں بھی ثواب نہ ملیگا کیونکہ یہ بات مباح کے حکم میں ہے لا فی فعلہ ثواب ولا فی ترکہ عقاب (یعنی نہ اس کے کرنے میں ثواب ہے نہ چھوڑنے میں گناہ) مگر علاج کرنا سنت کی پیروی اور فرمان نبوی کی بجا آوری ہے کہ حدیث شریف میں ارشاد ہوا تداووا عباد اللہ (اے بندگان خدا علاج کرو)۔ اس میں اور اسی جیسی اور صورتوں میں اگر نیت کرلی ہوگی تو نیک نیتی پر ثواب پائے گا جیسا کہ سبھی مباحات کا حال ہے کہ اچھی نیت سے مستحب و تحسین اور بری نیت سے اسارت کے حکم میں آجاتے ہیں ورنہ اپنی اصل کے اعتبار سے نہ وہ اچھے ہیں نہ برے۔ تیسری یعنی وہمی سے مراد جھاڑ پھونک اور جادو منتر کے ذریعہ علاج ہے کہ اس کا فائدہ وہم کا حکم رکھتا ہے اور اس کے کرنے سے توکل ختم ہوتا ہے اور اس کو چھوڑنے سے توکل پر قائم رہتا ہے۔ اسی لئے اس کو چھوڑنے والا ثواب کا مستحق ہے اس مسئلہ میں حضرت عکاشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اولیت حاصل ہے کہ جب اس مفہوم کی حدیث انھوں نے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی تو کھڑے ہو کر عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آج ہی سے اس کا ترک میں نے اپنے اوپر لازم قرار دے دیا۔ اس کے بعد سے دوسروں سے بھی اسی طرح بیان فرماتے تھے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ سبقت تو عکاشہ ہی کو حاصل ہے۔ یہ سعادت انہی کی قسمت میں تھی

لئے دوسروں پر سبقت لے گئے۔ پھر ہوا جو کچھ ہونا تھا۔

اڑتالیسواں نور

جاننا چاہئے کہ طلاق خدا کے نزدیک اَبْغَضُ الاشیاء یعنی ہر چیز سے بدتر ہے اور غلام و کنیز کو آزاد کر دینا اس کی رضا ہے۔ جہاں تک ممکن ہو مرد اپنی عورت کو طلاق نہ دے، مگر جب بہت مجبوری ہو جائے۔ مرد اور عورت میں جدائی کی چند وجوہ ہیں (الف) بذریعہ طلاق یا اس چیز سے جو طلاق کے حکم میں ہے (ب) موت سے (ج) دونوں میں سے کسی ایک کے دین اسلام کو چھوڑ دینے سے یعنی مرتد ہو جانے سے، خواہ مرد مرتد ہو جائے یا عورت۔ ان میں دو یعنی طلاق اور مرتد ہونا اختیاری امر ہیں اور تیسری موت اضطراری امر ہے، لیکن موت سے مرد اور عورت اجنبی ہو جاتے ہیں۔ ہاں دیکھنے کا حق حاصل رہتا ہے۔ اسی لئے مرد کو اپنی مردہ بیوی کو غسل دلانے کی اجازت نہیں اور مرد کے انتقال سے نکاح کا تعلق عورت کے حق میں عدت گزر جانے تک باقی رہتا ہے۔ شامت اعمال اور کثرت جہالت کی وجہ سے ہندوستان میں جادو کے اعمال، جو میاں بیوی کے درمیان جدائی کا سبب ہیں، بہت جاری وساری ہیں۔ جو لوگ ان عملیات کو کرتے ہیں وہ ناپاک دنیوی غرض سے کفر و شرک کے گنہگار ہوتے ہیں۔ اسی طرح جب اور تسخیر کے بارے میں حلال اور حرام اعمال میں فرق نہیں کرتے۔ عورتیں اپنے مردوں کو قابو کرنے کے لئے ہر طرح کی جائز اور ناجائز تدابیر اختیار کرتی ہیں اور عامل علوی و سفلی اور ساحر کسی کی پابند نہیں رہتیں۔ اسی طرح بچوں کی شفا اور فرزند کی عمر درازی اور اسی قسم کے دوسرے کاموں کے لئے جادوگروں اور شیطانوں کی طرف رجوع کرتی ہیں اس معاملے میں وہ خوف نہیں کرتیں اور کہتی ہیں کہ ہم خود نہیں کرتے، دوسرا کرتا ہے، ہم پر کیا وبال ہے۔ وہ نہیں جانتی ہیں کہ من رضی بالکفر فھو ایضا منھم ای من زمرۃ الکفار (جو کفر سے راضی ہو تو وہ بھی کافروں میں سے ہے)۔ یہ فائدہ میں نے اس گروہ کی آگاہی کے لئے بیان کیا ہے شاید کہ آئندہ پرہیز کریں۔ اس زمانہ میں اس کام کی اس قدر کثرت ہے کہ شاید سو میں سے ایک ہی احتیاط کرتا ہو ورنہ بہت سے کافر ہو کر اپنا نکاح برباد کرتے

ہیں اور اولاد ولد الحرام پیدا ہوتی ہے اور ناحق باپ کا ترکہ پاتی ہے۔ ولد الحرام کو حرامی باپ کا ترکہ جائز نہیں۔ اے خدا ہم کو برے کام کرنے سے محفوظ رکھ۔

انچاسواں نور

اللہ تعالیٰ کی ذات کے سوا کسی کو مالک الملک یا ملک الملوک کہنا منع ہے۔

چھٹا لمعہ

اخلاق اور نصائح کے بیان میں

پہلا نور اپنا راز کسی سے نہ کہو السراذا جاوز الاثنین فشا یعنی راز جب دو ہونٹوں سے تجاوز کر جاتا ہے تو ظاہر ہو جاتا ہے، راز نہیں رہتا۔

دوسرا نور عالم کے فعل کو نہ دیکھو بلکہ اس کے قول پر نظر کرو اس لئے کہ فعل صرف اپنے لئے ہوتا ہے ممکن ہے کہ خلاف سنت بھی ہو۔ اور قول دوسروں کے لئے ہوتا ہے۔ علمائے کرام کی دیانت داری سے اس کی توقع نہیں ہے کہ ان کا قول خلاف سنت ہو، تو اگر فعل خلاف ہے تو اس پر عمل نہ کرو اور اگر موافق سنت ہے تو عمل کرے۔ اسی طرح قول بھی ہے مگر قول کبھی خلاف نہیں ہوگا کہ وہ دوسروں کے لئے ہے۔

تیسرا نور بزرگوں کی عادت اختیار نہ کرو کہ ان کی عادتیں انھیں کی ذات کے ساتھ مخصوص ہوتی ہیں۔ ہاں ان جیسی عبادت اختیار کرو کہ وہ ان کے اور دوسروں کے درمیان مشترک ہیں۔ اسی لئے کہا گیا ہے کہ عادت کی پیروی گمراہی اور عادت کی تحقیق ہدایت ہے یعنی اس عادت کا سبب معلوم کرنا اور اس کی حقیقت کو سمجھنا عین ہدایت و ایمان ہے اور بغیر اس کی کیفیت و ماہیت سمجھے تقلید و پیروی کرنا گمراہی و رسوائی ہے لیکن عبادت کی پیروی جو مشترک ہے وہ درجوں کی ترقی کا باعث ہے۔ حضرت موسیٰ اور خضر علیہما الصلوٰۃ

والسلام کا واقعہ اور اس پر عمل کرنا اس جگہ مناسب ہے اور وہ مشہور و معروف ہے جیسا کہ قرآن مجید کی سورہ کہف میں وارد ہے۔

چوتھا نور بروں اور نادانوں کو نصیحت کرو کہ شاید وہ توبہ کر لیں اور کسی سے ان کا عیب بیان نہ کرو کہیں وہ ڈھیٹ نہ ہو جائیں۔

پانچواں نور اپنے سے کمزوروں پر رحم کرو تاکہ اپنے سے طاقتوروں کی طرف سے تم پر رحم ہو۔

چھٹا نور کسی کو گالی نہ دو کہ وہ بھی تمہیں گالی دے۔ گالی گلوچ سے دنیا میں بربادی اور آخرت میں گناہ ہے۔ گالی بکنے والوں کے لئے وہ ذلت و خواری ہے جو کبھی دیکھی نہ ہو اور بدکلامی سے وہ کڑوے گھونٹ اتارنے ہوں گے جو کبھی چکھے نہ ہوں۔ زبان کا نقصان صرف دنیا ہی تک محدود نہیں بلکہ آخرت میں اور زیادہ درشت و دشوار ہے

ساتواں نور جو جانور تمہارے قابو میں ہیں ہاتھی سے لیکر کبوتر تک اور گھوڑے سے لیکر کتے تک سب کے چارے اور پانی کی دیکھ بھال رکھو کہ وہ بے زبان نبے مددگار تمہارے محتاج ہیں۔ تمہارا اور ان کا مالک حقیقی ایک ہی ہے۔ اس سے ڈرو کہ ان کے حال سے غفلت برتنے پر بدسلوکی کی سزا ملے گی۔ احادیث شریفہ میں اس بارے میں سخت تاکید آئی ہے۔

آٹھواں نور جس نے پائجامہ کھڑے ہو کر پہنا اور عمامہ بیٹھ کر باندھا اس کو اللہ تعالیٰ ایسی مصیبت میں مبتلا فرمائے گا جو پھر ٹل نہیں سکتی۔

نواں نور حالت اعتکاف کے علاوہ مسجد میں ضرورت سے زیادہ نہ رہے کیونکہ زیادہ ٹھہرنے سے آداب مسجد کی حفاظت نہ ہو پائے

گی۔ مسجد نماز کے لئے ہے گھر بنانے کے نہیں، اور نماز میں بھی افضل یہ ہے کہ مسجد میں فرائض ادا کرے۔ سنتیں اور نفلیں برکت کیلئے اپنے گھر میں ادا کرے۔ معتکف کیلئے بھی واجب ہے کہ مسجد کے آداب کو پیش نظر رکھے۔

دسواں نور

ادب سے رہو، بے ادبی سے بچو۔ اولیاء، اصفیاء، اتقیاء، علماء، فضلاء، اور فقراء کے ادب و تعظیم میں کوشاں رہو۔ بقول مولانا روم خدا سے ہم ادب کی توفیق چاہتے ہیں کیونکہ بے ادب خدا کے فضل سے محروم رہتا ہے، بے ادب صرف اپنے آپ کو ہی برا نہیں رکھتا بلکہ دنیا بھر میں آگ لگا دیتا ہے۔ اولیاء کرام کا انکار نہ کرو کہ خاتمہ خراب ہونے کا اندیشہ ہے خداوند کریم اپنی پناہ میں رکھے۔

گیارہواں نور

کسی سے منافقانہ میل جول نہ رکھو منافقانہ دوستی سے کھلی دشمنی بہتر ہے۔

بارہواں نور

دوسروں کے راز کی کھوج بین نہ کرو۔ کسی کی بات چھپ کر نہ سنو کہ حرام و ممنوع ہے، اسی طرح کسی کا بند اور پوشیدہ خط دیکھنے اور پڑھنے کی سخت ممانعت آئی ہے اور بری عادتوں میں یہ سب سے زیادہ بری عادت ہے۔

تیرہواں نور

جہاں تک ممکن ہو دشمن سے بدلہ نہ لو، صبر جمیل کرو تاکہ اجر عظیم پاؤ۔ اگر کوئی تمہارے ساتھ دشمنی سے پیش آئے اور جبراً تمہارا حق چھینے تو پہلے عاجزی اور انکساری سے پیش آؤ اور اپنا سر اس کے قدموں پر رکھو اور اپنی ٹوپی اس کے پاؤں پر ڈالو تاکہ تمہارا رب تم سے راضی ہو جائے اور تمہارا حق چھوڑ دے اور تم پر رحم کرے تو بہتر ہے تم اپنا حق پا ہی لوگے اور اس کا ارادہ بیکار ثابت ہوگا ورنہ بہ حالت مجبوری اس کے ظلم کو دفع کرنے کی کوشش کرو لیکن اپنے کو اتنا ہی ستم میں ڈالو کہ اس کے ستم کا جواب ہو جائے۔

چودہواں نور

اپنے اقرباء سے صلہ رحمی کا تعلق رکھو ان سے دشمنی سے پیش نہ آؤ اگرچہ وہ تم کو تکلیف پہنچائیں اور تم پر ظلم کو جائز قرار

دیں۔ برائی کا آسان بدلہ برائی ہوتا ہے۔ اگر تم مرد ہو تو اس کے ساتھ بھلائی کرو جو تمہارے ساتھ برائی سے پیش آئے، پھر اگر تم دیکھو کہ ترک تعلق کے بغیر کوئی چارہ ہی نہیں ہے تو پھر ترک تعلق کر دو لیکن خوبصورتی کے ساتھ کرو آیہ کریمہ واصبر علیٰ ما یقولون واھجرھم ھجرا جمیلہ (اور آپ صبر کیجئے اس پر جو وہ کافر بکواس کرتے ہیں اور ان کو اچھی طرح چھوڑ دیجئے)۔ اس وصیت کو خوب یاد رکھو کہ رحم کو ختم کرنے والوں پر سخت وعید آئی ہے۔

پندرہواں نور اپنے چھوٹوں کے لئے یہ سوچ لیا کرو کہ چھوٹوں ہی سے خطا ہوتی ہے اور بڑوں کے ساتھ یہ معاملہ رکھو کہ بڑوں کی غلطی پکڑنا بھی غلطی ہے۔

سولہواں نور بزرگوں کی نصیحت سے غمگین نہ ہو اور چھوٹوں کو ادب سکھانے میں غفلت نہ برتو کہ یہ دونوں کام فائدے سے خالی نہیں ہیں۔

سترہواں نور اپنے مسلمان بھائی کی اس کے سامنے بڑائی بیان نہ کرو، کہیں ایسا نہ ہو کہ نفس سرکشی کرے اور غرور، گھمنڈ اور انانیت اس کے دل میں پیدا ہو جائے۔ ایسی تعریف کو حدیث شریف میں بھی منع کیا گیا ہے۔

اٹھارہواں نور اپنے پڑوسی کے ساتھ نیکی اور خوش اخلاقی سے پیش آؤ تاکہ اللہ تعالیٰ تم سے راضی ہو۔ جہاں تک ہو سکے پڑوسی کے حقوق کی حفاظت کرو مثلاً اگر وہ تمہاری تھوڑی سی دیوار کو اپنے مصرف میں لانا چاہے اور اس میں تمہارا کوئی نقصان بھی نہ ہو اور پڑوسی کو آرام مل رہا ہو تو تم فراخ دلی سے پڑوسی کو اجازت دے دو اور اسی طرح دوسرے معاملات میں بھی کرو۔

اُنیسواں نور عورتوں کی رائے پر (آنکھ بند کر کے) عمل نہ کرو کیونکہ وہ عقل کی کچی ہوتی ہیں، مشورہ کی اہلیت نہیں رکھتیں۔ عورتوں کو حکومت نہ دو یعنی والی نہ بناؤ کہ یہ ممنوع ہے۔

بیسواں نور غصہ کے وقت اپنی حفاظت کرو کہ غصہ شیطان کی طرف سے ہے ورنہ تم برباد ہو جاؤ گے۔ شیطانی غصہ نفس کے ابھار سے ہوتا ہے اور رحمانی وہ ہے کہ خدا و رسول کے حکم کے مطابق ہو جیسے راہ خدا میں کافروں سے جہاد اور ظالم سے مظلوم کا بدلہ لینا۔ رحمانی غصہ پسندیدہ ہے اور شیطانی قابل نفرت۔

اکیسواں نور خدا سے ڈرو، اس کی اطاعت اور فرماں برداری کرو تاکہ مخلوق تم سے ڈرے اور تمہاری باتوں کو مانے۔

بائیسواں نور کسی کی برائی کا چھپانا ثواب کا کام ہے اور خدا کے خاص بندوں کی عادت ہے۔ اگر نصیحت بھی کرو تو کھلم کھلا نہ کرو تنہائی میں کرو جیسا بزرگان دین کا طریقہ ہے۔ اس صورت میں پردہ پوشی ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی شانِ ستاری کا پَرتو بندہ پر پڑتا ہے جس سے مرتبہ میں بلندی حاصل ہوتی ہے۔

تیئسواں نور (سوال) بہتر دوست کون ہے؟

(جواب) وہ کہ جو لوگوں کے سامنے تعریف اور موافقت کرے اور تنہائی میں خامی اور عیب ظاہر کرکے نصیحت کرے لوگوں کے سامنے نصیحت بہت کڑوی لگتی ہے۔

ساتواں لمعہ

بعض متفرق فوائد کے بیان میں

پہلا نور ہر مہینے کی چاند رات کو جب نیا چاند دیکھے تو ایک ہزار بار کلمہ طیبہ پڑھے اور اکتالیس (۴۱) بار الحمد شریف اس طرح سے کہ بسم اللہ الرحمن الرحیم کے آخری میم کو الحمد کے لام سے ملا کر پڑھے ہر بار اسی طرح کرے۔ میں نے اپنے مرشد (شاہ آل رسول) سے سنا ہے کہ دادا مرشد (حضور اچھے میاں علیہ الرحمہ) اس بارے میں سخت تاکید فرماتے تھے۔ اگر چاند رات میں شک ہو یا آسمان پر ابر و غبار ہو تو اس ماہ میں دو شب یعنی دو بار پڑھے۔ ایک بار شک والی رات میں اور دوبارہ دوسری رات کو۔ تو وہ مہینہ اس پڑھنے والے پر بخیر و عافیت گزرے گا اور اس مہینے کے شر سے محفوظ رہے گا اور رزق میں وسعت و برکت ہوگی۔ ناغہ نہیں کرنا چاہیئے۔

دوسرا نور جب فرض نماز سے فارغ ہو تو سیدھا ہاتھ سر پر پھیرے اور پڑھے بسم اللہ الذی لا الہ الا ھو الرحمن الرحیم اذھب عنی الھم والحزن۔ یہ دعا حدیث میں آئی ہے۔ ہمارے شیخ کی بھی عادت تھی اور کبھی ناغہ نہ فرماتے تھے۔ فقیر کو بعد وصال تعلیم فرمائی۔

تیسرا نور جنات کے عزائم کی دعوت اور اس کا پڑھنا اگرچہ سادہ بغیر لفظوں کے معانی جانے بھی میں نے نہیں دی نہ کبھی بطور سادہ

میں نے پڑھی جب تک کہ دوسری بڑی اور علوی دعائیں ساتھ میں اس دعوت پر غالب نہ ہوں جیسے حرز یمانی، چہل اسماء، حیدری، مزمل اور بانت العظمۃ وغیرہ اس آتشی قوم (جن) پر حکومت حاصل کرکے آسیب، جادو، رجعت، نظر اور دیگر امراض کے عمل کو عاملوں کی طرح لمبے عرصے تک دور کرتا رہا اور خدا کا شکر ہے کہ میں نے ہر قسم کا عمل دور کیا۔ اس کام میں بارہ برس لگا رہا پھر آہستہ آہستہ کم کرتا رہا یہاں تک کہ بالکل ختم کر دیا اس لئے کہ وقت ضائع ہونے کے علاوہ کوئی دینی فائدہ نہ ہوا جو اصل مقصود تھا۔ اس لئے میں نے اس مقصد کو ایک فائدہ مستقلاً میں الگ ہی لکھا ہے کہ میری مراد اس سے ایک نصیحت ہے جسے کان کھول کر سن لو اور ہمیشہ یاد رکھو۔ یہ کام بہت سخت ہے کہ سخت مقابلہ کرنا پڑتا ہے اور فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ کا مضمون عالم میں جاری وساری ہے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ اپنے سے زیادہ طاقت ور سے مقابلہ پڑ جائے اور اس جگہ کوئی بڑا نقصان ہو جائے۔ تجربہ سے یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ عموماً ایسے کام کرنے والے (عاملوں) کا انجام خراب ہو کر ایمان جانے کا بھی اندیشہ رہتا ہے۔ واضح ہو کہ جب سے ابلیس لعین اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے نکالا گیا اس وقت سے اب تک کوئی جن اس درجۂ کمال کو نہیں پہنچ سکا۔ ان کی رسائی صرف اتنی ہے کہ کثرت اطاعت وعبادت سے ان کی گنتی صالحین میں ہو جاتی ہے۔ اس کے برخلاف ولایت خاص یعنی قرب الٰہی بدرجۂ کمال صرف انسان کے لئے مخصوص ہے، تو جن انسان سے اتنا زیادہ پست ہے کہ اس مقام بلند (ولایت خاص) میں انسان کا مقابلہ نہیں کر سکتا تو بھلا غالب کیا آئے گا۔ لیکن دوسرے مراتب میں جیسے تجلی اسمائی وتجلی صفاتی کا مرتبہ حاصل کرنے میں اس گروہ کو اعمال الاعمال کہتے ہیں۔ اس میں یہ انسان سے کم نہیں بلکہ ممکن ہے کہ ترقی کر جائے۔ تو اس حال پر جو ولایت خاص کا مزا نہیں جانتا جن کے گروہ کا غالب آجانا ممکن ہے قوت عملی کے ذریعہ سے جنّوں کا گروہ غالب آ سکتا ہے اور اگر ہم یہ بھی تسلیم کرلیں کہ کسی کے اندر نہ قوت ولایت ہو نہ قوت عمل تو وہ کچھ غلبہ نہیں کر پائے گا لیکن پھر بھی یہ اندیشہ ضرور ہے کہ ان جنوں کی عمر لمبی ہوتی ہے اور عمل کی فضیلت کسی کی وراثت تو ہے

نہیں کہ عامل کی اولاد بھی عامل ہی ہو، تو عامل کے مرجانے کے بعد یہ جن اس عامل کی اولاد کو سخت نقصان پہنچاتے ہیں اور دوسرے عزیزوں رشتہ داروں کو ستاتے اور پریشان کرتے ہیں بس لے بہتر یہی ہے کہ اس کام (آسیب دور کرنے کا عمل) کو چھوڑ دے یعنی عاملوں کے قاعدوں کی طرف توجہ نہ کرے۔ برکت حاصل کرنے کے لئے کچھ اسمائے الٰہی میں سے لکھا گیا ہے۔ ایک دوسرا خاص قاعدہ جو فقیر نے ایجاد کیا ہے اس میں کوئی خطرہ نہیں ہے اور مطلب بھی بخوبی حاصل ہو سکتا ہے۔ وہ قاعدہ یہ ہے کہ جس وقت اس کام کا ضرورت مند عامل کے سامنے آئے تو عامل کو پہلے تکلیف رسانی کی وجہ معلوم کرنا چاہئے کہ وہ تکلیف دشمنی اور عداوت کی وجہ سے ہے یا عشق و محبت کے ذریعے سے، کیونکہ ان جنوں کا عشق بھی انسان کے لئے نقصان دہ ہوتا ہے کیونکہ یہ قوم آتشی ہے۔ محبت کی وجہ سے ان کا انسان کے خاکی جسم میں حلول کرنا انسان کے اندرونی نظام جسمانی میں خرابیاں پیدا کر دیتا ہے جس سے تکلیف ہو جاتی ہے۔ اگر تکلیف کا سبب محبت کا تقاضہ ہو تو اس وقت دونوں کی محبت کو ختم کرنے والے اعمال کریں تاکہ اس سے نفرت پیدا ہو کر وہ آسیب جن اس سے جدا ہو جائے اور اگر تکلیف کا سبب غصہ اور دشمنی ہو جو انسان کی خطا و غلطی کی وجہ سے پیدا ہو گئی اور جن اسی غلطی کی وجہ سے پریشان کر رہا ہو تو اس وقت دونوں کی موافقت کے لئے عمل کرے تاکہ ایک دوسرے کی دشمنی کی آگ بجھ جائے اور اگر تکلیف کی وجہ جادوگر کے جادو کا عمل ہے تو اس وقت جہاں تک شریعت مطہرہ اجازت دے اس جادوگر سے کہہ سن کر اس کا عمل رد کرائے یا جادوگر کی طاقت چھین لے یا اسی قسم کی دوسری مناسب تدبیروں سے کام لے تاکہ چھٹکارا پائے کہ سانپ بھی مر جائے اور لاٹھی بھی نہ ٹوٹے یا اس بلا کو جو سوار ہے سمجھا بجھا کر راضی کرلے اور کوئی چیز جیسے پھول یا مٹھائی بطور ہدیہ دیکر اس سے چھٹکارا پانے کی راہ نکالے اور عہد و اقرار لیکر مریض سے صلح کرا دے۔ یہ تدبیر بھی تجربہ میں آچکی ہے۔ نظر اور مرض سے دفع کرنے میں کوئی خوف نہیں ہے کیونکہ دونوں ذی عقل نہیں ہیں جس طرح بھی ممکن ہو دور کردیں۔

چوتھا نور

قرآن مجید کی تلاوت کا طریقہ یہ ہے کہ چالیس دن سے زیادہ اور تین دن سے کم میں ختم نہیں کرنا چاہیے۔ باقی اپنا اختیار ہے کہ ہفتہ بھر میں ختم کرے یا مہینے بھر میں۔ ہفتہ بھر میں ختم کرنے کے لئے منزل "فمی بشوق" مشہور ہے اور تین روز میں ختم کرنے کے لئے "فیل"۔ فمی بشوق میں سورۂ فاتحہ سے سورہ مائدہ تک پھر مائدہ سے سورۂ یونس تک پھر یونس سے سورہ بنی اسرائیل تک پھر بنی اسرائیل سے شعرا تک اور شعرا سے والصافات اور والصافات سے قٓ تک اور قٓ سے آخر قرآن تک۔ اور "فیل" میں سورۂ فاتحہ سے سورۂ یونس تک اور سورہ یونس سے سورۂ لقمان تک اور سورۂ لقمان سے آخر قرآن تک۔ اور بعض کے نزدیک اس کے خلاف ہے یعنی سورۂ فاتحہ سے یونس تک اور یونس سے سورہ روم تک اور روم سے آخر قرآن تک۔ ایک دوسرا ہفتہ وار طریقہ بھی ہے جس کو احزاب کہتے ہیں۔ وہ جلالی ہے اور وہ یہ ہے کہ فاتحہ سے انعام تک اور انعام سے یونس تک اور یونس سے طٰہٰ تک اور طٰہٰ سے عنکبوت تک عنکبوت سے زمر تک اور زمر سے والصافات تک اور والصافات سے آخر قرآن تک۔ اس کے حروف کا مجموعہ "فایطعزو" ہے۔ اور ایک طریقہ یہ ہے کہ روزانہ سوا پارہ پڑھے اور چوبیس دن میں ختم کرے۔ یہ طریقہ دینی و دنیوی حاجات کے پورا کرنے میں مارہرہ شریف کے خاندان کا دستور اور سید ناشاہ آل محمد قدس سرہ العزیز کا معمول تھا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اس پر قائم رہنے کی توفیق عطا فرمائے آمین۔ اور ایک دوسرا طریقہ ہے جو فقیر پڑھا کرتا ہے کہ سورت سے سورت ہی پر ختم ہوتا ہے اور سوا پارہ یومیہ پڑتا ہے اور وہ یہ ہے کہ پہلے دن فاتحہ اور بقرہ دوسرے دن آل عمران تیسرے دن نسا چوتھے دن مائدہ پانچویں دن انعام چھٹے دن اعراف ساتویں دن انفال اور توبہ آٹھویں دن یونس تا ہود اور اسی طرح یوسف تا ابراہیم پھر حجر تا نحل اور بنی اسرائیل تا کہف اور مریم تا انبیا اور حج تا نور اور فرقان تا نمل اور قصص تا روم اور لقمان تا سبا اور فاطر تا صٓ اور زمر تا سجدہ اور شعرا تا جاثیہ اور احقاف تا والنجم اور قمر تا ممتحنہ اور صف تا مدثر اور قیامہ تا آخر قرآن۔

پانچواں نور

اگر تم مُردوں کے احوال خیر اور احوال شر سے باخبر ہو تو اگر ان پر خدا کی نعمت دیکھو تو خدا کا شکر ادا کرو اور اگر عذاب دیکھو تو ان کے حق میں خدا سے مغفرت چاہو اور کسی سے ذکر نہ کرو کہ مناسب یہی ہے۔ بس اتنا ہی کافی ہے عقل والے کو اشارہ ہی کافی ہوا کرتا ہے۔ اس لئے سوتے وقت یہ تسبیح پڑھ لیا کرو اور اس کا ثواب میت کی روح کو بخش کر بلا گفتگو کئے سو جایا کرو تو اس روح کا جو کچھ حال ہو گا وہ تم سے کہدے گی۔ وہ تسبیحات یہ ہیں جمعرات کی رات یا اللہ، جمعہ کی رات کلمہ تمجید، سنیچر کی رات کلمہ طیبہ، اتوار کی رات یاحی یاقیوم، پیر کی رات درود شریف، منگل کی رات لاحول، بدھ کی رات استغفر اللہ ربی من کل ذنب واتوب الیہ۔ ہر ایک ایک ایک ہزار بار پڑھو۔ انشاء اللہ تعالیٰ ان راتوں میں سے کسی ایک رات تم کو ان کا حال معلوم ہو جائے گا اور انہی تسبیحات سے زندہ شخص کے بانسبت ہونے یا نہ ہونے کا حال معلوم ہو جاتا ہے۔ چاہئے کہ ان تسبیحات کو کسی خاص شخص کا حال معلوم کرنے کی نیت سے پڑھیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ ان راتوں میں سے کسی ایک رات خواب میں معلوم ہو جائے گا۔

چھٹا نور

آدمی کا جھوٹا پاک ہے اور مومنین کا جھوٹا شفا ہے۔ پانی بیٹھ کر پئیں لیکن وضو کا بچا ہوا پانی اور آب زمزم شریف اور وہ پانی بھی جو کسی مسلمان کے پینے کے بعد بچ رہے، علما فرماتے ہیں کہ یہ تینوں پانی کھڑے ہو کر پئیں اور حکم یہ ہے کہ آب زمزم شریف خوب سیر ہو کر پئیں یہاں تک کہ پسلیاں اور پیٹ اوپر ابھر آئے۔

ساتواں نور

امام نوری قدس سرہ سے لوگوں نے دریافت کیا کہ انسان مخلوق کو نصیحت کرنے کے قابل کب ہوتا ہے؟ فرمایا جب خدا تعالیٰ سے آگاہ ہو جائے۔ نقل ہے کہ ایک دن امام ابوالحسن نوری قدس سرہ نے حضرت جنید قدس سرہ کو بر سر منبر ملاحظہ فرمایا تو ارشاد فرمایا کہ اے ابوالقاسم اللہ تعالیٰ کسی عالم کے علم سے اس وقت تک راضی نہیں ہوتا جب تک کہ اس کو اس کے علم کے اندر نہ رکھے تو اگر آپ اپنے علم کے مطابق عمل

کہتے ہیں تو اس مقام پر قائم رہیے ورنہ منبر سے اُتر آیئے۔ حضرت جنید قدس سرہٗ فوراً اتر آئے یہاں تک کہ ایک ماہ تک خلق سے بات بھی نہیں کی اور اپنے گھر سے باہر بھی نہ نکلے۔ اس کے بعد باہر تشریف لائے اور فرمایا کہ اگر مجھے حضور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث مبارک نہ پہنچی ہوتی کہ ارشاد فرمایا کہ آخر زمانے میں قوم کا پیشوا ان میں سے سب سے زیادہ ذلیل و خوار شخص ہوگا، تو میں تم سے ہرگز کلام نہ کرتا۔ اس مقام پر اہل علم فرماتے ہیں کہ یہ حضرت جنید قدس سرہٗ نے اپنی خامیوں کا اقرار فرمایا ہے یعنی حقِ علم کی ادائیگی کا تقاضہ تو یہی ہے کہ میں اس مقامِ رہبری کا اہل نہیں ہوں پھر بھی اپنی خامیوں کا اعتراف کرنے میں حق بجانب ہوں۔

سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم من جمیع ما کرہ اللہ قولا وفعلا وظاھرا و باطنا (اللہ پاک ہے، سب خوبیاں اللہ ہی کو ہیں اور اللہ کے سوا کوئی معبود و مقصود و موجود نہیں ہے اللہ بہت بڑا ہے اور اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو کوئی قوت و طاقت نہیں ہے۔ وہ اللہ بلند و برتر ہے ہر اس چیز سے جسے از روئے قول و فعل و ظاہر و باطن مکروہ و ناپسند فرمائے)۔

- بارگاہِ الوہیت کے تقدس اور احترامِ نبوت کا کما حقہٗ پاسدار
- مسلکِ اہلسنّت و جماعت اور سلف صالحین کا صحیح ترجمان
- قرآن پاک کا صحیح اور سب سے زیادہ مقبول ترجمہ
- کوثر و تسنیم سے دُھلی ہوئی زبان

کنز الایمان

ترجمۂ قرآن (اردو)

اعلحضرت امام احمد رضا خان بریلوی قدس سرہٗ العزیز

- قاری محمد ظفر احمد ابن مفتی محمد مظفر احمد کی خوش الحان تلاوت قرآن پاک۔
- محترم سید محمد علی حمزہ گوہر کے منفرد انداز میں ترجمۂ قرآن۔
- جدید ترین اسٹوڈیو میں ماہرین کی زیر نگرانی اسٹیریو ریکارڈنگ۔
- تیس کیسٹوں پر مشتمل مکمل سیٹ۔ ہر پارہ علیحدہ کیسٹ میں۔

منجانب: ضیا ٹیپ لائبریری
میمن مسجد مصلح الدین گارڈن
پوسٹ بکس نمبر ۱۳۲۲۵ - کراچی ۲
فون: ۲۲۶۵۶۸

تعاون: آن اسٹوڈیو - (آن ڈیکوریشن) - میٹھادر - کراچی